ہزاروں صفحات پر مشتمل سینکڑوں خطبات سے منتخب واقعات
جن میں سے کوئی بھی واقعہ آپ کے دل کی دُنیا بدل سکتا ہے

# جدید دلکش واقعات

ازافادات

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

صوفی محمد راشد نقشبندی
ڈیرہ اسماعیل خان

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
0322-6180738, 061-4519240

دِین و دُنیا کی اِصلاح و معلومات کا جدید تحفہ

اضافہ شدہ جدید ایڈیشن جلد 43 تک



از افادات

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

کے خطبات سے انتخاب شدہ تین سو پچاس سے زائد ایسے
اصلاحی واقعات جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ دل کی
اصلاح اور دنیاوی معلومات پر بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

مرتب صوفی محمد راشد نقشبندی

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان

جدید

# دلکش واقعات


تاریخ اشاعت............رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

ناشر............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت............سلامت اقبال پریس ملتان


## انتباہ



### قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہوسکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان

ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور — دارالاشاعت........اُردو بازار........کراچی

مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار........لاہور — ادارۃ الانور........نیوٹاؤن........کراچی

مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار........لاہور — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار.....پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

# کلمات ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!**

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ عالیہ سے نہ صرف وابستہ فرمایا بلکہ حضرت کے خطبات، ملفوظات اور دیگر مفید تالیفات کی نشر و اشاعت کا موقع و اسباب نصیب فرمائے اور حسب توفیق تعلیمات حکیم الامت رحمہ اللہ کے مطالعہ کا موقع بھی میسر فرمایا۔ علاوہ ازیں اکابر مشائخ وقت خصوصاً حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء کی صحبت و استفادہ کا موقع بھی نصیب ہوتا رہتا ہے۔

خصوصاً سیدی حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کی صحبت میں تقریباً دس برس رہنا نصیب ہوا۔ اور حضرت کی خاص عنایات حاصل رہیں۔ حضرت کی شفقت کی عکاسی آپ کی اس تحریر سے عیاں ہے۔

مجھے دلی خوشی ہے کہ عزیز القدر حافظ محمد اسحاق صاحب مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تالیفات شائع کرنے کے حریص ہیں۔ انہیں حضرتؒ سے صرف محبت ہی نہیں، محبت کا نشہ ہے

حضرت کے مسلک اور مذاق کی تبلیغ کے بہت خواہش مند ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے حضرت کی کتابیں جو نایاب ہیں چھپواتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرما کر ناظرین کے لئے نافعیت اور ہدایت اور ان کے لئے سرمایہ آخرت بنائیں۔

ادارہ کی جملہ نشر و اشاعت میرے شیخ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی توجہ و عنایت کی برکت ہے جس پر جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے معروف صاحب دل بزرگ حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کو جو عوام و خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

کچھ عرصہ قبل حضرت کے خطبات سننے اور پڑھنے کا موقع ملا انہوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات کو جس جدید انداز میں بیان فرمایا اس سے دل میں حضرت کی عقیدت نے حضرت سے ایک صاحب نے استفسار پر کہ کیا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے؟ تو اس کے جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ”ہاں کیونکہ وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نقشبندی بھی تھے اس لئے ان میں دونوں نسبتیں آ گئی تھیں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کاموں میں ”بیان القرآن“ میں مسائل تصوف کا کام (Land Mark) بہت اعلیٰ ہے۔ (بحوالہ مجالس فقیر جلد اول ص 148)

حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور عنایات و مستجاب دعاؤں کا حصہ بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جامع الصفات شخصیت میں جو قبولیت و مقبولیت رکھی ہے اس کے پیش نظر دل چاہا کہ ادارہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو کہ حضرت کی طرف منسوب کوئی مفید عام مجموعہ شائع ہو۔

اس سلسلہ میں اپنے مہربان دوست حضرت حاجی محمد راشد صاحب مدظلہ (جو کہ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی نقشبندی چشتی مدظلہ کے خلیفہ ہیں اور ادارہ کے ماہنامہ ''محاسن اسلام'' کے قدیم قلمی معاون بھی) سے تذکرہ کیا تو انہوں نے اپنے مشاغل کے باوجود محنت بسیار کے بعد حضرت کے خطبات ومجالس سے دو مجموعے بنام ''جدید دلکش واقعات'' اور ''جواہرات فقیر'' مرتب کر دیئے زیر نظر کتاب انہی دو سے ایک ہے ان جدید کتب کا حضرت سے تذکرہ کیا گیا تو حضرت نے اظہار مسرت فرمایا اور حسب سابق اپنی مستجاب دعاؤں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب میں شیخ وقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کی پُر تاثیر زبان سے نکلی ہوئی باتوں کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ظاہر و باطن کی اصلاح کے لئے متحرک فرما کر دنیا و آخرت کی سرخروئی نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

عشرہ اول ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ

بمطابق نومبر 2011ء

# مختصر حالات بابرکات

## حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ العالی

انجینئرنگ کے آخری سال کا امتحان دینے کے بعد ہمارے ممدوح نے جوان دنوں ایک نوجوان تھے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمہ اللہ کی خانقاہ میں چار ماہ کا عرصہ گذارا، جہاں روزانہ سات گھنٹے مراقبہ کرنے کا معمول تھا... پھر اپنے شیخ حضرت مولانا زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہے گی، اس زمانہ میں وہ اپنی مشہور ومعتبر کتاب ''عمدۃ الفقہ'' کی تالیف فرما رہے تھے، کراچی کے قیام کے دوران معمول یہ رہا کہ صاحب خطبات اپنی رہائش گاہ پر سارا دن ذکر و مراقبہ میں لگے رہتے اور عصر کے بعد حضرت شاہ صاحب کے یہاں حاضری ہوتی، حضرت شاہ صاحب مجددی علوم و معارف کے زبردست ماہر تھے، انہوں نے حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات کا ترجمہ بھی کیا ہے، چنانچہ اس موقع کو غنیمت جان کر حضرت نے یہ معمول بنالیا کہ دن میں مکتوبات کا مطالعہ کرتے اور عصر کے بعد کی مجلس میں حضرت شاہ صاحب سے مشکل مقامات کے بارے میں سوالات کرتے۔

بیعت ثانی:۔ حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد اپنی اصلاح کی فکر وطلب نے حضرت کو حضرت مولانا شاہ غلام حبیب رحمہ اللہ کے قدموں تک پہنچادیا.... حضرت نے اس بیعت کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے:

''راقم نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کے بعد استخارہ کیا تو تجدید بیعت کے لیے حضرت مرشد عالم (مولانا شاہ غلام حبیب رحمہ اللہ) کی طرف توجہ مائل ہوئی، راقم نے حضرت مرشد عالم کو دس سال پہلے مسکین پور شریف کے اجتماع پر دیکھا تھا اور بیان بھی سنا تھا، چنانچہ راقم دل گرفتہ پیوستہ منزل ہونے کی آرزو میں چکوال پہنچا، اس وقت مسجد کی توسیع کا کام جاری تھا اور نئی بنیاد کھودی جارہی تھی، استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مرشد عالم تو مری گئے ہوئے ہیں، کل واپس آئیں گے۔ حضرت مرشد عالم اگلے دن عصر کے بعد تشریف لائے، اہل خانہ نے اطلاع

دی تو راقم کو بلوایا اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا "حضرت! میں یتیم ہو گیا ہوں" اور یہ کہہ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا، راقم اس درد سے رویا کہ حضرت مرشد عالم بھی آبدیدہ ہو گئے، فرمایا بیعت کن سے تھی؟ عرض کیا حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے، فرمایا ان کی نسبت قوی اور صحیح تھی۔ پھر پوچھا خود آئے ہو یا کسی نے بھیجا ہے؟ عرض کیا خود آیا ہوں، استخارہ کیا تھا، دس سال پہلے آپ کی زیارت بھی کی تھی، بیان بھی سنا تھا، بہت متاثر بھی ہوا تھا، فرمایا اگر متاثر ہوئے تھے تو پھر ملے کیوں نہیں؟ عرض کیا حضرت توجہ کا قبلہ ایک ہی تھا، دوسری طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھتا تھا، فرمایا ماشاء اللہ ایسے ہی ہونا چاہئے..... چنانچہ حضرت مرشد عالم نے بیعت فرمایا۔ (حیات حبیب ص 51-750)"

حضرت بابا فرید شکر گنج رحمہ اللہ نے جب حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کو اجازت و خلافت دی تھی، اس وقت ان سے کہا تھا: "باری تعالیٰ ترا علم و عقل و عشق عطا فرمودہ است" (باری تعالیٰ نے تم کو علم، عقل اور عشق عطا فرما دیا ہے) حضرت کی شخصیت کا قریب سے مطالعہ کرنے پر صاف نظر آتا ہے کہ بلا شبہ ان کی ذات میں بھی توفیق الٰہی نے مذکورہ بالا تینوں صفات جمع فرما دی ہیں۔ علم کا حال یہ ہے کہ وہبی اور کسبی دونوں طرح کے علوم ان کے پاس جمع ہیں۔ جہاں تک وہبی علم کا سوال ہے تو اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا مجھے اپنی حدود سے تجاوز معلوم ہوتا ہے اور ان کے افکار و تعبیرات اس کے شاہد عدل ہیں۔

حضرت بابا فرید رحمہ اللہ نے دوسری صفت عقل بیان کی ہے تو اس کا گواہ ہر وہ شخص ہے جس نے ان سے نجی معاملات میں رہنمائی طلب کی ہو یا اجتماعی معاملات میں، کہ عقل معاد اور عقل معاش دونوں سے اللہ نے ان کو خوب خوب نوازا ہے، اور بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ان اللہ والوں کو صرف دماغ کی ذہانت نہیں ملتی، قلب اور روح کی ذہانت بھی ان کو ملتی ہے۔ اور رہ گیا عشق تو اس کی بابت یہ ہیچ منداں کچھ بھی عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا، اس لیے کہ پورا زمانہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس دور میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور عرب و عجم ہر طرف "دوائے دل" کی تقسیم کا کام شاید سب سے زیادہ ان ہی سے لیا جا رہا ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

(خطبات ہند جلد اول محترم خلیل الرحمٰن نقشبندی مدظلہ کے تحریر فرمودہ مضمون سے مختصر انتخاب)

| | |
|---|---|
| رشیا میں یہودی کی سازش کا واقعہ | ۳۷ |
| حقیقی علم کیا ہے؟......اسلام دشمن قوتوں کی کارستانیاں | ۳۸ |
| اسلام اور جدید ریسرچ | ۳۹ |
| ایک سوال اور اس کا جواب | ۴۰ |
| روزہ کی برکات......قرآن کی حقانیت | ۴۱ |
| قرآن کے قدیم نسخہ کی زیارت | ۴۲ |
| سنہرا اسلامی دور | ۴۲ |
| مسلمانوں کا تابناک ماضی | ۴۳ |
| رزق میں برکت کا نسخہ | ۴۳ |
| رزق کا عالمگیر نظام..........صدق وہمت کی داستان | ۴۴ |
| ایک فقیر کا عجیب واقعہ | ۴۷ |
| عشق ومحبت کی کارفرمائی | ۴۸ |
| وقت کی قدر.......ذہنی تربیت ضروری ہے | ۵۱ |
| دین سے دوری ایک قومی المیہ | ۵۲ |
| مثبت سوچ کے عمدہ نتائج.........اکابر برصغیر کی قربانیاں | ۵۳ |
| بڑوں کی بڑی باتیں.......ہمارے اکابر اور ہم | ۵۴ |
| امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فراست کا عجیب واقعہ | ۵۵ |
| آداب مجلس کی تلقین......مادہ پرمحنت کا گراف | ۵۷ |
| رزق اور برکت رزق......فضول خرچی کی تباہ کاری | ۵۸ |
| ایک نیک دل عورت کی سخاوت | ۵۹ |
| 36ویں مل کا غم.....خوف خدا سے عاری لوگوں کی حالت زار | ۶۱ |

| | |
|---|---|
| مغرب کا ایک تاریک پہلو | ۶۲ |
| مغرب کی حالت زار اور دین کی برکت | ۶۳ |
| میڈیکل کی جدید سہولت | ۶۳ |
| نظام انہضام کی نعمت | ۶۴ |
| گھر کی نعمت......ایک قابل حیرت واقعہ | ۶۵ |
| مسلمان نوجوانوں کی سرگرمیاں | ۶۶ |
| پرسکون زندگی کا راز | ۶۷ |
| مسجد کے مینار یا راکٹ لانچر......!!! | ۶۸ |
| مغرب میں مساجد کی ضرورت واہمیت | ۶۸ |
| ایک اہم اصول تدریس......ایک نوجوان کا قبول اسلام | ۶۹ |
| ایک بچے کا مثالی جذبہ | ۷۰ |
| اسلام انسانیت سکھاتا ہے | ۷۱ |
| ایک نومسلم کی دینی غیرت | ۷۲ |
| نسبت کا نور | ۷۳ |
| اصلاح کی ابتدا اپنی ذات سے کریں | ۷۴ |
| باندی کا عشق الٰہی......میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے | ۷۵ |
| نسبتوں کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ | ۷۶ |
| ایک خاتون کی پریشانی | ۷۸ |
| عمر میں برکت کا عجیب واقعہ.....قرآن کریم کی حقانیت | ۸۰ |
| قرآن کریم کا اعجاز.........کمسن حافظ قرآن | ۸۲ |
| نوسے سال کی عمر میں حفظ قرآن.....کمال حافظہ اور کمال نسیان | ۸۳ |

| | |
|---|---|
| ایک حافظ کا واقعہ | ۸۴ |
| دین وایمان کی تاثیر | ۸۵ |
| نور قرآن........ پرسکون نیند کی قدر | ۸۶ |
| صنف نازک کی استقامت | ۸۷ |
| ایک نوجوان کی استقامت | ۸۸ |
| بی اے پاس لڑکی کی زبوں حالی | ۸۹ |
| علماء حق کی قربانیوں کی ایک جھلک | ۹۰ |
| ہماری معاشرتی حالت زار......گناہ کا نقد بدلہ | ۹۲ |
| دنیا کی دوڑ میں دین سے بےفکری | ۹۳ |
| شریعت وسنت کی اہمیت......قید کی زندگی کا ایک واقعہ | ۹۴ |
| اسلامی تاریخ کا نادر واقعہ | ۹۵ |
| جب دل کی دنیا بدل گئی | ۹۷ |
| طواف میں حکمت.......بیت اللہ کے انوار وبرکات | ۹۹ |
| روزہ کے طبی فوائد......گوشت خوری کا عجیب واقعہ | ۱۰۶ |
| آگ کی طاقت......عاجزی کی برکت | ۱۰۷ |
| مَن کا سکون | ۱۰۸ |
| رزق کا خدائی نظام | ۱۰۹ |
| اللہ کی نصرت کا واقعہ | ۱۱۰ |
| ایک بوڑھے کی عجیب دعا.....اللہ سے رزق طلب کریں | ۱۱۱ |
| مقدر کا رزق کیسے ملتا ہے......رحمت خداوندی | ۱۱۲ |
| حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی فکر | ۱۱۳ |

| | |
|---|---|
| حفاظت خداوندی | ۱۱۴ |
| ایک نصیحت آموز واقعہ | ۱۱۵ |
| ایک نصیحت آموز واقعہ | ۱۱۶ |
| نیویارک میں سات سو پاگل خانے کیوں؟ | ۱۱۷ |
| ایمان باللہ کا ثمر | ۱۱۸ |
| مغرب میں رائج ایک اسلامی اصول | ۱۱۹ |
| اولیاء اللہ کا کمال عفو | ۱۲۲ |
| غیبت سے احتیاط......زیتون میں برکت | ۱۲۳ |
| محبت سے گھیر لیتے ہیں | ۱۲۴ |
| صحت میں برکت | ۱۲۶ |
| خدمت کی برکت......رزق میں بے برکتی کا حل | ۱۲۸ |
| محدث بقی بن مخلد کا تاریخی کارنامہ | ۱۳۲ |
| عقل بڑی یا بھینس | ۱۳۳ |
| غیرت کا عجیب واقعہ | ۱۳۴ |
| تقویٰ کا عجیب واقعہ......انسانی عقل کے کرشمے | ۱۳۵ |
| عجوہ کھجور میں راز کی بات | ۱۳۷ |
| نیت کی اہمیت | ۱۳۹ |
| اخلاص کی قیمت......جنت کی قیمت | ۱۴۰ |
| نسبتِ محمدی کی فکر | ۱۴۱ |
| پہاڑوں کو چیر کر راستے بنانا......کافروں کی مشابہت پر پکڑ | ۱۴۲ |
| پوری بستی زمین میں دھنس گئی | ۱۴۳ |

| | |
|---|---|
| انسانی مہارت کا کرشمہ | ۱۴۴ |
| امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی | ۱۴۵ |
| نو سال کی عمر میں حفظِ قرآن | ۱۴۵ |
| آج کے مسلمان کی ''ان شاء اللہ''......جانوروں کی بھی خیر خواہی | ۱۴۶ |
| ایک پیالہ پانی کی قیمت........دل کھول کر مانگیں | ۱۴۷ |
| حالتِ قبض میں عطائے خداوندی | ۱۴۸ |
| چنگے سنگترے........ماں کی محبت کا عجیب واقعہ | ۱۴۹ |
| ماں کی محبت کا تقاضا.....مثالی ماں کا منفرد انداز تربیت | ۱۵۱ |
| شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کا ایمان افروز واقعہ | ۱۵۳ |
| ذاتی مشاہدہ......امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حسن معاشرت | ۱۵۴ |
| حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز واقعہ | ۱۵۵ |
| ریا والے اعمال بے وقعت ہوں گے | ۱۵۷ |
| خدائی حفاظت کا دلکش واقعہ | ۱۵۷ |
| شکر کے مواقع | ۱۵۸ |
| ایک حیران کن واقعہ | ۱۵۹ |
| ایک نوجوان کا واقعہ | ۱۶۰ |
| محبت بد کا مہلک نتیجہ | ۱۶۱ |
| آج کی بچی دین سے دور کیوں؟.....ایک بڑھیا کی حالت زار | ۱۶۲ |
| حیران کن واقعہ | ۱۶۳ |
| شکر کی وجہ سے رونا | ۱۶۴ |
| ایک تابعی کا یقین......اسلام کی حقانیت کا دلکش واقعہ | ۱۶۵ |

| | |
|---|---|
| دین کیلئے قربانی | ۱۶۸ |
| صاحب علم کو مغالطہ لگنے کی مثالیں.....ایک شیخ الحدیث کی حالتِ زار | ۱۶۹ |
| ایک بادشاہ کی حسرت | ۱۷۰ |
| عبرت انگیز واقعہ | ۱۷۱ |
| صدقہ کس کو دیں؟ | ۱۷۲ |
| ایک سبق آموز واقعہ......عمر میں برکت کا عجیب واقعہ | ۱۷۳ |
| حسن نیت پر نقد اجر.......شیر اور ہرن کا واقعہ | ۱۷۴ |
| بیوی کو زچ کرنے سے بچو | ۱۷۴ |
| بیویاں الجھنے سے بچیں | ۱۷۶ |
| بے اولادی کا طعنہ.......ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ | ۱۷۷ |
| نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام | ۱۷۸ |
| نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کس کے وکیل بنیں گے؟ | ۱۷۸ |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمدردی | ۱۷۹ |
| پختگی کس کے ایمان میں ہے؟ | ۱۸۰ |
| کدو بڑا اور آم چھوٹا پیدا کرنے میں حکمت | ۱۸۱ |
| سید زوار حسین رحمہ اللہ کا دلکش واقعہ | ۱۸۱ |
| کفر کی ظلمت کیسے دور ہوتی ہے؟ | ۱۸۲ |
| موت کے وقت عادی عمل کا اجرا | ۱۸۳ |
| شیر کے انسان پر حملہ کرنے کی بنیادی وجہ | ۱۸۴ |
| ایک سبق آموز واقعہ | ۱۸۵ |
| فریضہ نماز میں کوتاہی | ۱۸۶ |

| | |
|---|---|
| لیٹ کر سونا کتنی بڑی نعمت ہے........ پلک جھپکنا بھی نعمت ہے | ۱۸۷ |
| بچپن کا واقعہ.......... پھر مجھے اللہ کب دے گا؟ | ۱۸۸ |
| حضرت غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب | ۱۸۹ |
| حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد | ۱۹۰ |
| بدعت کا بھیانک انجام | ۱۹۳ |
| گناہ کو معمولی سمجھنا سخت غلطی ہے | ۱۹۴ |
| کسی کی نہ ماننے والے | ۱۹۶ |
| گناہوں کی معافی........ بدگمانی کا آپریشن | ۱۹۷ |
| دھوبی کے پاس میلا کپڑا ہی آتا ہے......اہل بصیرت کی باتیں | ۱۹۸ |
| اللہ والوں کا ظرف | ۱۹۹ |
| بدگمانی مہلک مرض ہے........ایک سیکرٹری صاحب کو دھوکا | ۲۰۰ |
| محل کے دو عیب | ۲۰۱ |
| عذر گناہ بدتر از گناہ......تعجب کی پہلی بات......تعجب کی دوسری بات | ۲۰۲ |
| تعجب کی تیسری بات | ۲۰۵ |
| سات مہینے میں حفظ | ۲۰۶ |
| تین دنوں میں حفظ.......حصول علم کا شوق | ۲۰۷ |
| ضبطِ حفظ کی عجیب وغریب مثالیں | ۲۰۷ |
| قرآن کا فیض نسل در نسل | ۲۰۹ |
| ایک سوال کا امتحان | ۲۱۰ |
| دہریوں کے ملک میں حفاظتِ قرآن | ۲۱۱ |
| مدارس.....قرآن مجید کے کاپی سنٹر | ۲۱۳ |

| | |
|---|---|
| کتابتِ قرآن کے مختلف انداز | ۲۱۴ |
| مسلمان ہونے کی وجہ | ۲۱۵ |
| کفر کا اعترافِ حقیقت | ۲۱۷ |
| تھوڑے وقت میں زیادہ کام | ۲۲۰ |
| ایک نوجوان کی احتیاط......رزق میں برکت کا دلکش واقعہ | ۲۲۱ |
| اطاعتِ خداوندی کا انعام | ۲۲۲ |
| نصیب مل کر رہتا ہے | ۲۲۴ |
| خزانہ نہ لینے پر مقدمہ......حج مقبول کا یادگار واقعہ | ۲۲۶ |
| عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے حالات | ۲۲۸ |
| حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں مماثلت | ۲۳۲ |
| کلمہ کی کثرت......بس گزارا ہے | ۲۳۳ |
| خلوص عمل ہو تو ایسا؟ | ۲۳۴ |
| ایک عورت کا انوکھا صبر | ۲۳۵ |
| بہادر شاہ ظفر کا غم | ۲۳۶ |
| اکابر علمائے دیوبند کی اتباع سنت | ۲۳۷ |
| ظاہری علوم کا حصول بھی واجب ہے | ۲۳۷ |
| افغانی شیخ اس کے علاوہ ہوتے تھے | ۲۳۸ |
| حاکم وقت سے بے اعتنائی | ۲۳۸ |
| بیت اللہ کے پڑوس کی عظمت.....ریاکاری کا رونا | ۲۳۹ |
| مرکز تجلیات سے حصول فیض | ۲۴۰ |
| تجلیات کا طواف کون کرتے ہیں؟ | ۲۴۲ |

| | |
|---|---|
| گمراہ ہونے والے علماء | ۲۴۲ |
| خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع | ۲۴۳ |
| قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع | ۲۴۴ |
| اخلاص کا درس | ۲۴۴ |
| کہیں اللہ سے نظر ہٹ نہ جائے | ۲۴۶ |
| حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اللہ پر یقین | ۲۴۶ |
| ایک سبق آموز واقعہ | ۲۴۷ |
| ایک عاشق قرآن دولہا | ۲۴۹ |
| قرآن کے گلشن میں طواف | ۲۵۰ |
| ہر ہر آیت کے آخری لفظ کی تلاوت | ۲۵۱ |
| ''حافظ والا'' گاؤں کی وجہ تسمیہ | ۲۵۱ |
| خلافتِ عثمانیہ کی بنیاد | ۲۵۲ |
| امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا عشق قرآن | ۲۵۵ |
| قرآن سن کر سانپ جھومنے لگا | ۲۵۶ |
| حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عشق قرآن | ۲۵۷ |
| حکمِ خدا کی عظمت......آگ کی طاقت | ۲۵۹ |
| ایک عبرت ناک واقعہ | ۲۶۰ |
| شکستہ دل کی قدر و منزلت | ۲۶۱ |
| ایک سبق آموز واقعہ......ایک فرانسیسی کیپٹن کا قبول اسلام | ۲۶۲ |
| ایک کمیونسٹ کا اعتراض اور اس کا جواب | ۲۶۴ |
| مخلوقاتِ عالم اور تسبیح خداوندی | ۲۶۶ |

| | |
|---|---|
| قرآن مجید کی تاثیر | ۲۶۸ |
| ایک نشئی کا یقین........نفس کی تین حالتیں | ۲۶۹ |
| تفکر در انعامات......جو دم غافل سو دم کافر | ۲۷۰ |
| ایک شرابی کا واقعہ | ۲۷۱ |
| انگریز لڑکی کا مضمون | ۲۷۲ |
| حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ | ۲۷۳ |
| دین پر اعتراض کیوں؟ | ۲۷۴ |
| توبہ کی قبولیت | ۲۷۵ |
| ازدواجی زندگی اور تحمل مزاجی | ۲۷۵ |
| فسق وفجور کی نحوست.......کمال احتیاط | ۲۷۶ |
| توحید دھوبن سے سیکھی | ۲۷۷ |
| ناشکری کا عبرتناک انجام | ۲۷۸ |
| کشائش رزق | ۲۸۰ |
| مال پہ رال نہیں ٹپکانے چاہئے | ۲۸۱ |
| برکت کی مثالیں | ۲۸۲ |
| حفاظتِ جان ومال | ۲۸۴ |
| دعا کے ثمرات | ۲۸۵ |
| سلاطین اور اہل اللہ میں فرق.....اللہ دوستی نبھاتے ہیں | ۲۸۶ |
| تین بھینسوں کی کہانی | ۲۸۷ |
| حمیتِ ایمان باقی ہے | ۲۸۸ |
| انٹرنیٹ کا فتنہ.......مدارس کے طلباء کی خوش نصیبی | ۲۸۹ |

| | |
|---|---|
| لطائف در عمل رمی | ۲۹۰ |
| سنت کا اتباع......طواف کی حقیقت | ۲۹۱ |
| تمام نمازوں کے جامع......برکت اور بے برکتی | ۲۹۲ |
| اللہ سے ڈرنے والے سے ہر چیز ڈرتی ہے | ۲۹۳ |
| آنکھ کی حفاظت کا عجیب نسخہ | ۲۹۳ |
| گلہ بانی سے حرم کی چوکھٹ تک | ۲۹۴ |
| ترک دنیا کا اصل مفہوم......دنیا کا منتر | ۲۹۷ |
| اللہ کیلئے دینا......مثال | ۲۹۸ |
| اللہ تعالیٰ کی نصرت | ۲۹۹ |
| نامی گرامی ڈاکو، اللہ کا ولی کیسے بنا؟ | ۳۰۱ |
| نیکی کا ثمرہ......درود شریف کی برکت | ۳۰۵ |
| احساس نعمت | ۳۰۷ |
| ایک مصیبت زدہ کی شکر گزاری | ۳۰۸ |
| ناشکری کا عبرت انگیز واقعہ | ۳۰۹ |
| ناقدری کا انجام | ۳۱۰ |
| بیت اللہ شریف کو دیکھ کر ہدایت ملی | ۳۱۳ |
| تلاوتِ قرآن ہدایت کا ذریعہ بنی | ۳۱۴ |
| ظاہری سنت، ہدایت کا ذریعہ بنی.....خواب ہدایت کا ذریعہ بنا | ۳۱۶ |
| ایک گنہگار کو توبہ کی توفیق | ۳۱۷ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حُسنِ معاشرت

میرے پیرومرشد کا واقعہ ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز میں وضو کر رہا تھا (عمر رسیدہ تھے) اہلیہ محترمہ وضو کرواتے وقت پانی ٹھیک طرح سے نہیں ڈال رہی تھی جس پر میں نے انہیں ذرا سختی سے بات کہہ دی کہ تم کیوں ٹھیک طرح سے وضو نہیں کروا رہی۔ مگر میرے اس طرح غصہ کرنے پر وہ خاموش رہیں اور جس طرح میں چاہتا تھا ویسے کر دیا۔ خیر میں وضو کر کے گھر سے چلا راستے میں خیال آیا ابھی تو میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہا تھا اور ابھی مصلے پر جا کر نماز پڑھاؤں گا میری نماز کیسے قبول ہو گی۔ کہنے لگے میں آدھے راستے سے واپس آیا اور بیوی سے معذرت کی اس نے مجھے معاف کر دیا، پھر میں نے جا کر مسجد میں نماز پڑھائی۔ (ج1ص39)

# جھگڑے کی نحوست

کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ فقیر سویڈن میں تھا۔ وہاں ایک فیملی میں طلاق ہوئی وجہ یہ تھی کہ خاوند کچن کے سنک میں آ کر برش کیا کرتا تھا۔ بیوی اس کو منع کرتی تھی کہ جب باتھ روم کا سنک ہے تو وہاں برش کیا کریں، اس نے کہا نہیں میں تو یہاں ہی کروں گا، لو اس بات پر میاں بیوی میں طلاق ہو گئی، جس نے سنا حیران ہوا۔ بہت جگ ہنسائی ہوئی۔ کاش کہ دونوں عقل سے کام لیتے۔ (ج1ص28)

پار اترنے کیلئے تو خیر بالکل چاہئے     بیچ دریا ڈوبنا ہو تو بھی اک پل چاہئے

# علم نبوت

ہم ایک دفعہ کورس کر رہے تھے اس کا موضوع تھا Effective Manager اور انگلینڈ کے Mr. Borridi اس کورس کے ٹیچر تھے جو ایک ہی وقت میں کئی یونیورسٹیز میں Visting پروفیسر تھے، کیلیفورنیا کی یونیورسٹی، انگلینڈ یونیورسٹی، جرمنی کی یونیورسٹی اور ہالینڈ کی یونیورسٹی، اتنا قابل اور ماہر بندہ ہمیں لیکچر دے رہا تھا۔ لیکچر کے دوران انہوں نے علم کے بارے میں بات کی اور بات کرتے کرتے کہنے لگے کہ ہمارے سائنس دانوں نے آج یہ بات محسوس کی ہے کہ آدمی کو صرف طالب علمی میں ہی نہیں پڑھنا پڑتا ہے۔ بلکہ اپنے Profession (پیشہ) میں بھی آکر پڑھنا پڑتا ہے گویا ساری زندگی پڑھنا پڑتا ہے۔ اس نے یہ بات بڑے نخرے سے کی جیسے کوئی بڑی ریسرچ والی بات کی ہو۔ جب اس نے یہ بات کی تو میں کھڑا ہوا۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں اپنے آقا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنا دوں۔ اس نے کہا ضرور سناؤ۔ میں نے یہ حدیث سنائی کہ علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک۔ جب میں نے یہ حدیث سنائی یقین کیجئے کہ اس نے لیکچر موقوف کیا اپنا بریف کیس کھولا اپنی ڈائری نکالی مجھے کہتا ہے کہ آپ یہ حدیث مجھے لکھوا دیں۔ میں آئندہ اپنے لیکچر میں یہ حدیث پڑھ کر لوگوں کو سنایا کروں گا۔ کہ چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی اتنی اہمیت بتلائی ہے۔ سبحان اللہ۔ (ج1 ص57)

# زبان کی بدزبانی

ایک دفعہ میں ایک فیکٹری منیجر کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے کسی آدمی کو بلایا۔ اچھا خاصا، سمجھدار اور دانا آدمی، بلکہ چھوٹی چھوٹی داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی۔ منیجر نے پوچھا سناؤ بھائی کیا حال ہے۔ کہنے لگا صاحب پہلے تو پانچ منٹ میں دعا سنتا تھا۔ اب پتہ نہیں کہاں چلا گیا سنتا ہی نہیں۔ میں نے بھی نمازیں پڑھنی چھوڑ دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کو سامنے رکھیں

اوراس بندے کے طرز کلام کو دیکھیں۔اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

یقین کریں کہ میں نے یہ بات سنی، مجھے اپنے پاؤں کے نیچے زمین سرکتی نظر آئی۔ وہ شخص بڑے مزے سے کہہ رہا ہے اور ہنس رہا ہے جیسے فقط ہنسانے کیلئے معمولی سی بات کی ہو اس قسم کی باتیں کلمات کفر میں سے ہیں۔ (ج 1 ص 96)

## حضرت قطب الدینؒ کے جنازہ پڑھانے کا واقعہ

آپ کہیں گے مصروفیات بہت ہیں سنئے۔ مصروفیت کی بات آ گئی تو فقیر آپ کو ایک بادشاہ کا واقعہ سنا دیتا ہے۔ فقیر کو دہلی میں قطب مینار کے قریب حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی کے مزار پر جانے کا موقع ملا۔ ایک عجیب واقعہ ان کی زندگی کا سنئے۔ جب حضرت قطب الدینؒ بختیار کاکی کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا۔ جنازہ تیار ہوا۔ ایک بڑے میدان میں جنازہ پڑھنے کیلئے لایا گیا مخلوق مور و ملخ کی طرح جنازہ پڑھنے کیلئے نکل پڑی تھی، انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حد نگاہ تک نظر آتا تھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بپھرے ہوئے دریا کی مانند یہ مجمع ہے جب جنازہ پڑھنے کا وقت آیا ایک آدمی بڑھا۔ کہتا ہے کہ میں وصی ہوں مجھے حضرتؒ نے وصیت کی تھی۔ میں اس مجمع تک وہ وصیت پہنچانا چاہتا ہوں مجمع خاموش ہو گیا۔ وصیت کیا تھی خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں۔ پہلی خوبی یہ کہ زندگی میں اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ دوسری شرط اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ تیسری بات یہ کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو۔ چوتھی بات یہ کہ اتنا عبادت گزار ہو کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔ جس شخص میں یہ چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے۔ جب یہ بات کی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا، سناٹا چھا گیا۔ لوگوں کے سر جھک گئے کون ہے جو قدم آگے بڑھائے۔ کافی دیر گزر گئی حتیٰ کہ ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ

کے جنازے کے قریب آیا۔ جنازے سے چادر ہٹائی اور یہ کہا حضرت قطب الدین! آپ خود تو فوت ہو گئے۔ مجھے رسوا کر دیا، اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر قسم اٹھائی میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں۔ لوگوں نے دیکھا یہ وقت کا بادشاہ شمس الدین التمش تھا۔ اگر بادشاہی کرنے والے دینی زندگی گزار سکتے ہیں کیا ہم دکان کرنے والے یا دفتر میں جانے والے ایسی زندگی نہیں گزار سکتے۔ اللہ رب العزت ہمیں نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ (ج1 ص130)

## خداداد بصیرت

آنکھ کا نور اور چیز ہے، دل کا نور اور چیز ہے۔ حکیم انصاری دہلی کے بڑے مشہور حکیم تھے۔ اللہ نے کیا فہم و فراست عطا فرمائی تھی۔ اندھے تھے لیکن حکمت کا کام کیا کرتے تھے۔ ہاتھ دیکھتے تھے اور مریض کے مرض کو پہچان لیا کرتے تھے۔ آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے تھے، نہ چہرہ دیکھ سکتے تھے، نہ رنگ دیکھ سکتے تھے، نہ زبان دیکھ سکتے تھے۔ مگر اللہ نے وہ فراست عطا کر دی تھی کہ صرف ہاتھ سے نبض دیکھتے اور پوری مرض کو پہچان لیا کرتے تھے۔ بڑے مشہور حکیم تھے۔ اگر دوسرے حکیموں سے مرض قابو میں نہ آتا تو مریض ان کے پاس جایا کرتے تھے، ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ فرماتے ہیں، مجھے شوق ہوا کہ میں بھی ذرا ان حکیم صاحب کو دیکھوں۔ چنانچہ میں ان کی دکان پر گیا، ان سے کوئی بات نہیں کی تاکہ ان کو میرے آنے کا پتہ نہ چلے اور وہاں بیٹھ کر میں نے ان کے دل پر توجہ ڈالنی شروع کر دی۔ کچھ دیر گزری تو میں نے کہا، اچھا اب دل کی بجائے روح پر توجہ ڈالتا ہوں۔ جب میں نے اس پر توجہ ڈالنا چاہی تو وہ فوراً بول اٹھے۔ ناں ناں حضرت آپ میرے دل پر ہی توجہ کرتے رہیں، اگر یہی بن گیا تو سب کچھ بن گیا۔ فرماتے ہیں میں حیران ہو گیا کہ اس شخص کو نابینا کون کہے، جسے بتایا بھی نہیں گیا مگر اس کا دل ایسا صاف ہے کہ وہ آنے والے انوارات کو محسوس کر رہا ہے۔ اللہ اکبر (ج1 ص117)

دل بینا بھی کر خدا سے طلب  آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

# آہ وزاری کی دولت

صلاح الدین ایوبی کا واقعہ ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگیں ہو رہی ہیں۔ عیسائیوں نے اپنی پوری فوج میدان میں جھونک دی تا کہ ایک ہی ہلے میں مسلمانوں کو شکست دے دیں۔ مزید برآں کمک کے طور پر ایک بحری بیڑا بھی روانہ کر دیا۔ صلاح الدین کو پتہ چلا تو اس کو پریشانی لاحق ہوئی مسلمان تعداد میں تھوڑے ہیں سازو سامان میں کم ہیں، کفار کا مقابلہ ہم کیسے کریں گے؟ صلاح الدین ایوبی بیت المقدس میں جاتا ہے ساری رات رکوع اور سجدہ میں گزار دیتا ہے، اللہ کے سامنے مناجات کرتا رہتا ہے۔ فجر کی نماز پڑھ کر باہر نکلا، ایک نیک اور بزرگ آدمی جاتے ہوئے نظر آئے۔ صلاح الدین ایوبی قریب آتا ہے اس بزرگ کو سلام کر کے کہتا ہے، حضرت معلوم ہوا ہے کہ کفار کا ایک بحری بیڑا اچل پڑا ہے جو مسلمانوں پر حملہ کرے گا ہمارے پاس ان سے نمٹنے کیلئے فوج نہیں ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے۔ وہ صاحب نظر تھے آنکھ اٹھا کر صلاح الدین ایوبی کے چہرے کو دیکھا اس کی رات کی کیفیات کو بھانپ لیا۔ فرمانے لگے صلاح الدین ایوبی تیرے رات کے آنسوؤں نے دشمن کے بحری بیڑے کو ڈبو دیا ہے۔ واقعی اگلے دن خبر پہنچی کہ دشمن کا بحری بیڑا ڈوب چکا تھا۔ ایک وقت تھا رات کے آخری پہر میں مسلمانوں کے ہاتھ اٹھتے تھے اللہ تعالیٰ دنیا کے جغرافیہ کو بدل دیا کرتے تھے۔ آج اس وقت ہماری آنکھ نہیں کھلتی۔ اس دال ساگ کے مزے نے ہمیں عبادات کے مزے سے محروم کر ڈالا۔ (ج1 ص129)

# محبت کے کرشمے

ہم نماز پڑھتے ہیں مگر حضوری نہیں ہوتی فقط حاضری ہوتی ہے، تلاوت بھی کر رہے ہوتے ہیں، اونگھ بھی رہے ہوتے ہیں، ایک پارہ تلاوت کرنا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ جن کو محبت نصیب ہوتی ہے ان کا کیا کہنا! میں نے اپنی زندگی میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس نے تقریباً دو ہزار مرتبہ اللہ کا قرآن مکمل کیا تھا۔ (ج1 ص143)

# ایک بزرگ کی محبت قرآن کا واقعہ

منگورہ میں ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوئی، دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہیں۔ فرمانے لگے، جب اپنے پیر و مرشد سے بیعت ہوا تھا آج اس کو ۴۵ سال گزر چکے، انہوں نے حکم دیا تھا کہ قرآن پاک کا ایک پارہ روزانہ پڑھنا۔ ۴۵ سال میں ایک دن بھی پارہ قضا نہیں ہوا۔ یہ لوگ ابھی زندہ ہیں یہ استقامت محبت الٰہی سے نصیب ہوتی ہے۔ (ج 1 ص 143)

# حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی محبت الٰہی کا واقعہ

حضرت شبلیؒ ایک بزرگ گزرے ہیں ان کے بڑے عجیب و غریب احوال تھے نہاوند کے علاقے کے گورنر تھے ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے گورنروں کو دربار میں بلایا اور سب کو کسی خوشی کی وجہ سے خلعت پیش کی۔ پھر کہا کل سب لوگ یہ خلعت پہن کر آئیں تاکہ میری محفل میں بیٹھ کر گفتگو کر سکیں۔ سب لوگ خلعت پہن کر پہنچے۔

اللہ کی شان کہ عین جب گفتگو کی محفل اپنے عروج پر تھی۔ محفل گرم تھی ایک گورنر ایسا تھا کہ جسے چھینک آ رہی تھی، وہ جتنا اسے روکتا چھینک اور زیادہ زور سے آتی وہ جتنا ہی اسے روکتا چھینک اور آتی، بالآخر اسے تین چار مرتبہ اکٹھی چھینک آئی لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ حالانکہ یہ چیز انسان کے بس سے باہر ہے تاہم محفل میں ذرا معیوب سی محسوس ہوتی ہے۔ لوگوں نے اس کی طرف دیکھا پھر فوراً بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب بادشاہ کی نظریں اس پر پڑیں تو اس گورنر کے ناک سے کچھ پانی نکل آیا تھا۔ اور اس کو صاف کرنے کیلئے کپڑا نہیں تھا۔

اس گورنر نے پوشاک کے کونے سے اسے صاف کرلیا۔ جب بادشاہ نے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں تو خون اتر آیا۔ گرجا کہ میری دی ہوئی پوشاک سے ناک صاف

کرتا ہے، اس نے پوشاک کی قدر نہیں کی، اس کی پوشاک اتار لی جائے اور اسے دربار سے دھکا دے دیا جائے۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ اب محفل کا رنگ بدل گیا، سب لوگ پریشان ہو گئے کہ ایک گورنر کے ساتھ یہ معاملہ پیش آ گیا، معمولی بات نہیں تھی۔ بادشاہ نے سوچا چلو محفل برخاست کر دوں۔

سب لوگ چلے گئے تھوڑی دیر گزری تو دربان آیا اور اس نے کہا کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے۔ کہا اسے پیش کرو۔ گورنر نے آتے ہی پوچھا کہ بادشاہ سلامت میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جب گورنر کو چھینک آئی تھی تو یہ اپنے اختیار سے آئی یا کہ بے اختیاری سے آئی تھی۔ بادشاہ نے کہا تیرے سوال میں محاسبے کی بو محسوس ہوتی ہے، خبردار آگے سوال نہ کرنا کہا کہ بادشاہ سلامت اگر اس سے یہ غلطی ہو گئی تھی تو کیا سزا ضروری تھی یا کوئی اور کم درجے کی سزا بھی ہو سکتی تھی۔

بادشاہ نے کہا خاموش رہو ورنہ تمہیں بھی سزا ملے گی۔ گورنر نے کہا، بادشاہ سلامت مجھے آج ایک بات سمجھ آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو پوشاک پیش کی اور وہ اس کی قدر نہ کر سکا تو آپ نے اسے بھرے دربار سے دھکا دے دیا۔ اس کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یا اللہ تو نے مجھے انسانیت کی پوشاک پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے اگر میں اس پوشاک کی قدر نہ کر سکا تو روز محشر تو بھی مجھے اپنے دربار سے دھکا دیدے گا۔ گورنر نے یہ کہا یہ پوشاک اتار کر بادشاہ کے منہ پر ماری اور باہر نکل گیا۔

حضرت جنیدؒ بغدادی کی خدمت میں پہنچا اور یہ شخص کیا بنا؟ وقت کا بہت بڑا بزرگ بنا جس کا نام حضرت شبلیؒ تھا۔ کیونکہ ان کی قربانی بہت بڑی تھی گورنری کو لات مار کر محبت الٰہی کے راستے کو اپنایا تھا۔ اس لئے ان کے احوال بھی عجیب تھے ان پر اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایسی کیفیت ہوتی تھی جو عام لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ (ج1ص144)

# مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ

مولانا محمد علی جوہرؔ قریب زمانے میں ایک بزرگ گزرے ہیں ہمارے نقشبندی بزرگوں کے زیر سایہ رہے ان سے تربیت پائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنی محبت بھر دی۔ دل میں یہ عہد کرلیا کہ مسلمانوں کو جب تک آزادی نہیں ملے گی میں اس وقت تک قلم کے ذریعے سے جہاد کرتا رہوں گا چنانچہ انگلینڈ تشریف لے گئے۔ وہاں کے اخبارات میں اپنے مضامین لکھتے تھے کہ انگریزوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو آزادی دے دیں۔ قلمی جہاد کرتے رہے اور یہ نیت کرلی کہ جب تک آزادی نہیں مل جاتی واپس گھر نہیں جاؤں گا۔ اسی حال میں کئی مرتبہ ان کو تکالیف بھی آئیں۔ جیل بھی ڈالے گئے۔ انہوں نے جیل میں چند اشعار لکھے فرماتے ہیں۔ (ج1ص151)

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے　　پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے
یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں سبھی میکش　　مگر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا　　اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے　　یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

## دوستی کا حق

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس آگ کے شعلے اتنے بلند تھے کہ وہ آگ چالیس دن تک جلتی رہی، کوئی آدمی قریب نہیں جا سکتا تھا۔ اس وقت ایک چھوٹا سا پرندہ چونچ میں پانی لے جا کر اس آگ کے اوپر ڈالتا تھا کسی دوسرے پرندے نے اس سے کہا کہ بھئی! تیرے اس پانی ڈالنے سے آگ تو نہیں بجھ سکے گی۔ کہنے لگا، یہ تو میں بھی جانتا ہوں آگ نہیں بجھ سکے گی۔ لیکن میں نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دوستی کا حق تو ادا کرنا ہے۔ (ج1ص169)

# اولاد سے زیادہ اللہ کی رضا کو ترجیح دینے کا واقعہ

حضرت مولانا محمد علیؒ جوہر کی بیٹی بیمار ہوئی ڈاکٹروں نے جواب دیدیا۔ جوان العمر بیٹی تھی ماں نے پوچھا کوئی آخری تمنا کوئی آخری خواہش۔ کہا اباجان کی زیارت کو جی چاہتا ہے ماں نے خط لکھوادیا۔ جوان العمر بیٹی کا خط پردیس میں ملا کہ میں اپنی عمر کی آخری گھڑیاں گن رہی ہوں دل کی آخری تمنا ہے کہ ابا حضور تشریف لائیں تو میں آپ کا دیدار کرلوں۔ کتنی بڑی بات تھی حضرت کو وہ خط ملا حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے اس خط کی پشت پر دو شعر لکھ کر وہ خط واپس بھیج دیا بیٹی کو اس حال میں کیا جواب لکھا، فرماتے ہیں۔

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں　　تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں

تیری صحت ہمیں منظور ہے لیکن اسکو　　نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

یہ کیفیت نصیب ہو جائے تو زندگی کا مزا آجائے۔ اللہ رب العزت ہمارے لئے اپنی یہ نعمت آسان فرمادے۔ (ج1 ص152)

# صحت کی نعمت

اخبار میں ایک دفعہ پڑھا کہ فلاں فلاں ملک کا آدمی ہے جو کروڑ پتی ہے۔ اس نے اخبار میں اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر میرا علاج کردے حتیٰ کہ میں ایک چپاتی کھانے کے قابل ہو جاؤں تو میں اس کو اتنے اتنے کروڑ روپیہ دوں گا۔ کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہے لیکن صحت ساتھ نہیں دیتی کہ ایک دن میں ایک روٹی کھانے کے قابل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت دی ہے کہ ہم اپنی ضرورت کے مطابق کھاتے پیتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہم سوچیں کہ کیا ہم نے اس کی بندگی کا حق ادا کیا یا نہیں کیا۔ (ج1 ص178)

# وضو کی اہمیت و برکت

ہمارے دادا پیر حضرت فضل علی قریشیؒ کی زمین تھی۔اس میں خود ہل چلاتے تھے،خود پانی دیتے تھے،خود کاٹتے،خود بیج نکالتے،پھر وہ گندم گھر آتی تھی۔پھر رات کو عشاء کے بعد میاں بیوی اسے پیسا کرتے اور اس آٹے سے بنی ہوئی روٹی خانقاہ میں مریدوں کو کھلائی جاتی تھی۔آپ اندازہ کیجئے حضرتؒ یہ سب کچھ خود کرتے تھے۔حضرتؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے گھر والوں کی بھی یہی عادت تھی۔ایک دن حضرت نے کھانا پکوایا اور خانقاہ میں لے آئے۔اللہ اللہ سیکھنے والے سالکین آئے ہوئے تھے وہ کھانا حضرتؒ نے ان کے سامنے رکھا،جب وہ کھانے لگے آپ نے انہیں کہا فقیرو(حضرت قریشیؒ مریدوں کو فقیر کہتے تھے)تمہارے سامنے جو روٹی پڑی ہے اس کیلئے ہل چلایا گیا تو وضو کے ساتھ،پھر بیج ڈالا گیا تو وضو کے ساتھ،پھر اس کو پانی دیا تو وضو کے ساتھ،پھر اس کو کاٹا گیا تو وضو کے ساتھ،پھر گندم بھوسے سے الگ کی گئی تو وضو کے ساتھ،پھر گندم کو پیسا گیا تو وضو کے ساتھ،پھر آٹا گوندھا گیا وضو کے ساتھ،پھر روٹی پکائی گئی وضو کے ساتھ،پھر آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا وضو کے ساتھ۔"کاش کہ تم وضو کے ساتھ اسے کھا لیتے"۔(ج1ص177)

# قدرت کے مناظر

آپ دیکھئے بیرون ملک جانے والا ہوائی جہاز اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس کے اندر پانچ چھ سو مسافر آجاتے ہیں۔پھر وہ اتنا اونچا اڑ رہا ہوتا ہے کہ جب ہم اسے دیکھتے ہیں تو ایک پرندے کی طرح نظر آتا ہے۔میں نے ایک دفعہ پیرس سے پرواز کی کسی دوسرے ملک جانا تھا،راستے میں سمندر پڑتا تھا تو جہاز میں بیٹھے ہوئے میں نے نیچے سمندر میں دیکھا تو مجھے مچھلیاں ٹیوٹا کرولا کار کے برابر نظر آئیں،میں حیران ہوا کہ زمین سے اگر اس ہوائی جہاز کو میں دیکھتا ہوں تو پرندے کے برابر نظر آتا ہے تو کتنی بڑی مچھلیاں ہوں گی جو جہاز سے بیٹھے ہوئے کار کے برابر نظر آرہی ہیں۔واقعی وہیل مچھلی اور شارک مچھلی بہت بڑی ہوتی ہے۔(ج1ص179)

# دنیا فانی ہے

ایک بادشاہ نے بڑی چاہت سے اپنا محل بنوایا، تعمیری کام کیلئے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے، جو چیز اس کو محسوس ہوئی کہ اچھی نہیں بنی اسے دوبارہ بنوایا۔ حتیٰ کہ بادشاہ کی نظر میں وہ محل اتنا خوبصورت تھا کہ اس میں کوئی بھی خامی نہ بچی تھی۔ بادشاہ نے اپنی رعایا میں اعلان کروادیا کہ جو کوئی اس محل میں نقص نکالے میں اس کو انعام دوں گا۔ لوگ آتے محل کو دیکھتے، انہیں اس میں کوئی عیب نظر نہ آتا۔ چنانچہ کئی دن اسی طرح گزر گئے لوگ آکر دیکھتے رہے اور واپس جاتے رہے، کسی کی ہمت نہ تھی کہ بادشاہ کے بنے ہوئے محل میں کوئی نقص نکالتا۔ ایک اللہ والے کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے بادشاہ کی یہ بات سنی وہ بھی محل دیکھنے کیلئے آئے۔ محل دیکھنے کے بعد بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے اور کہنے لگے۔ بادشاہ سلامت! مجھے آپ کے محل میں دو عیب نظر آئے ہیں۔ بادشاہ حیران ہوا کہ ساری دنیا کو میرے محل میں عیب نظر نہ آیا۔ اس بوڑھے کو میرے محل میں کون سے عیب نظر آگئے۔ چنانچہ اس نے پوچھا، بتاؤ کون کون سے عیب ہیں؟ تو وہ اللہ والے کہنے لگے۔ بادشاہ سلامت! اس میں دو عیب ہیں۔ ایک یہ کہ محل ہمیشہ نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور دوسرا عیب یہ ہے کہ تو بھی اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن تجھے بھی یہ محل چھوڑنا پڑے گا۔ (ج1ص185)

# درسِ نصیحت

مہلت زندگی کو سمجھانے کیلئے ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا باغ تھا اور اس باغ کے کئی حصے تھے اور ہر ہر حصے میں پھل لگے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس باغ سے پھل توڑ کر لاؤ۔ اگر تم اچھی قسم کے پھل توڑ کر لے آئے تو میں تم سے خوش ہوں گا اور تمہیں انعام دوں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے کہ

جس حصے سے ایک دفعہ گزر جاؤ گے اس میں تمہیں دوبارہ واپس آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس آدمی نے ٹوکری ہاتھ میں لی اور باغ میں داخل ہوا، اس نے دیکھا کہ پہلے حصے میں بہت اچھے پھل لگے ہوئے تھے دل میں آیا کہ یہاں سے پھل توڑلوں پھر سوچا کہ اگلے حصے میں دیکھ لیتا ہوں۔ جب اگلے حصے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں بہت اچھے پھل لگے ہوئے ہیں دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑلوں پھر سوچا کہ اگلے حصے میں جا کر توڑلوں گا ہوسکتا ہے کہ وہاں اور بہتر ہوں۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑلوں پھر سوچا کہ اگلے حصے میں سے جا کر توڑلوں گا ہوسکتا ہے کہ وہاں اور بہتر ہوں۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے دل میں خیال آیا یہاں سے پھل توڑ لوں پھر سوچنے لگا نہیں میں اپنی ٹوکری میں سب سے بہترین پھل لے کر جاؤں گا لہٰذا اس سے بھی اگلے حصے کو دیکھتا ہوں۔ جب اگلے حصے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس حصے کے درختوں پر پھل ہی نہیں لگے ہوئے تھے وہاں رونے کھڑا ہوگیا کہ اب میں واپس تو جاسکتا نہیں کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں پہلے حصوں میں سے پھل توڑ لیتا آج میری ٹوکری خالی تو نہ ہوتی۔ اے انسان! تیری زندگی کی مثال ایسے ہی ہے تیرا ہر دن تیرے لئے باغ کا حصہ ہے تو اس میں پھلوں کو توڑ سکتا ہے یعنی نیکی کما سکتا ہے، لیکن انسان یہی سوچتا ہے کہ میں آج نہیں کل نیکی کرلوں گا اور یہی آج کل کرتے کرتے بالآخر انسان کو موت آجاتی ہے، پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرے۔ **اذا جاء اجلهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون** موت آجاتی ہے تو نہ ایک لحہ آگے نہ ایک لحہ پیچھے ہوتی ہے۔ بس انسان کو اپنے وقت پر جانا ہوتا ہے۔ اگر پانی کا پیالہ ہاتھ میں ہو تو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ پانی کا پیالہ پی لے۔ حتیٰ کہ آدھا سانس اندر ہوتا ہے آدھا باہر ہوتا ہے اور وہیں اس کی روح کو قبض کرلیا جاتا ہے۔ (ج 1 ص 189)

# ایک عجیب مثال

ایک بزرگ جارہے تھے کچھ بچے آپس میں بحث کر رہے تھے۔ جب قریب سے گزرے تو وہ بچے کہنے لگے۔ باباجی ہم آپس میں کسی مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں۔ آپ ذرا فیصلہ کریں۔ اس نے کہا بیٹا کیا مسئلہ ہے۔ بچے نے کہا کہ ہم آپس میں بحث کر رہے ہیں کہ ایک آدمی بڑا نیک ہو، کبھی گناہ نہ کیا ہو، اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہے یا ایک آدمی بڑا ہی گنہگار رہا ہو اور سچی توبہ کر لے اس کے دل پر خاص نظر رہتی ہے۔ وہ بزرگ فرمانے لگے بیٹا میں عالم تو نہیں ہوں تاہم ایک بات میرے تجربے میں آئی ہے کہ میں کپڑا بنتا ہوں، کھڈی چلاتا ہوں، دھاگے ہوتے ہیں میرے تجربے میں بات آئی کہ جو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے میں اسے گرہ لگاتا ہوں اس کے بعد اس پر خاص نظر رکھتا ہوں کہ دوبارہ ٹوٹ نہ جائے ممکن ہے جو بندہ شیطان کے راستے کو چھوڑ کر سچی توبہ کر لے، اللہ سے اپنی گانٹھ باندھ لے ممکن ہے اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو کہ یہ بندہ دوبارہ ٹوٹ جائے۔ (ج 1 ص 220)

# قابل رشک واقعہ

میں نے اخبار میں سرگودھا کی ایک عورت کا انٹرویو پڑھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ دونوں اپنے اپنے وقت میں فوج کے جرنیل بنے۔ ان سے کسی نے انٹرویو لیا کہ تو خوش نصیب ماں ہے کہ جس کے دو بیٹے اور دونوں ایسے شیر بیٹے کہ اپنے اپنے وقت میں جرنیل بنے، تیری کون سی خاص بات ہے؟ تو نے ان کی تربیت کیسے کی؟ اس نے کہا تھا کہ میں عام سادہ سی مسلمان عورت ہوں مگر کسی بزرگ سے میں نے سنا تھا کہ جو عورت باوضو اپنے بچے کو دودھ پلائے گی اللہ بچے کو بخت لگائیں گے۔ میں نے دونوں بچوں کو الحمد للہ باوضو دودھ پلایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس عمل کے صدقے دنیا میں عزت و وقار عطا فرمایا ہو۔ (ج 1 ص 203)

# انسان کی تلاش

حضرت مولانا احمد علی ؒ لاہوری اپنے درس میں ایک عجیب بات فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ بازار میں گیا، ایک مجذوب باخدا سے میری ملاقات ہوئی۔ میں قریب ہوا، سلام کیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا احمد علی انسان کہاں بستے ہیں؟ میں نے بازار میں کھڑے لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا حضرت یہ سب انسان ہی تو ہیں۔ میری بات سن کر انہوں نے لوگوں پر ایک عجیب سی نظر ڈالی اور کہا اچھا یہ سب انسان ہیں۔ ان کی توجہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ میں نے دیکھا تو مجھے بازار میں کتے، بلے، خنزیر چلتے ہوئے نظر آئے۔ جب میری کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا وہ بزرگ جا چکے تھے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت فرماتے تھے کہ

مالک تو سب کا ایک ہے مالک کا کوئی ایک
ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

کوئی قسمت والا ہوتا ہے کوئی بخت والا ہوتا ہے جو سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا کرتا ہے۔ من کان للہ کان اللہ له جو اللہ رب العزت کا بن جاتا ہے پھر اللہ اس کے ہو جایا کرتے ہیں۔ (ج1 ص210)

# والدین کی قدر

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں، اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! اب ذرا سنبھل کر رہنا جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں وہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ اللہ اکبر۔ واقعی بات ایسی ہی ہے کہ ماں باپ کی دعائیں بچوں کے گرد پہرہ دیتی ہیں۔ (ج1 ص202)

# آنکھ کا پردہ عظیم نعمت

ہمارے ایک دوست عجیب واقعہ سنانے لگے ایک صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا اس کی آنکھ کے اوپر کا پردہ کٹ گیا۔ کہنے لگے ایک دو گھنٹے گزریں تو آنکھ پر مٹی جم جائے۔ عام آدمی محسوس نہیں کرسکتا کہ ہوا میں کتنے باریک باریک ذرات مٹی کی شکل میں ہوتے ہیں جو جمتے رہتے ہیں۔ اکثر آپ دیکھیں گے کہ اگر کوئی چیز رکھیں دوسرے دن اس پر مٹی نظر آئے گی۔

ہماری آنکھ کے اوپر اللہ نے پردہ بنا دیا یہ بند ہوتا ہے اور کھلتا ہے بند ہوتا ہے اور کھلتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا پانی اندر سے خارج ہوتا ہے تو پانی کے ساتھ جیسے کسی چیز کو جھاڑو لگاتے ہیں یہ اللہ نے جھاڑو کا انتظام کیا ہوا ہے۔ یہ بند ہوتا ہے کھلتا ہے جھاڑو چل رہا ہوتا ہے۔

جب اس کی آنکھ کے اوپر والا گوشت کا پردہ کٹ گیا تو آنکھ ہر وقت بالکل ننگی رہنے لگی۔ مصیبت یہ بنی کہ ہوا میں معلق ذرات کی وجہ سے آنکھ پر مٹی کی تہہ آجائے تو تھوڑی دیر کے بعد دھونا پڑے پھر مٹی جم جائے پھر دھونا پڑے، دن میں کوئی ۵۰ دفعہ دھونا پڑے۔ اب ایک دن میں پچاس دفعہ پانی ڈالا نہیں جاتا۔ لوگ عیادت کرنے آئے تو کہنے لگا کہ آنکھ کا چھوٹا سا پردہ تھا کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ انسان کے جسم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اس کو دیکھو اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

ہم میں سے کتنے ہیں جو رات کو سوتے وقت اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں۔ مانگتے تو ہم سب ہیں مگر اس کے دینے والے کا شکر ادا کرنے والے تھوڑے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ انسان کے دل میں غفلت ہوتی ہے، جب غفلت ہو انسان کا رویہ اور ہوتا ہے جب دل میں استحضار ہو، معرفت ہو پھر رویہ کچھ اور ہوتا ہے۔ (ج 1 ص 216)

# حالات کی قلابازیاں

ہمارے ایک دوست نے واقعہ سنایا کہ ایک آدمی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آیا۔ اس کے کئی رشتے دار تھے مگر ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس کا ماموں بھی آیا تھا۔ وہ بھی پریشانی کے عالم میں کہیں گم ہو گیا۔ ایک دوسرے کو نہ مل سکے۔ اس آدمی نے محنت کی اللہ نے اس کو خوب مال پیسے والا بنا دیا۔ کئی سال گزر چکے تھے اس نے سوچا میں اپنی کوٹھی بنالوں، اپنی کوٹھی بنانے لگ گیا۔ اسی دوران ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آیا کہنے لگا بیٹا میں قسمت کا مارا ہوں کوئی میرا رشتے دار عزیز نہیں ہے تیرے یہاں چوکیداری کروں گا تو مجھے کچھ کھانے پینے کیلئے دے دینا۔ غریب پروری بھی ہو گی اس نے سوچا چلو ٹھیک ہے دن رات یہیں پڑا رہے گا میرا فائدہ ہے۔ اس نے کہا بوڑھے میاں آپ ادھر بیٹھ جایا کرو۔ میں آپ کو اتنے پیسے دوں گا، وہ بوڑھا آدمی کام کرنے لگ گیا۔ اب وہ بوڑھا آدمی کبھی صحت، کبھی بیماری، کبھی تھکاوٹ، کبھی کچھ، کبھی کچھ، جب اسے کسی کام میں دیر ہو جائے تو نوجوان اس پر برسنے لگ جائے، کوسنے لگ جائے کہ ایسا ہے، تو ویسا ہے۔ وہ بوڑھا آدمی بیچارہ رو پڑے۔ یہ آدمی پھر کسی غلطی پر اس کو ڈانٹے تو وہ بوڑھا آدمی پھر رو پڑے۔ ایک دن اس نوجوان نے اتنی گالیاں دیں کہ وہ بوڑھا آدمی کہنے لگا کہ بیٹا رزق دینے والا تو اللہ ہے تیرا دل خوش نہیں تو میں کہیں اور چلا جاتا ہوں، قسمت نے مجھے ایسا بنا دیا ورنہ پیچھے سے تو میں اپنے رشتے داروں کے ساتھ آیا تھا معلوم نہیں وہ کہاں چلے گئے۔ جب اس نے یہ بات کی تو اس نوجوان نے پوچھا۔ بابا آپ کے رشتے دار تھے؟ بوڑھے نے کہانی سنا دی۔ اس کہانی کے سننے کے بعد اس آدمی کو پتہ چلا کہ یہ میرے وہی گمشدہ ماموں ہیں جن کی یاد میں میری امی تڑپتی رہی۔ اب پاؤں پکڑ لئے اور کہنے لگا کہ مجھے معاف کر دینا ماموں مجھے معاف کر دینا...... معاف کر دینا...... مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھ سے کوتاہی ہوئی۔ یہ ساری کوٹھی آپ کی ہے جہاں چاہیں تشریف لے

جائیں۔اس نے کہا ناں ناں بیٹا مجھے اوقات کا پتہ چل گیا نوجوان کو ایک چیز سے واقفیت نہیں تھی برتاؤ کچھ اور تھا جب اس کا احساس ہو گیا اب برتاؤ کچھ اور ہے، اب قدموں میں پڑ رہا ہے جسے پہلے ٹھوکریں لگا رہا تھا۔یہی انسان کا حال ہے کہ جب تک اسے اللہ رب العزت کی معرفت نصیب نہیں ہوتی جانوروں کی سی زندگی گزارتا ہے اور جب کسی اللہ والے کا ہاتھ لگ جاتا ہے اور دل ڈھل جاتا ہے پھر احساس ہوتا ہے پھر آنکھ کھلتی ہے کہ میں اب تک کیسی زندگی بسر کرتا رہا۔(ج1ص217)

## رشیا میں یہودی کی سازش کا واقعہ

فقیر ایک دفعہ روس میں سفر کر رہا تھا۔مولانا عبداللہ اور دوسرے حضرات رفقاء سفر تھے۔ٹرین میں سفر کر رہے تھے کہ ایک آدمی آیا۔فقیر سے بھی ملا اوروں سے بھی ملا۔داڑھی رکھی ہوئی پھر ساتھیوں سے باتیں کرنے لگا۔جب وہ چلا گیا تو فقیر نے ساتھیوں سے پوچھا۔کیا باتیں کر رہا تھا۔کہنے لگے کہ آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا کہ کون ہے؟ ہم نے کہا کہ عالم ہیں، پیر ہیں۔کہاں سے آئے ہیں؟ بتایا گیا کہ پاکستان سے تشریف لائے ہیں کہنے لگا آپ بھی رشین ہیں، میں بھی رشین ہوں۔آپ لوگ اس کو دھوکہ دو۔اس کو کہیں باہر باہر پھراتے رہو۔اس کا سارا پیسہ خرچ کروادو۔پھر یہ خود بخود یہاں سے چلا جائے گا۔ہمیں ان لوگوں سے کیا فائدہ ہے؟ اس کو یہیں سے ٹرخا دو تاکہ یہاں کوئی دین اسلام کا کام نہ کر سکے۔اس قسم کے ذاتی تجربات اور مشاہدات فقیر کو کئی مرتبہ ہوئے ہیں۔اب بات سمجھ میں آئی ہے کہ ان کے دلوں میں کیا غیض وغضب کی صورت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (تم مرجاؤ اپنے غصے میں)۔كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ط اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا اور قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَر زبان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اتنا کچھ اسلام کے خلاف چھپا ہوا ہوتا ہے۔

# حقیقی علم کیا ہے؟

ایک دفعہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب تشریف فرما تھے، طالب علم حاضر خدمت ہوئے حضرت نے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ علم کا کیا مفہوم ہے؟ کسی نے کہا پہچاننا، کسی طالب علم نے کہا جاننا۔ فرمانے لگے نہیں مجھے سمجھاؤ یہ کیا چیز ہے؟ طلباء اپنی باتیں کرتے رہے حضرت خاموش رہے۔ بالآخر ایک طالب علم نے کہا حضرت! آپ ہی بتا دیجئے کہ علم کا کیا مفہوم ہے۔ حضرتؒ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ علم وہ نور ہے جس کے حاصل ہو جانے کے بعد اس پر عمل کئے بغیر چین نہیں آتا۔ اگر عمل کئے بغیر چین آ گیا تو یہ نور نہیں بلکہ وبال ہے۔ (ج1ص225)

# اسلام دشمن قوتوں کی کارستانیاں

یہ فقیر فرانس گیا تو ایک دوست کہنے لگے کہ رمضان المبارک آیا۔ مجھے روزے رکھنے تھے تراویح پڑھنی تھی۔ میں نے اپنے پروفیسر سے کہا کہ مجھے چھٹی دے دو اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے اور وہاں سے میں روز نہیں آ سکتا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں یہیں جگہ بتا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ وہ مجھے یونیورسٹی میں ایک جگہ لے گئے جہاں پر گورے چٹے نوجوان لڑکے کالی داڑھیاں، عمامے باندھے ہوئے، جبے پہنے ہوئے، مسواک سے وضو کر رہے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں اور اذانیں دے رہے ہیں پورا مہینہ...... پھر اعتکاف بھی بیٹھتے۔ پھر صبح شام جیسے روزے کی سحری افطاری ہوتی ہے اس کے مطابق کر رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں عید پڑھ کر واپس آیا میں نے ٹیچر سے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے ایسے نیک لوگوں سے ملا دیا۔ میرا رمضان شریف تو بڑا اچھا گزرا۔ وہ مسکرا کے کہنے لگے کہ آپ کو پتہ ہے یہ سب یہودی تھے؟ میں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں ہے۔ کہنے لگا کہ انہوں

نے ایک پراجیکٹ (Projoect) شروع کیا ہے کہ اسلام میں مسلمانوں کو جیسے روزے رکھنے کیلئے کہا گیا ہے۔تم ہو بہو ایک مہینہ اس طرح رہ کر دیکھو کہ اس میں کیا اچھائیاں ہیں، کیا برائیاں ہیں۔ اچھائیاں ہوں گی ہم بن کہے قبول کرلیں گے۔ جو خامیاں ہوں گی اس کے خلاف پروپیگنڈا کریں گے۔

اب بتایئے! آج دنیا میں یہ کام ہو رہا ہے۔ ہمارے نوجوان بیرون ملک جن یونیورسٹیوں سے اسلامیات کی پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لیتے ہیں وہاں پر اسلامیات کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ یہودی ہوتے ہیں۔اب بتایئے دنیا میں اس وقت اسلام کے خلاف کیا کچھ ہورہا ہے۔ اللہ اکبر۔اس وقت ہمارے سب سے بڑے دشمن دنیا کے اندر یہودی ہیں جو بالواسطہ اسلام کو ہر وقت نقصان پہنچانے کیلئے کوششیں کررہے ہیں۔(ج1ص239)

## اسلام اور جدید ریسرچ

میری ایک دفعہ میٹنگ تھی جس میں امریکن کمپنی کے تین ڈائریکٹرز اور جنرل منیجر وغیرہ تھے۔ ہم ایک Table پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔فقیر نے دیکھا کہ وہ امریکن حضرات بھی ہاتھ سے کھانا کھا رہے ہیں۔ حالانکہ چھری کانٹے ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔فقیر بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے یہ چھری کانٹے استعمال نہیں کیے۔تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہاتھوں سے کھانا کھانا پسند ہے۔آج پہلی دفعہ چھٹی چھڑی والوں کو دیکھا کہ یہ چھری کانٹے کو چھوڑ کر اس طرح انگلیوں سے کھا رہے ہیں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو انہوں نے باقاعدہ ساری انگلیوں کو باری باری منہ میں لے کر صاف کیا۔فقیر نے ان سے سوال کیا؟Why you did this تو وہ کہنے لگے کہ یہ نئی تحقیق ہے کہ جب انسان انگلیوں سے کھانا کھاتا ہے تو ان کے مسام سے پلازما خارج ہوتا ہے جس کو مائیکروسکوپ کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔اور یہ پلازما کھانے کے ساتھ انسان کے منہ میں جاتا ہے اور ہاضمہ میں کام آتا ہے۔ کہنے لگے کہ اب ہم چھری کانٹوں کی بجائے انگلیوں سے کھانا پسند کرتے ہیں۔(ج1ص262)

# ایک سوال اوراس کا جواب

ایک آدمی نے سوال کیا اوراس نے بڑا Critical سوال کیا۔ وہ کیمونسٹ تھا کہنے لگا کہ آپ شیطان کو کیوں مانتے ہیں؟ (ج 1 ص 241)

اگر ہم سوچیں تو بظاہراس کا جواب ہمیں سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم شیطان کو کیوں مانتے ہیں؟ کیا ضرورت ہے شیطان کے ماننے کی۔ وہ کہتا تھا کہ اچھائی برائی ہم خود کرتے ہیں نام شیطان کا لگا دیتے ہیں۔ شیطان کو کیوں مانتے ہیں؟ فقیر نے اسے ایک بات سمجھائی کہ دیکھیں بھئی بالفرض میں چاند پر جاؤں اور چاند پر جا کر مجھے کہیں گلقند پڑی ہوئی نظر آ جائے۔ تو گلقند دیکھ کر میں ایک نتیجہ نکالوں گا کہ یہاں چاند کے اوپر کہیں نہ کہیں گل بھی ہے اور کہیں نہ کہیں قند بھی ہے اور وہ دونوں آپس میں ملے تو گلقند بن گئی۔ گلقند کا وجود گل کے وجود اور قند کے وجود کے اوپر ایک دلیل ہے۔ جہاں بھی مرکب موجود ہوتا ہے وہ عناصر کے موجود ہونے کی دلیل ہوتا ہے، عناصر ملے تو مرکب بنا۔ اسی طرح اگر پانی موجود ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں ہائیڈروجن اور آکسیجن موجود ہے۔ پانی کا موجود ہونا ہائیڈروجن اور آکسیجن کے وجود پر دلیل ہے۔ اسی طرح گلقند کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی چیز ہے جو سراسر گل ہے اور کہیں نہ کہیں کوئی چیز ہے جو سراسر قند ہے اور جب یہ دونوں چیزیں آپس میں ملیں تو گلقند بن گئی۔ کہنے لگا ہاں بات تو یہ صحیح ہے۔ فقیر نے کہا کہ اگر غور کریں تو انسان خیر اور شر کا مجموعہ ہے۔ انسان میں خیر کا مادہ بھی ہے اور شر کا مادہ بھی ہے، یہ خیر و شر کا مجموعہ ہے۔ اب یہ مجموعہ اس بات کی دلیل ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو سراسر خیر ہو اور کہیں نہ کہیں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو سراسر شر ہو۔ جو سراسر خیر ہے اس کو ہم فرشتے کہتے ہیں جو سراسر شر ہے اسے ہم شیطان کہتے ہیں اور جو دونوں کا مجموعہ ہے اسے انسان کہتے ہیں۔ (ج 1 ص 251)

# روزہ کی بَرکات

مجھے ایک صاحب ملے کہنے لگے میں روزے رکھتا ہوں۔ وہ امریکن تھے میں نے کہا وہ کیوں تم تو غیر مسلم ہو تم کیسے روزے رکھتے ہو؟ کہنے لگا کہ سال میں کچھ وقت انسان پر ایسا گزرنا چاہئے کہ وہ ڈائٹنگ کرے۔ جب ہم کچھ عرصہ کیلئے Digestive System کو فارغ رکھتے ہیں تو جسم کے اندر کچھ رطوبتیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ ختم ہو جاتی ہیں۔ بہت سی پیچیدہ قسم کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بھوکا رہنے سے Digestive System پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور بہتر طریقے سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ میں نے اور میری بیوی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم سال میں ایک مہینہ اسی طرح روزہ رکھ کر ڈائٹنگ کیا کریں گے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ سنت ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں وہ زیادہ روزے رکھیں یہ بھوکا رہنا انسان کے اندر ایک ڈسپلن اور صبر وضبط پیدا کرتا ہے۔ غیر شادی شدہ کو اس کی زیادہ تلقین کی گئی ہے تا کہ اس کی شہوانی قوت مناسب رہ سکے۔ آج کے غیر مسلم اس کے اندر مادی فائدہ دیکھ کر اس کو اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فقیر نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سو سے زیادہ ایسی مثالیں سنت میں دیکھی ہیں کہ جن کو ہو بہو سائنس کی دنیا تسلیم کرتی ہے۔ (ج 1 ص 253)

# قرآن کی حقانیت

فقیر نے ایک مرتبہ سویڈن کے ایک کالج میں اسلام کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے، جو آج تک اصلی حالت میں موجود ہے۔ ایک عیسائی لڑکی نے سوال کیا کہ کیا ہمارے پاس اصلی کتاب نہیں ہے؟ فقیر نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کس زبان میں نازل ہوئی؟ کہنے لگی،

سریانی زبان میں۔ میں نے پوچھا کہ آج کس زبان میں ہے؟ کہنے لگی، انگریزی زبان میں۔ فقیر نے کہا، معلوم ہوا کہ جس زبان میں نازل ہوئی تھی آج اس زبان میں انجیل آپ کے پاس موجود نہیں ہے۔ وہ لڑکی کہنے لگی، ہاں میں تسلیم کرتی ہوں کہ ہمارے پاس اس کا انگریزی ترجمہ (Translation) ہے۔ فقیر نے کہا کہ اس کو آپ خدا کا کلام (Words of God) نہیں کہہ سکتے۔ اس نے ساری کلاس کے سامنے تسلیم کیا کہ واقعی اصل انجیل اس وقت موجود نہیں ہے۔ (ج 2 ص 21)

## قرآن کے قدیم نسخہ کی زیارت

فقیر کو سمرقند جانے کا موقع نصیب ہوا تو وہاں کی لائبریری میں لوہے کی تختیوں پر لکھا ہوا قرآن پاک دیکھا۔ لائبریری کی انچارج عورت نے ایک دوسرا نسخہ دکھایا۔ کہنے لگی، یہ ایک نادر چیز ہے۔ جب فقیر نے دیکھا تو آپ یقین کیجئے کہ اس کے پتوں کی رگیں ابھی تک اس طرح صاف نظر آتی تھیں جیسے شیشم کے درخت کا پتہ سامنے رکھ لیں تو اس کے اندر رگیں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ فقیر نے ان کو ہاتھ لگا کر دیکھا، وہ درخت کے پتے تھے مگر انہیں کتابی شکل میں بند کیا گیا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ کب لکھا گیا تھا تاہم یہ یقینی طور پر کاغذ کی ایجاد سے پہلے کی بات ہوگی۔ سبحان اللہ آج تک پتوں پر لکھا ہوا قرآن پاک محفوظ ہے۔ (ج 2 ص 23)

## سنہرا اسلامی دور

مجھے ایک خط کے بارے میں بتایا گیا جو ایک Musium (عجائب گھر) میں Preserve (محفوظ) کیا ہوا ہے۔ یہ لیٹر اس وقت کا ہے جب قرطبہ، سپین، اندلس اور بغداد میں مسلمانوں کی بہت بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہوتی تھیں۔ اس دور میں برطانیہ کے بادشاہ نے مسلمان بادشاہ کو خط لکھا کہ آپ کے ملک میں عورتوں کی تعلیم کے بہت اچھے اچھے ادارے ہیں، میں بھی اپنی بہن کو اس Institute (ادارہ) میں داخل کروانا چاہتا ہوں، آپ برائے مہربانی اسے داخلہ دے دیجئے۔ (ج 2 ص 57)

# مسلمانوں کا تابناک ماضی

اس عاجز کو سمرقند جانے کا موقع ملا۔ وہاں پرانہوں نے ایک Spacte Laboratory (خلائی تجربہ گاہ) بنائی ہوئی ہے، وہ لیبارٹری ایک مسلمان سائنسدان نے بنائی تھی۔ جب رشیا نے سب سے پہلا خلائی سیارہ بھیجا تواس کی Documentary (سائنسی فلم) نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ہمیں یہ تمام معلومات اس لیبارٹری سے ملی تھیں جو ایک مسلمان سائنسدان مرزا الغ بیگ نے قائم کی تھی۔ مرزا الغ بیگ محلات میں رہنے والا شہزادہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر تحقیق کا ایسا مادہ رکھ دیا تھا کہ اس کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر روس نے دنیا میں سب سے پہلا سیارہ بھیجا۔ (ج2 ص56)

# رزق میں برکت کا نسخہ

فرمایا میں نے ایک نوجوان جنرل منیجر کو دیکھا جو 70 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لیتا تھا۔ وہ اپنا حال سناتے ہوئے رو پڑا۔ کہنے لگا جی کیا کروں، میرے خرچے پورے نہیں ہوتے۔ میں نے کہا آپ رو نہیں رہے ہیں بلکہ آپ کو رلایا جارہا ہے۔ آپ کے اخراجات اس لئے پورے نہیں ہوتے کہ آپ کے مال میں برکت نہیں۔ آپ کی آمدنی 70 ہزار ماہانہ ہے مگر اللہ نے آپ کی ضروریات 70 ہزار سے بڑھادی ہیں۔ اگر آپ تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی نہیں اپنائیں گے تو پھر ایڑی چوٹی کا زور لگالیں آپ کی ضرورتیں پوری نہیں ہوں گی۔ یادرکھیں تقویٰ رزق کو اس طرح کھینچتا ہے جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں تو پھر ضروریات کو سکیڑ دیتے ہیں۔ پھر آمدنی اگر 2 ہزار بھی ہوگی تو ضروریات پوری ہوجائیں گی اور اللہ رب العزت سکون بھی عطا فرمائیں گے۔ (ج2 ص74)

# رزق کا عالمگیر نظام

ہمارے ایک دوست سیر کیلئے سوات تشریف لے گئے۔ بیوی بچے بھی ساتھ تھے۔ایک پہاڑ پر انہوں نے ایک خوبصورت اور گول شکل کا چمکدار پتھر دیکھا۔انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو بہت ہی شفاف اور ملائم تھا۔رنگ بھی خوبصورت تھا۔بچوں نے اصرار کیا کہ وہ پتھر گھر لے چلیں۔والد نے بھی سوچا چلو ڈیکوریشن کے کام آئے گا۔ سفر کی یادگار سہی۔ لے ہی چلتے ہیں۔چنانچہ انہوں نے وہ پتھر لا کر گھر میں سجا دیا۔دو سال بعد وہی صاحب ایک دن اس پتھر کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے۔ یا اللہ! تو نے یہ کیسا خوبصورت پتھر بنا دیا ہے۔اس دوران میں وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ نیچے فرش پر گرتے ہی ٹوٹ گیا۔ایک لمحہ کیلئے انہیں افسوس تو ہوا مگر ساتھ ہی یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پتھر کے عین درمیان میں ایک سوراخ تھا جس میں سے ایک کیڑا نکلا اور چلنے لگا۔اب بتائیں کہ بند پتھروں میں کیڑوں کو کون روزی دیتا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ دیتا ہے پس سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(ج2ص82)

# صدق وہمت کی داستان

میں آپ کو ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے ساری بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔ ہمارے ایک دوست وکالت کا کام کرتے تھے وکالت ایک ایسا پیشہ ہے کہ جس میں عموماً دنیا جہان کے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ایک شاعر نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

پیدا ہوئے وکیل تو شیطان نے کہا　　　لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہو گئے

مگر یقین کیجئے کہ انہوں نے وکالت کا کام بھی جاری رکھا اور اپنی زندگی کا رخ بھی بدل لیا۔ان کی بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی۔ جب وکیل صاحب کی اہل اللہ سے نسبت ہوئی تو اللہ نے دل کی حالت بدل دی۔ کہنے لگے میں نے آج کے بعد جھوٹ نہیں بولنا۔ میرا اللہ مجھے سچ بولنے پر ہی روزی دے گا۔لوگوں نے کہا، آپ کا دماغ ٹھیک

تو ہے؟ سچ بولنے سے وکالت نہیں چلے گی۔ انہوں نے کہا چلے گی یا نہیں چلے گی مگر سچ ضرور چلے گا۔ اب تو میں نے دل میں فیصلہ کرلیا ہے۔ چنانچہ وکیل ایک دن دفتر آئے اور کہنے لگے، میں نے آج صرف وہ مقدمے لینے ہیں جو سچے ہوں گے۔ لوگوں سے کہہ دیا کہ اگر آپ جھوٹے ہو تو مجھے ابھی بتا دیں وگرنہ سماعت کے دوران اگر مجھے پتہ چل گیا تو میں آپ کی مخالفت کروں گا۔ اگر سچ ہوگا تو ڈٹ کر آپ کی حمایت کروں گا۔ لوگوں نے کہا اللہ کی پناہ! چنانچہ سب کے سب دوسرے وکلاء کے پاس چلے گئے۔ وکیل صاحب کا دفتر خالی۔ سارا دن کوئی کام نہیں آرہا۔ اسی حالت میں کئی مہینے گزر گئے۔ لوگوں میں چرچا ہونے لگ گیا۔ کسی نے مجنون کہا، کسی نے پاگل کہا، کسی نے بیوقوف کہا۔ کسی نے کہا مولویوں نے اس کی مت ماردی ہے، اچھا خاصا وکیل تھا انہوں نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ اللہ کا بندہ پکا سچا تھا۔ کہتا تھا کہ مجھے جھوٹ بول کر روزی نہیں لینی۔ اللہ کی ذات مجھے سچ بولنے پر ہی روزی دے گی۔ ایک سال گزر گیا مگر کوئی کام نہ آیا۔ چونکہ بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی اس کی تنخواہ سے گھر کا خرچہ چلتا رہا۔ بیوی بہت سمجھ دار تھی۔ ایک دن وکیل صاحب سے کہنے لگی، جب آپ جھوٹ بولنا چھوڑ چکے ہیں تو آپ وکالت کو خیر باد کہیں اور تجارت کا پیشہ اختیار کرلیں۔ آپ سچ ہی بولیں، اللہ اسی میں برکت دے گا۔ وکیل صاحب نے کہا نہیں، بولنا بھی سچ ہے اور کرنی بھی وکالت ہے۔ بیوی نے کہا، اچھی بات ہے۔ میری دعائیں اور میرا تعاون آپ کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے۔ وکیل صاحب ایک سال تک گھر سے دفتر آتے اور سارا دن پنکھے کے نیچے بیٹھ کر اخبار پڑھتے اور گھر واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ ججوں کے سامنے تذکرہ ہوگیا کہ فلاں وکیل جھوٹے مقدمے نہیں لیتا۔ غربت برداشت کررہا ہے اور کہتا ہے کہ مرجاؤں گا مگر سچ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سب جج صاحبان اس بات سے بڑے متاثر ہوئے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ان کی عزت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ وہ

کہنے لگے کہ ایک سال امتحان کا تھا۔ دوسرا سال شروع ہوا تو تبلیغی جماعت والے، تصوف وسلوک والے، مدرسوں والے لوگوں نے سوچا کہ یار فلاں وکیل سچے مقدمے لیتا ہے۔ ہمارے مقدمے سچے ہیں، پیسہ ہمارے پلے نہیں، تھوڑا بہت دے دیں گے، ان کا بھی گزارا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ آنا شروع ہو گئے۔ جو بھی آتا سچا مقدمہ لے کر آتا۔ وکیل صاحب مقدمہ لے کر عدالت میں جاتے اور ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا۔

دوسرا مقدمہ آیا، ان کے حق میں فیصلہ ہوا۔

تیسرا مقدمہ آیا ان کے حق میں فیصلہ ہوا۔ چند دن گزرے تو جج صاحبان آپس میں ملے اور کہنے لگے کہ یہ وکیل جو بھی مقدمے لاتا ہے وہ سچے ہوتے ہیں اس لئے اب اس سے زیادہ سوال ہی نہ کیا کرو۔ چنانچہ وکیل صاحب مقدمہ لے کر جاتے تو چند منٹ کے اندر اندر ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا۔ بڑے بڑے امیروں نے سوچا کہ ہمارے مقدمے سچے ہی ہیں تو پھر کیوں نہ ہم مقدمہ اسی کو دیں۔ جب وہ آنا شروع ہوئے تو پیسے زیادہ ملنے لگے۔ جب وکیل صاحب جھوٹ سچ بولتے تھے تو ایک مہینہ کا بیس ہزار روپیہ کماتے تھے اور جب سچ بولنا شروع کیا تو ایک ماہ میں چالیس ہزار کمانے لگے۔

سچ بولنے پر اللہ نے دوگنا رزق دے دیا۔ ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ چند وکیلوں کا جج بننے کیلئے امتحان ہوا تو ہمارے اس دوست وکیل کو کامیابی ہوئی اور وہ جج بن گئے۔ ایک وقت تھا کہ وہی آدمی ایک وکیل کی جگہ کھڑے ہو کر جھوٹ بولتا تھا۔ جب سچ بولنا شروع کیا تو اللہ نے اس کو عدالت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ پہلے وہ کھڑا سر سر کہہ رہا ہوتا تھا، اب اللہ نے عدالت کی Chair (کرسی) پر بٹھا دیا۔ اب وہاں پر بیٹھ کر Order (حکم نامے) جاری کرتا ہے۔ میرے دوستو! یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو سچ بولے گا، اللہ اسے فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دے گا۔ (ج2 ص83)

# ایک فقیر کا عجیب واقعہ

جامع مسجد دہلی کے دروازے پر ایک معذور آدمی بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا۔ ایک انگریز وہاں مسجد کو دیکھنے کیلئے آیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ جامع مسجد کو انگریز دیکھنے کیلئے آتے جاتے ہیں۔ وہ انگریز بڑا عہدہ رکھتا تھا۔ جب وہ اس فقیر کے پاس سے گزرا تو اس نے سلوٹ مارا تا کہ کچھ دے جائے۔ چنانچہ اس انگریز نے اسے کچھ پیسے دے دیئے۔ انگریز باہر کھڑے ہو جاتے ہیں جوتوں کی جگہ پر، اندر داخل نہیں ہوتے۔ مسجد کے نقش ونگار اور عظمت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ کے گھر کے سامنے ہی انہیں سکون مل جاتا ہے۔ وہ انگریز مسجد کو دیکھ کر چلا گیا۔ گھر جا کر اسے معلوم ہوا کہ جس بٹوے سے پیسے نکال کر دیئے تھے وہ بٹوا جیب میں نہیں ہے۔ پیسے بھی کافی تھے اور پتہ بھی نہیں کہ کہاں گرے ہوں گے۔ خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

ایک ہفتہ بعد پھر اسے چھٹی ہوئی۔ اس کی بیوی نے کہا کہ تم مسجد دیکھ آئے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ چنانچہ چھٹی والے دن وہ اپنی بیوی کو لے کر پھر مسجد دیکھنے کیلئے آیا۔ جب وہ انگریز اس معذور فقیر کے پاس سے گزرنے لگا تو وہ فقیر فوراً کھڑا ہو گیا اور اس سے کہا، آپ پچھلی دفعہ آئے تھے، مجھے پیسے دیئے تھے اس کے بعد آپ بٹوا جیب میں ڈالنے لگے، تھوڑی دور آگے جا کر بٹوا گر گیا اور میں نے اٹھالیا، یہ بٹوا میرے پاس آپ کی امانت ہے، یہ میں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ انگریز نے بٹوے کو کھول کر دیکھا تو پیسے بالکل پورے تھے۔ حیران ہو کر وہ سوچنے لگا کہ بٹوا تو دے دیتا مگر اس کے اندر کی کچھ رقم نکال سکتا تھا، مجھے امید تو یہی تھی، یہ کیا ہوا کہ سارے کے سارے پیسے مجھے من وعن واپس کر دیئے۔ اس نے اس فقیر سے پوچھا، آخر کیا بات ہے کہ تم نے کچھ بھی پیسے اپنے پاس نہ رکھے؟ وہ معذور فقیر کہنے لگا، بات یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر آدمی اپنے نبی کے پیچھے ہوگا، جماعتوں کی صورت میں انبیاء کرام علیہم السلام

کے پیچھے چل رہے ہوں گے۔ جب میں نے بٹوا اٹھایا تو میرا جی تو چاہتا تھا کہ میں اسے لے لوں مگر پھر مجھے خیال آیا کہ ہر کام اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اگر میں یہ پیسے رکھ لوں گا اور کل قیامت کے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوں گا اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہوں گے، اس وقت ایسا نہ ہو کہ آپ کے نبی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلہ دیں کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کے پیسے لے لئے تھے۔ یہ سوچ کر میں نے اس میں کوئی خیانت نہ کی۔ اور آپ کے پیسے میں نے آپ کو لوٹا دیئے ہیں۔ کاش! ہمیں دہلی کے اس معذور فقیر جیسی محبت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جاتی۔ (ج 2 ص 112)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے　　　دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

## عشق و محبت کی کارفرمائی

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سائیں فتح علی کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سراج الدینؒ کی خانقاہ میں ایک آدمی تھا جس کا نام تھا ''پھتو''۔ ان پڑھ جاہل تھا۔ قرآن پاک بھی پڑھنا نہیں آتا تھا مگر حضرتؒ کے ساتھ جب بیعت کی تو گویا بک گیا۔ اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کر دیا۔ یہ سب سے مشکل کام ہے۔ حضرتؒ کی خدمت میں رہنے لگ گیا۔ حضرتؒ کو وہاں پر کئی ایکڑ زمین ملی ہوئی تھی۔ پہاڑی پانی پوری زمین پر پھیل جاتا تھا جس سے وہ زمین قابل کاشت نہیں بن سکتی تھی۔ پھتو کہنے لگا، حضرت! اگر پہاڑ کو فلاں جگہ سے کاٹ دیا جائے تو یہ پانی رخ بدل لے گا اور آپ کی زمین کارآمد بن جائے گی۔ حضرتؒ نے فرمایا، ہے تو مشکل کام۔ کہنے لگا، حضرت! بس اجازت دے دیجئے۔ حضرتؒ نے جب پھتو کی طلب سچی دیکھی تو اجازت دے دی۔ چنانچہ پھتو نے کدال ہاتھ میں لیا اور وہاں جا کر چٹانوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ لوگ آ کر پوچھتے پھتو کیا کر رہے ہو وہ کہتا پہاڑ کاٹ کر دریا موڑنا چاہتا

ہوں لوگ ہنس کے چل دیتے اور کہتے کہ لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ بیوقوف مر گئے ہیں دیکھو وہ سامنے موجود ہے۔ پھتو کسی کی بات پر کان نہ دھرتا۔ بس اپنے کام میں لگا رہتا۔ میرے دوستو! پہاڑوں کو توڑنا آسان نہیں ہوتا، دریاؤں کا رخ موڑنا آسان نہیں ہوتا مگر جب عشق کا جذبہ ساتھ شامل ہوتا ہے تو پھر پہاڑ بھی موم بن جایا کرتے ہیں۔ پھر اللہ رب العزت راستے نکال دیا کرتے ہیں۔

ہر ضرب تیشہ ساغر کیف وصال دوست

(تیشے کی ہر ضرب ایسی ہوتی ہے جیسا کہ وہ دوست کے وصل کا جام پی رہا ہو)۔

وہ تیشے مار رہا تھا اور محبت کی لذتیں اٹھا رہا تھا۔ ایک وقت آیا کہ پہاڑ کا حصہ کٹ گیا۔ دریا کا رخ بدلا اور حضرتؒ کی زمین قابل کاشت بن گئی۔ حضرت مرشد عالمؒ اس عاجز کو اس جگہ پر لے گئے اور اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جس جگہ کو پھتو نے عشق کے تیشے سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ فقیر نے وہاں عشق کو بازی جیتتے دیکھا، عشق کو وہاں سرخرو ہوتے دیکھا۔ فقیر نے کہا، پھتو! میں تیرے عشق کو سلام کرتا ہوں، میں تیری عظمتوں کو سلام کرتا ہوں، میں تیرے دل کی اس کیفیت کو سلام کرتا ہوں جس میں سرمست ہو کر تو نے تاریخ میں ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد حضرتؒ نے مکانات بنوانے تھے کیونکہ خانقاہ پر مہمانوں کی آمد و رفت زیادہ تھی اور رہائش کا انتظام کم تھا۔ چنانچہ مستری کام پر لگا دیئے گئے۔ مستری تو دوپہر کے وقت آرام کرتے مگر پھتو سوچتا کہ مستری اٹھیں گے اور میں اس وقت گارا بناؤں گا تو اس سے تو وقت ضائع ہو جائے گا۔ مستری تو بیٹھے رہیں گے انتظار میں اور کام بھی میرے حضرت کا ہے۔ چنانچہ جب مستری سو جاتے، تو اس وقت پھتو گارا بنایا کرتا تھا اور کسی کو پتہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جی ہاں، محبت اظہار تو نہیں چاہتی، محبت تو اخفا چاہتی ہے۔

وہ جن کا عشق صادق ہو وہ کب فریاد کرتے ہیں لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

چنانچہ پھتو اسی طرح روزانہ گارا بناتا رہا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ ایک دن دوپہر

کے وقت اٹھے، بالکونی سے باہر دیکھا، دھوپ کی وجہ سے سب لوگ سوئے ہوئے ہیں اور اکیلا عاشق گارا بنا رہا ہے۔ پسینے میں شرابور مگر عشق و محبت کے ساتھ وہ اپنی کسی چلا رہا ہے۔ حضرتؒ نے جب دیکھا تو آپ کو طلب صادق نظر آئی۔ چنانچہ ایک آدمی کو بھیجا کہ پھتو کو بلا کر لاؤ۔ اس آدمی نے جب جا کر کہا تو پھتو ڈر گیا کہ شاید مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ کہنے لگا، اچھا میں ابھی ذرا بدن دھولوں اور کپڑے پہن لوں پھر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ حضرتؒ کو پتہ چلا تو فرمایا، نہیں، اسے کہو کہ اسی حالت میں میرے پاس آئے۔ چنانچہ پھتو اسی حالت میں آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اسی وقت سینے سے لگایا اور نسبت کو القا فرمادیا۔

اب پھتو رونے بیٹھ گیا۔ کہنے لگا، حضرت! میں تو جاہل مطلق ہوں، مجھے بالکل کچھ نہیں آتا، قرآن بھی پڑھا ہوا نہیں ہوں اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تجھے خلافت دے دی مگر میں تو اس کا مستحق نہیں ہوں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا، نعمت دینا اللہ کا کام۔ اس نے دل میں ڈالا اس لئے ہم اب اسے روک نہیں سکتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ برتن صاف ہے لہٰذا ہم نے نعمت برتن میں ڈال دی۔ اب اللہ تعالیٰ خود مہربانی فرمائے گا۔

خیر پھتو کو نسبت ملی تو نسبت نے اپنے پھل پھول نکالنے شروع کر دیئے۔ اس نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ اور وقت گزرا تو سائیں فتح علی بن گیا، حتیٰ کہ بڑے بڑے علماء اس سے بیعت ہونے لگ گئے۔ حضرت مرشد عالمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حج کیا۔ اسی دوران میں سائیں فتح علی بھی مکہ مکرمہ میں تھا۔ ایک جگہ علماء کا مجمع تھا، میں نے دیکھا کہ علماء تو زمین پر چٹائیاں بچھا کر سوئے ہوئے ہیں جبکہ ان کے درمیان میں سائیں فتح علی کیلئے چارپائی بچھائی گئی ہے۔ یہ نعمت ایسی چیز ہے کہ یہ پھتو کو سائیں فتح علی بنا دیا کرتی ہے۔ (ج2ص129)

# وقت کی قدر

اٹلی کا ایک ڈاکٹر بڑا محنتی آدمی تھا۔ وہ عربی جانتا تھا اور اس نے عرب حکماء کی عربی کتابوں کا ترجمہ اطالوی زبان میں کیا۔ اسے اس کام میں دو سال لگے۔ اس کے بعد وہ بیمار ہوگیا۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ کینسر کا مرض ہے اور یہ بھی بتایا کہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک یہ زندہ رہے گا۔ دو سال کے بعد اس کی Death (موت) متوقع ہے۔ اب وہ بستر پر آرام کی حالت میں تھا۔ اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! میں عرب حکماء کی باقی کتابوں کا ترجمہ بھی اپنی اطالوی زبان میں کردوں تاکہ مخلوق کا فائدہ ہو۔ چنانچہ اس نے Decide (فیصلہ) کرلیا کہ ترجمہ کرنا ہے۔ اس نے لائبریری میں سے عرب حکماء کی بہت سی کتابیں منگوالیں جو کہ طب و حکمت سے متعلق تھیں۔ جب ان کی Sorting (چھان بین) کی کہ کونسی کتابیں اہم ہیں جن کا ترجمہ ہونا چاہئے تو وہ کتابیں اس نے الگ کرلیں اور انہیں گنا تو وہ اسی (80) کتابیں تھیں۔ اب وہ ترجمہ کرنے کیلئے ذہنی طور پر تیار ہوگیا۔ حالانکہ وہ بیمار تھا، کینسر کا شدید مریض تھا، اس سے بڑھ کر یہ کہ اسے موت سر پر منڈلاتی نظر آرہی تھی لیکن اس سب کے باوجود وہ اس عظیم مہم کیلئے بالکل تیار ہوگیا۔ اس نے ترجمہ کرنا شروع کردیا۔ اسے ہر دن وقت کے کم ہونے کا احساس بھی دامن گیر تھا لیکن وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس نے پورے دو سالوں کے اندر 80 کتابوں کا ترجمہ اطالوی زبان میں مکمل کرلیا۔ (ج2ص146)

# ذہنی تربیت ضروری ہے

میرے پاس ایک خاتون آئی جو کافی پڑھی لکھی لگتی تھی۔ شاید ایم اے کیا ہوا تھا۔ اس نے پردہ کے پیچھے بیٹھ کر بات کی۔ اپنی ساس کے بڑے گلے شکوے کئے کہ ناک میں دم کر رکھا ہے، بات بات پر نوک جھونک کرتی ہے۔ غرض اس نے ساس کا خوب رونا رویا۔

تقریباً آدھا گھنٹہ ساس کے شکوے کرتی رہی۔ اور اس دوران وہ رو پڑی۔ لیکن ساتھ ہی بتایا کہ خاوند میرے ساتھ بہت اچھا ہے، بہت پیار سلوک رکھنے والا ہے۔ اس کے خاوند کی ایک فیکٹری ہے، بڑا کھاتا پیتا گھرانہ ہے، کار کوٹھی اس کے پاس ہے لیکن ساس کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ جب اس نے بتایا کہ خاونداس کے ساتھ بہت اچھا ہے، اس سے اسے کوئی شکوہ نہیں تو میں نے اس سے ایک سوال کیا، کیا آپ کو خاوند اور گھر اچھا لگا؟ کہنے لگی، جی ہاں۔ میں نے پوچھا کہ آپ اس گھر میں کیسے آئیں؟ کہنے لگی، وہ تو میری ساس میرے گھر آئی، مجھے دیکھا اور پسند کیا، اور مجھے بیاہ کر لے آئی۔ اس پر میں نے کہا کہ اس نے تو آپ پر احسان کیا کہ اتنے اچھے گھر میں آپ کو لے آئی جس میں آپ کو خاوند بھی اچھا ملا۔ اس بڑے احسان پر تو آپ کو عمر بھر اپنی ساس کا شکر گزار رہنا چاہئے تھا، لیکن یہ شکوے کیسے؟ میں نے کہا اب بتائیں کہ اتنے بڑے احسان کے مقابلہ میں تمہاری یہ باتیں کیسی ہیں؟ کہنے لگی، آپ نے تو میرا مسئلہ حل کر دیا۔ اس احسان کے مقابلے میں تو یہ باتیں واقعی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ (ج2ص139)

## دین سے دوری ایک قومی المیہ

ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب کے والد کا انتقال ہوا تو انہوں نے ایک عالم دین سے کہا کہ آپ نے جنازہ پڑھانا ہے۔ جنازے کے بعد اس پی ایچ ڈی ڈاکٹر نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اسے تسلی دی کہ اس طرح کا صدمہ ہر آدمی کو پیش آتا ہے اس لئے آپ کو بھی صبر کرنا چاہئے۔ مگر وہ مسلسل روتا رہا۔ بالآخر عالم دین نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اتنا رو رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں اس بات پر نہیں رو رہا کہ والد فوت ہو گئے، ہر ایک کو دنیا سے جانا ہے۔ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میرے اس والد نے مجھے اتنی دنیاوی تعلیم دلوائی کہ میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر بن گیا مگر مجھے دین سے اتنا بے بہرہ رکھا میرے والد کی میت میرے سامنے پڑی تھی اور مجھے نماز جنازہ بھی نہیں آتی تھی۔ (ج3ص174)

# مثبت سوچ کے عمدہ نتائج

مائیک ٹائی سن دنیا کا بڑا باکسر تھا۔ کسی مقدمہ میں ملوث ہونے کی وجہ سے جیل میں بند رہا۔ جیل میں اسے باقاعدہ (Practice) (ورزش) کرنے کا موقع نہ ملا لیکن پھر بھی کسی نہ کسی درجہ میں وہ پریکٹس کرتا رہا اور اپنے آپ کو فٹ رکھا۔ اسی دوران اس نے اسلام قبول کرلیا تو اس کا نیا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔ جب وہ جیل سے باہر آیا تو اسے چمپئن باکسر نے چیلنج کیا۔ اس نے قبول کرلیا۔ مقابلہ سے پہلے دونوں کا انٹرویو اخبار میں شائع ہوا۔ اس عاجز نے بیرون ملک میں ان کا انٹرویو خود پڑھا ہے۔ مخالف باکسر نے لمبا چوڑا انٹرویو دیا کہ میں اس کی ناک توڑ دوں گا، بازو توڑ دوں گا اور اتنا ماروں گا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ اور جب انہوں نے مائیک ٹائی سن (عبدالعزیز) سے انٹرویو لیا تو اس نے ایک ہی بات کہی کہ "یہ تو پوچہ ہے"۔ بس اس نے ایک ہی جواب دیا اور اپنے ذہن کو tension (تناؤ) سے فارغ رکھا اور ایسے ہی ہوا کہ ٹائی سن نے اپنے حریف کو دو تین منٹ میں شکست دے دی۔ (ج2ص144)

# اکابر برصغیر کی قربانیاں

مسلمانوں نے جس طرح برصغیر میں غلامی کے دوسال گزارے، اگر معاملہ ہم جیسے عوام الناس پر موقوف ہوتا تو معلوم نہیں کہ دین آج کس شکل میں ہوتا، اس دین میں پتہ نہیں کتنے "دین الٰہی" پیدا ہو چکے ہوتے۔ آج کل کے نوجوان فرنگی لباس پینٹ کوٹ کے دلدادہ اور دفتروں کے بڑے رسیا بنے ہوئے ہیں۔

انہوں نے دین کہاں سیکھا بھلا جاجا کے مکتب میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

اس لئے اگر یہ بوجھ ہمارے کندھوں پر ہوتا تو آج ہم انگریز کی تہذیب کو سنت بنا کر آنے والی نسل کو پیش کررہے ہوتے۔ (ج4ص141)

# بڑوں کی بڑی باتیں

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا شخص آیا اور کہنے لگا۔ واؤ او واوین؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: " واوین "۔ وہ " لا و لا " کہہ کر چلا گیا۔ شرکاء مجلس کے پلے کچھ نہ پڑا حالانکہ ان کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان میں امام ابو یوسفؒ جیسے کثیر الحدیث محدث بھی تھے، قاسم بن معنؒ اور محمد بن حسنؒ جیسے عربی ادب کے ماہر تھے، امام زفرؒ، عافیہ بن یزیدؒ، جیسے قیاس اور استحسان کے بادشاہ تھے اور امام داؤ دطائیؒ جیسے زہد وتقویٰ کے پہاڑ تھے مگر اشاروں کی یہ بات ان کی سمجھ میں بھی نہ آئی۔ بالآخر امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ اس بوڑھے نے کیا پوچھا تھا؟ آپؒ نے فرمایا! اس نے التحیات کے بارے میں سوال کیا تھا کہ "التحیات للہ والصلوت والطیبات" میں دو واؤ ہیں، وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ میں دو واؤ والا التحیات پڑھوں یا ایک واؤ والا۔ تو میں نے کہا "واوین" یعنی دو واؤ والا۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ واقعی آپ کا علم شجرہ طیبہ کی طرح ہے "اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ" پھر کہنے لگا "لَّا شَرۡقِیَّةٍ وَّلَا غَرۡبِیَّةٍ " اور لا و لا کہہ کر اشارہ کر دیا کہ آپ کے علم کی مثال نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں ہے۔ (ج4 ص 21)

## ہمارے اکابر اور ہم

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کا یہ حال تھا کہ جب کبھی اخراجات کرتے کرتے پیسے کم ہو جاتے تو جو رہ جاتے تھے ان کو بھی جلدی سے صدقہ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب جیب خالی ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خود جیب کو بھر دیتے ہیں۔ اور ہماری یہ حالت ہے کہ جو بچ جائے اس کو ہم سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دل پیسوں سے لگا ہوا ہے۔ (ج4 ص215)

# امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فراست کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حاسدین نے امام ابو حنیفہؒ کی ذلت و رسوائی ( Public In sult) کا پروگرام بنایا کیونکہ آخری وار یہی ہوتا ہے۔ یہی کام منافقین نے کیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہؓ پر بہتان باندھا تھا۔ اسی طرح قارون نے بھی حضرت موسیٰؑ کے لئے اسی قسم کا حیلہ کیا تھا کہ ایک عورت کو آمادہ کیا کہ جب حضرت موسیٰؑ بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوں تو مجمع میں کہہ دینا کہ انہوں نے مجھ سے گناہ کا مطالبہ کیا تھا۔ بے عزتی ہو جائے گی تو مجھے زکوٰۃ نہیں دینی پڑے گی۔ تاریخ میں اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔ چنانچہ حاسدین نے سوچا کہ امام ابو حنیفہؒ کے دامن پر ایسا دھبہ لگا دیا جائے کہ لوگ بدظن ہو جائیں۔ لہٰذا انہوں نے ایک جواں عمر بیوہ عورت سے رابطہ کیا کہ کسی حیلہ سے امام صاحب کو اپنے گھر بلا، ہم تمہیں اس کے بدلے میں بھاری رقم ادا کریں گے۔ عورت بیچاری پھسلتی بھی جلدی ہے اور پھسلاتی بھی جلدی ہے۔ وہ جھانسے میں آ گئی۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ جب رات کو گھر جاتے وقت اس عورت کے گھر کے سامنے سے گزرے تو عورت باپردہ ہو کر نکلی اور کہنے لگی، امام ابو حنیفہؒ! میرا خاوند فوت ہو رہا ہے وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے اور وہ وصیت میری سمجھ میں نہیں آ رہی خدا کے لئے آپ وہ سن لیں۔ آپ گھر میں داخل ہوئے، عورت نے دروازہ بند کر دیا کمروں میں چھپے ہوئے حاسدین باہر آ گئے اور کہنے لگے ابو حنیفہؒ آپ رات کے وقت ایک علیحدہ مکان میں اکیلی نوجوان عورت کے پاس برے ارادے سے آئے ہیں۔

چنانچہ اس عورت کو اور امام اعظمؒ کو لوگوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ حاکم وقت تک بات پہنچی تو اس نے کہا انہیں فی الحال حوالات میں بند کر دیا جائے۔ میں صبح کے وقت کارروائی مکمل کروں گا۔ امام اعظمؒ اور اس عورت کو ایک تاریک کوٹھڑی

میں بند کر دیا گیا۔ امام اعظمؒ باوضو تھے لہٰذا وہ نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ جب کافی دیر گزر گئی تو اس عورت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں نے اتنے پاکدامن شخص پر بہتان لگایا ہے۔ جب امام اعظمؒ نے نماز کا سلام پھیرا تو وہ عورت کہنے لگی آپؒ مجھے معاف کر دیں۔ پھر اس نے ساری رام کہانی سنا دی۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اچھا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں تاکہ ہم اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟

آپؒ نے فرمایا کہ تم اس پہریدار کی منت سماجت کرو کہ لوگ مجھے اچانک پکڑ کر لے آئے ہیں مجھے ایک ضروری کام سمیٹنے کیلئے گھر جانا ہے تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں وہ کام کر سکوں۔ پھر جب پہریدار مان جائے تو تم میرے گھر چلی جانا اور میری بیوی کو صورتحال بتا دینا تاکہ وہ تمہارے اسی برقعے میں لپٹ کر یہاں میرے پاس آ جائے۔ عورت نے رو دھو کر پولیس والے کا دل موم کر لیا اور یوں امام اعظمؒ کی اہلیہ صاحبہ حوالات میں ان کے پاس پہنچ گئیں۔ جب صبح ہوئی تو حاکم وقت نے طلب کیا کہ امام اعظمؒ اور اس عورت کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ حاسدین کا جم غفیر موجود تھا۔ جب پیشی ہوئی تو حاکم نے کہا کہ ابو حنیفہ تم اتنے بڑے عالم ہو کر بھی کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہو۔

امام اعظمؒ نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حاکم نے کہا کہ آپ ایک نامحرم عورت کے ساتھ رات کے وقت ایک مکان میں اکیلے دیکھے گئے ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا وہ نامحرم نہیں ہے۔ حاکم نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپؒ نے اپنے سسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان کو بلاؤ تاکہ شناخت کریں۔ وہ آئے انہوں نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ یہ تو میری بیٹی ہے میں نے فلاں مجمع میں ان کا نکاح ابو حنیفہؒ سے کر دیا تھا۔ چنانچہ امام اعظمؒ کی خداداد فہم کی وجہ سے حاسدین کی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور ان کی سازش خاک میں مل گئی۔ (ج 4 ص 23)

# آداب مجلس کی تلقین

ایک دفعہ فقیر کو امریکہ کی ایک مسجد میں درس قرآن کی دعوت ملی۔ چنانچہ مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ مسجد بہت بڑی تھی اور آدمی صرف ستر پچھتر تھے۔ وہ سب لوگ دیواروں کے ساتھ اوٹ لگا کر بیٹھ گئے، ٹانگیں لمبی کی ہوئی تھیں، اور صحن بالکل خالی۔ وہ کہنے لگے، حضرت! آپ بیان کریں ہمیں آواز پہنچ رہی ہے۔ وہاں کا انداز ہی ایسا ہوتا ہوگا۔ فقیر کو جب اس انداز سے انہوں نے کہا تو پھر منبر کا بھی کچھ حق ہوتا ہے۔ پھر فقیر نے ان کے دماغ کھولے۔ اور کہا! بھئی سنو! ہر محفل کے آداب ہوتے ہیں۔ تم پر افسوس ہے کہ جنہیں آج تک ان آداب کا پتہ نہ چل سکا کہ اللہ کے قرآن کو کسی محفل میں سننے کیلئے آئیں تو کیسے بیٹھنا ہوتا ہے۔ فقیر نے بالکل صاف کہا کہ تم لوگوں نے وطن چھوڑا، خویش قبیلہ چھوڑا، عزیز واقارب چھوڑے، اتنے اچھے ماحول کو چھوڑا، تمہیں تمہاری ماں روئے، کیا تم یہاں آکر اپنا دین بھی چھوڑ دو گے؟ تمہارے پلے کیا بچے گا کہ چند ٹکوں کی خاطر تم نے ایسا سودا کیا۔ یہ سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ فقیر نے کہا، تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تم سے کچھ لینے کیلئے آیا ہوں، یقین کرو کہ میں اس جگہ پر تمہیں کچھ دینے کیلئے آیا ہوں۔ پھر ان کو احساس ہوا اور سیدھے ہو کر سامنے بیٹھ گئے۔ یہ اصل میں پیٹ بھرے کی باتیں ہوتی ہیں کہ جب انسان کو کھانے کو مل جائے تو پھر بندہ دین کو مذاق بنالیتا ہے۔ (ج4 ص145)

# مادہ پر محنت کا گراف

جب ہم انجینئرنگ یونیورسٹی میں پڑھا کرتے تھے اس وقت اس یونیورسٹی میں تین ہزار طلباء ہو گئے تھے۔ یونیورسٹی میں شور مچ گیا کہ تین ہزار طالب علم ہو گئے ہیں۔ جبکہ امریکہ کی ایک عام یونیورسٹی میں 75 ہزار طالب علم ہوتے ہیں۔ اگر کسی یونیورسٹی میں 50 ہزار طلباء ہو جائیں تو اسے بڑی یونیورسٹی نہیں سمجھا جاتا۔ اب بتائیے کہ ایک ایک یونیورسٹی میں 75,75 ہزار طلباء پڑھ رہے ہیں اور یہ سب کے سب مادے پر محنت کرنے والے ہیں، قرآن وحدیث پڑھنے والے نہیں۔ (ج4 ص230)

# رزق اور برکت رزق

مجھے ایک منیجر صاحب تقریباً 12 سال پہلے ملنے کیلئے آئے اس وقت اس کی تنخواہ ستر ہزار روپے تھی۔ اسے فیکٹری کی طرف سے دو کاریں، کوٹھی، گارڈ اور میڈیکل فری کی سہولیات حاصل تھیں۔ اس کے تین بچے تھے۔ انہوں نے آکر اپنے حالات سنائے اور آنسوؤں سے رو پڑے۔ میں نے پوچھا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں؟ کہنے لگے، میں کس کے سامنے دل کھولوں کہ میرے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا، وہ کیسے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے نئی گاڑی نکلوائی، چار دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایکسیڈنٹ سے وہ گاڑی بالکل ختم ہوگئی۔ اور اب تک مجھے سات لاکھ روپے کا نقصان ہو چکا ہے۔ بیچارے ہزاروں کماتے تھے اور لاکھوں گنوا بیٹھتے تھے۔ اور اتنا کما کر بھی روتے تھے کہ میرے خرچ پورے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ رزق تو دیتے ہیں مگر ہمارے کرتوت رزق کی برکت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ (ج 4 ص 213)

# فضول خرچی کی تباہ کاری

شہر (جھنگ) میں ایک آدمی تھا جس کے پاس بہت مال پیسہ تھا۔ اس کی بڑی زمینیں تھیں۔ حتیٰ کہ ایک سے زیادہ ریلوے اسٹیشن اس کی زمین میں لگتے رہے۔ اور وہ کروڑوں کا مالک تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میری سات نسلوں سے بھی ختم نہیں ہوگی۔

اس کی وفات کے بعد اس کا اکلوتا بیٹا اس کی جائیداد کا وارث بنا۔ جوانی کی عمر تھی اور مال کی فراوانی تھی۔ چنانچہ جوانی والے کاموں میں پڑ گیا۔ روز کے نئے مہمان آنا شروع ہوگئے۔ پیسہ پانی کی طرح بہنے لگا۔ اسی مہم میں اس نے ملک کے مختلف شہروں کے سفر کئے۔ جب یہاں سے دل بھر گیا تو دوستوں نے مشورہ دیا کہ بیرون ملک چلتے ہیں۔ چنانچہ باہر ملک کا سفر کیا۔ عیش و آرام اور لذات کی خاطر زمینیں بک گئیں، سارے پیسے خرچ ہوگئے حتیٰ کہ جس مکان میں رہتا تھا وہ مکان بھی بک گیا۔ جس آدمی نے یہ واقعہ مجھے بیان کیا اس نے اس فضول خرچی کرنے والے آدمی کو اسی شہر کے چوک میں کھڑے بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ (ج 4 ص 218)

# ایک نیک دل عورت کی سخاوت

ہمارے اس ضلع میں فیصل آباد روڈ پر ایک گاؤں میں ایک نیک خاتون رہتی تھی۔ وہ بہت زیادہ سخیہ تھی۔ وہ اتنی نیک دل، اتنی مہمان نواز اور اس قدر غریبوں پر خرچ کرنے والی تھی کہ لوگ اسے حاتم طائی کی بیٹی کہتے تھے۔ وہ گاؤں سڑک کے قریب ہی تھا۔ پہلے تو کوئی مستقل بس سٹاپ نہ تھا مگر دیہاتی لوگوں کی آمد ورفت کی وجہ سے آہستہ آہستہ سڑک کے اوپر بس سٹاپ بن گیا۔ اندر کے علاقوں کے دیہاتی لوگ پانچ دس میل چل کر وہاں آتے کہ ہم خرید وفروخت کیلئے بس پر بیٹھ کر شہر کو جائیں گے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ بس کا وقت ختم ہو جاتا تو ان بیچاروں کے پاس وہاں رہنے کیلئے انتظام نہیں ہوتا تھا وہ اسی حال میں بیٹھ کر رات گزارتے۔ بھوکے پیاسے رہتے۔ اگر عورتیں ساتھ ہوتیں تو اور زیادہ پریشانی ہوتی۔ اس خاتون نے محسوس کیا کہ یہاں تو ان کیلئے کوئی بندوبست ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ کیوں نہ ہم لوگوں کی سہولت کیلئے ایک مہمان خانہ بنوادیں تاکہ وہ لوگ جو رات کو آگے یا پیچھے نہیں جا سکتے وہ آسانی سے رات گزار سکیں اور وہ اگلے دن اپنے کام کیلئے روانہ ہو جایا کریں۔

خاوند کو یہ بات پسند آئی۔ چنانچہ اس نے مہمان خانہ بنوایا اور ایک آدمی رکھ کر ان کیلئے کھانا پکانے کا بندوبست کر دیا۔ اب لوگ آنے جانے لگے۔ اور جو آگے پیچھے نہیں جا سکتے تھے وہ رات کے وقت وہیں سے کھانا کھاتے اور آرام سے سو جاتے۔ پھر رات گزار کر اپنے کام کیلئے چلے جاتے۔ ان میں سے کئی لوگ تلبیس ابلیس کی وجہ سے ”خیر خواہ“ بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ”خیر خواہ“ نے اس کے خاوند کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کی بیوی تو آپ کو کنگال کر دے گی، روزانہ اتنا اتنا پکتا ہے اور فالتو لوگ آ کر کھا جاتے ہیں، ایسی سخاوت کا کیا فائدہ۔

جب دوستوں نے خاوند کو بار بار یہ مشورہ دیا تو خاوند کے دل میں بھی یہ بات آ گئی کہ بھئی یہ تو واقعی لوگوں نے تماشا بنا لیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک دن فیصلہ کر لیا

کہ مہمان خانہ بند کر دیا جائے۔ بیوی کو پتہ چلا تو وہ پریشان ہوئی کہ جب پروردگار نے ہمیں اتنی زمینیں دی تھیں کہ ہماری اپنی گندم سے ہی روٹی بنتی تھی اور سارا سال مہمان نوازی کا ثواب ملتا تھا، اب یہ نیکی کا ذریعہ بند ہو گیا ہے۔ لیکن جب خاوند نے کہہ دیا تو بیوی خاموش ہو گئی۔ نیک بیویاں پھر بات کرنے کیلئے موقع ڈھونڈا کرتی ہیں، جھگڑے نہیں کیا کرتیں۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہی۔

ایک دن خاوند سے کہنے لگی کہ آج میری طبیعت کچھ اداس سی ہے، گھر میں رہ رہ کر کچھ تنگ سی آ گئی ہوں، کیوں نہ میں زمینوں سے ذرا ہو آؤں۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ خاوند اسے اپنی زمین پر لے کر چلا گیا۔ وہاں کنواں، باغ اور فصلیں تھیں۔ وہ تھوڑی دیر چلی پھری اور پھر آ کر کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئی اور کنویں کے اندر دیکھنا شروع کر دیا۔ خاوند بھی ادھر ادھر پھرتا رہا۔ کافی دیر کے بعد کہنے لگا، نیک بخت! چلیں دیر ہو رہی ہے۔ کہنے لگی، بس چلتے ہیں۔ پھر کنویں کے اندر دوبارہ جھانکنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر کہا۔ وہ پھر جواب میں کہنے لگی، اچھا ابھی چلتے ہیں۔ اور پھر کنویں میں دیکھتی رہی۔ بالآخر خاوند نے کہا کہ خدا کی بندی! کنویں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ کہنے لگی کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ خالی ڈول پانی میں جا رہے ہیں اور بھر بھر کر واپس آ رہے ہیں۔ مگر کنویں کا پانی جیسا ہے ویسا ہی ہے۔ اس نے کہا، خدا کی بندی! تو اگر سارا دن اور ساری رات بیٹھی رہے گی تو یہ پانی ایسے ہی رہے گا، خالی ڈول بھر بھر کے آتے رہیں گے مگر پانی میں کمی نہیں آئے گی۔ جب خاوند نے یہ بات کہی تو اس نیک دل خاتون نے کہا، اچھا کیا کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا؟ اس نے کہا کہ واقعی کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگی، اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر کے اندر بھی ایک کنواں جاری کیا تھا۔ لوگ خالی پیٹ آتے تھے اور پیٹ کا ڈول بھر کے جاتے تھے، تمہیں کیوں ڈر ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کنویں کے پانی کو کم کر دیں گے۔

بیوی کی بات سن کر خاوند کے دل پر ایسی چوٹ پڑی کہ کہنے لگا، میں مہمان خانے کو دوبارہ جاری کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ خاتون جب تک زندہ رہی اس علاقہ میں وہ مہمان خانہ اسی طرح جاری رہا۔ (ج 4 ص 220)

# 36 ویں مل کا غم

ایک دفعہ ایک صاحب نے رات کے تین بجے مجھے فون کیا اور کہا، حضرت! میں اس وقت بہت پریشان ہوں، رات کو سویا بھی نہیں ہوں، میں نے سوچا کہ آپ کا تہجد کیلئے اٹھنے کا وقت ہو گیا ہے، میں آپ سے دعاؤں کیلئے کہوں گا۔ میں نے پوچھا، بھئی! آپ کی پریشانی کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگا، میری 35 ملیں تو ہیں لیکن صبح ایک نئی مل کے Shares (حصص) کھلنے ہیں، دعا کریں کہ اچھا کھل جائے۔ اب بتائیں کہ 35 ملیں ہونے کے بعد 36 ویں مل کا اس پر اتنا غم سوار ہے کہ اس کی رات کی نیندیں اڑ گئیں۔ وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کی بجائے ہم نے دنیا کو محنت کا میدان بنالیا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں سکون نہیں ہے۔ (ج 4 ص 229)

# خوف خدا سے عاری لوگوں کی حالت زار

امریکہ کی ایک ریاست کیلیفورنیا ہے۔ اس کا رقبہ اور آبادی سعودی عرب کے رقبے اور آبادی کے برابر ہے۔ اس ریاست کے باشندے کا جو معیار زندگی ہے وہ بھی تقریباً سعودی عرب کے آدمی کے معیار کے برابر ہوگا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کیلیفورنیا میں صرف چوری کو روکنے کیلئے اتنا بجٹ خرچ کیا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کے بجٹ سے دس گنا زیادہ ہوتا ہے۔ کیا ایسی قوم کو تعلیم یافتہ اور مہذب قوم کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں،

کیونکہ ان کو خشیت الٰہی نے نہیں بلکہ ان کو وڈیو کیمروں نے روکا ہوا ہے۔ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ پولیس والے کیمرے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ چند منٹ کیلئے وہاں بجلی بند ہوئی تو کئی ارب ڈالر کا مال ان تعلیم یافتہ لوگوں نے چوری کر لیا۔ معلوم یہ ہوا کہ دل نہیں بدلے۔ فقط ڈنڈے کے زور پر ان کو قابو کیا ہوا ہے۔ (ج 4 ص 238)

# مغرب کا ایک تاریک پہلو

میرے ایک دوست کہنے لگے کہ میں ریل گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ ایک نوے سال سے زیادہ عمر کی بوڑھی عورت مجھے کہنے لگی، کیا آپ مسلمان ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میں مسلمان ہوں۔ کہنے لگی کہ میں نے سنا ہے کہ مسلمان وعدے کے بڑے پابند ہوتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں بڑے پابند ہوتے ہیں۔ کہنے لگی، کیا آپ مجھ سے ایک وعدہ کر سکتے ہو؟ میں نے کہا، جی مجھے بتائیں کہ میں کیا وعدہ کروں۔ کہنے لگی، بس آپ مجھ سے وعدہ کریں پھر میں آپ کو بتاؤں گی۔ میں نے کہا کہ مجھے بتاؤ تو سہی کہ کیا وعدہ لینا ہے۔ کہنے لگی کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ امریکہ میں جہاں کہیں بھی ہوں روزانہ پانچ منٹ کے لئے مجھے Collect call کر دیا کریں۔ Collect call ایسے ٹیلیفون کو کہتے ہیں کہ آپ ٹیلیفون سے کسی آدمی کو فون کریں مگر بل آپ کی بجائے اس بندے کو آئے گا جس کو ٹیلیفون کیا جا رہا ہے۔ گویا وہ کہہ رہی تھی کہ بل میں ادا کروں گی۔ میں نے پوچھا، کیوں؟ کیا آپ کے بچے نہیں ہیں؟ کہنے لگی کہ بچے تو ہیں مگر ان کے پاس مجھے ملنے کے لئے ٹائم ہی نہیں ہے۔ میرا بہت بڑا گھر ہے، مجھے اتنی پنشن ملتی ہے، مجھے خرچ کی پروا نہیں۔ مگر میں اپنے بچوں کو یاد کرتی ہوں اور اتنے بڑے گھر میں سارا دن اکیلی رہتی ہوں جس کی وجہ سے اب میری صحت بھی خراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اگر آپ مجھے کال کرنے کا وعدہ کریں تو ۲۴ گھنٹوں میں مجھے انتظار رہے گا کہ کبھی نہ کبھی میرے فون کی گھنٹی تو بجے گی۔ میں یہی سمجھوں گی کہ امریکہ میں کوئی بندہ تو میرے بارے میں سوچ رہا ہوگا۔ اس طرح آپ کے فون کے انتظار میں مجھے سارا دن جینے کے لئے ایک طاقت مل جائے گی۔

اب بتایئے کہ جس ماں کی اسی ملک میں اولاد بھی موجود ہے، وہ ماں پانچ منٹ کیلئے کسی سے بات کرنے کو ترستی پھرتی ہے۔ یہ اس سوسائٹی کا سب سے کمزور پہلو ہے۔ (ج۵ص۹۵)

# مغرب کی حالت زار اور دین کی برکت

ہمارے ایک دوست کہنے لگے کہ میں ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ میرے بالکل قریب ایک جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ پہلے تو وہ اپنے ہی کاموں میں مشغول رہے۔ کچھ دیر کے بعد فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھ سے ہیلو ہائے کیا۔ میں نے ان سے پوچھا، How many kids have you? کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ تو وہ دونوں میاں بیوی جواب دینے لگے کہ .We would like to have a dog کہ ہم بچوں کی بجائے گھر میں کتا پالنا پسند کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حیران ہوا اور ان سے پوچھا، بھئی! آپ کتا پالنا کیوں پسند کریں گے؟ کہنے لگے، اس لئے کہ وہ بچوں سے زیادہ وفادار ہوتا ہے۔ جب ماں باپ کا اولاد کے بارے میں یہ تصور ہے تو اولاد کا ماں باپ کے بارے میں کیا تصور ہوگا۔ چنانچہ اولاد ذرا بڑی ہوتی ہے تو ماں باپ کو سامنے کہہ دیتی ہے۔

You enjoyed your life and now let me enjoy my life.

کہ آپ نے اپنی زندگی کے مزے لئے اب ہمیں اپنی زندگی سے لطف اندوز ہونے دیں۔ ان کے دلوں میں اتنی بے مروتی نظر آتی ہے جیسے خون بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ (ج5 ص93-95)

# میڈیکل کی جدید سہولت

سعودی عرب میں ایک نوجوان اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر شکار کرنے کیلئے جنگل میں گیا۔ اس کے پاس ائرگن بھی تھی۔ اس نے بھولے سے ایک چھرہ اپنے منہ میں ڈال لیا، وہ چھرہ اس کے گلے کے راستے ہوا کی نالی میں چلا گیا۔ اور وہاں سے سیدھا پھیپھڑوں میں جا پہنچا۔ وہ شکار سے واپس آیا تو اس نے اپنے گھر میں سے کسی کو اس کے بارے میں نہ بتایا۔ کچھ دنوں کے بعد نوجوان کو کھانسی اور بخار ہو گیا۔ قریب کے ڈاکٹروں سے علاج کروایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے پھیپھڑوں میں دھات کی بنی ہوئی کوئی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔

ان کو بتایا گیا کہ جدہ میں ایک ڈاکٹر صاحب آپریشن کے بغیر یہ چھرہ نکال دیں گے۔

چنانچہ وہ جدہ میں اس ڈاکٹر صاحب کے پاس چلے گئے۔ اس نے ایک باریک سی تار لی اور منہ کے راستے اس تار کو اس ڈاکٹر نے اندر داخل کردیا۔ اس تار کے سرے پر بہت ہی چھوٹے سائز میں ایک کیمرہ لگا ہوا تھا۔ جو ساتھ پڑے ہوئے ایک ٹی وی سیٹ میں پھیپھڑے کے اندر سے تصویر پیش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ناک کے ذریعے ایک اور تار اس کے پھیپھڑے میں داخل کی۔ ٹی وی پر اس کی تصویر آتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ بھی اس چھرہ کے قریب پہنچ گئی۔ اس دوسری تار کے ذریعے اس ڈاکٹر نے اندر سے چھرہ کو نکال لیا۔ یوں آپریشن کے بغیر ہی اس کے پھیپھڑے سے چھرہ نکال کر اسے اسی وقت گھر بھیج دیا گیا۔ (ج5ص81)

## نظام انہضام کی نعمت

ایک مرتبہ کسی شہر سے ایک خاتون نقش لینے کے لئے آئی۔ پردہ میں بیٹھ کر اپنا حال بیان کرنے لگی، کہنے لگی، پچھلے سات سال گزر گئے ہیں سوائے پانی یا سیون اپ وغیرہ کے میں نے کچھ بھی پیٹ میں نہیں ڈالا۔ گھر میں مختلف قسم کے کھانے میں خود پکاتی ہوں مگر میں اس کو دیکھ تو سکتی ہوں کھا نہیں سکتی۔ اتنا عجیب احساس ہوا۔ رب کریم! یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ وہ عورت روزانہ کھانے پکا رہی ہوتی ہے مگر اس کے نصیب میں نہ روٹی ہے نہ سالن ہے فقط سیون اپ کی بوتل پی لی یا کبھی جوس لے لیا مزید وہ کوئی ٹھوس چیز کھانے کے قابل نہ تھی۔ اگر کوئی چیز کھا لیتی تھی تو ابکائی آتی تھی اور فوراً ساری چیزیں باہر نکل آتی تھیں، لہٰذا پریشان تھی۔ وہ کہنے لگی کوئی ایسی دعا کردیں یا بتادیں کہ میں پڑھائی کرلوں کہ میں پورے دن میں چپاتی تو کھالیا کروں، اتنی حسرت سے وہ بات کر رہی تھی کہ میں پورے چوبیس گھنٹے میں ایک چپاتی تو کھالیا کروں۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ بندے! تو ذرا اپنے پر غور کر، تو ہر وقت کے کھانے میں کتنی چپاتیاں کھا جاتا ہے اور تجھے اپنے پروردگار کی اس نعمت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ تو جو کچھ ہم کھا لیتے ہیں اس کا ہضم ہونا اور اس کا آرام سے جسم سے خارج ہو جانا بھی اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہم اس نعمت کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتے اگر وہ چیز جسم کے اندر ہی رک جاتی اور باہر نہ نکلتی تو ہمیں ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا۔ کیسے مشکل وقت گزرتا، پیٹ پھٹنے کو آتا، نجاست جمع ہو جاتی اور اپنے وقت پر نہ نکلتی۔ (ج۵ص۲۷)

# گھر کی نعمت

میرے دوستو! رب کریم نے ہمیں مکان عطا کیا، یہ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ذرا ان لوگوں سے پوچھئے جو سڑکوں کے فٹ پاتھ پر اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے بھی تو دل کی تمنائیں ہوا کرتی ہیں ان کے دل کے اندر بھی کچھ حسرتیں ہوتی ہیں۔ ان کا بھی جی چاہتا ہوگا کہ کاش! کوئی ہمارے لئے بھی سر چھپانے کی جگہ ہوتی، وہ تو خیمے لگا کر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ ذرا سی ہوا چلتی ہے تو ان کے خیمے گرنے لگتے ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو ان کے نیچے جل تھل ہو جاتا ہے۔ دسمبر اور جنوری کی سخت سردیاں وہ انہی خیموں میں گزارتے ہیں جبکہ رب کریم ہمیں عزتوں کے ساتھ گھر میں رہنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں اس نے گھروں کے اندر رہنے کی توفیق نصیب فرمائی، ہمارے اوپر نیلی چھت کے ساتھ ایک گھر کی چھت بھی عطا فرما دی۔ (ج5ص29)

# ایک قابل حیرت واقعہ

فقیر نے ایک مرتبہ واشنگٹن میں بیان کیا، جس میں وہاں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ آئے ہوئے تھے، وہاں پر بیان کے بعد ایک صاحب فقیر کے پاس آئے۔ وہ ایک مسلمان ملک کے ایمبیسیڈر رہے۔ گلے ملے اور رونا شروع کر دیا۔

فقیر نے ان کو تسلی دی۔ کافی دیر کے بعد طبیعت بحال ہوئی تو کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ میں مسلمان ملک کا ایمبیسیڈر بن کر یہاں رہا لیکن میری زندگی اسلام سے اتنی دور تھی کہ میرے گھر کا ماحول اچھا نہ تھا۔ میرے دو بیٹے ہیں اور ان دونوں نے غیر مسلم لڑکیوں سے شادی کر لی ہے اور میری ایک بیٹی نے بھی غیر مسلم لڑکے سے شادی کر لی ہے۔ (ج5ص102-103)

# مسلمان نوجوانوں کی سرگرمیاں

شکاگو کے اندر مسلمانوں نے دو یونیورسٹیاں بنالی ہیں۔اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوا۔فقیر نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز شکاگو یونیورسٹی میں پڑھی۔وہاں کے طلباء کو''سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم''اور جدید سائنس'' کے عنوان پر خطاب کیا۔الحمد للہ کہ وہاں پر کئی طلباء بیعت ہوئے۔اس کے بعد ان کی زندگیوں میں بہت زیادہ تبدیلی آئی ان کی حیران کن قربانیاں دیکھیں۔فقیر ایک مسجد میں گیا۔وہاں ظہر کی نماز میں تقریباً ۱۵۰ نوجوان، بچے اور بوڑھے نمازی موجود تھے۔فقیر نے ایک صاحب سے پوچھا، کیا یہ کوئی خاص موقع ہے کہ امریکہ کے ماحول میں ۱۵۰ آدمی موجود ہیں۔ کہنے لگا، نہیں بلکہ یہاں پر سکول اور کالج مسلمانوں کے اپنے ہیں۔ ہمارے بچے مسلمان استادوں کے ہاتھوں تعلیم پاتے ہیں۔اور وہ ان کو مسلمان بنا کر ہی تعلیم دیتے ہیں۔لہٰذا ان نوجوانوں کے چہروں پر آپ نور دیکھیں گے اور وہ پانچ وقت کے نمازی نظر آئیں گے۔ چنانچہ فقیر نے دیکھا کہ عین جوانی کے عالم میں انہوں نے داڑھی کی سنت پر عمل کیا ہوا تھا، بعض نے عمامہ باندھا ہوا تھا۔ان میں سے بعض نے مل کر یوتھ گروپ بنایا ہوا ہے، وہ آپس میں درس قرآن دیتے ہیں۔ان نوجوان کی سرگرمیوں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔الحمد للہ جب یہ نوجوان بڑے ہوں گے تو یہ وہاں پر اپنے وجود کا ثبوت پیش کریں گے۔ نہ صرف شکاگو میں ہی بلکہ جارجیا، اٹلانٹا میں بھی سکول بن چکے ہیں، واشنگٹن میں بھی اب ایک ادارے کی بنیاد رکھ دی گئی ہے، کیلیفورنیا میں بھی ایک یونیورسٹی بن گئی ہے، جس سے آئندہ مسلمان نسل مسلمان بن کر آسانی سے زندگی گزار سکے گی۔

الحمد للہ وہاں اتنی تبدیلی آچکی ہے کہ اب یہ نوجوان وہاں کے مقامی لوگوں سے اسلام کے بارے میں بات کرتے ہیں اور ایک ایک نوجوان آٹھ آٹھ دس دس نوجوانوں کے مسلمان بننے کا ذریعہ بن رہا ہے۔(ج5 ص104)

# پرسکون زندگی کا راز

امریکہ میں مجھے ایک کمپنی کا ڈائریکٹر ملا۔ وہ پی، ایچ ڈی تھا۔ کہنے لگا، میں بھی پاکستان گیا ہوں اور میں نے وہاں ایک عجیب بات دیکھی۔ میں نے کہا، بتاؤ، وہ کونسی؟ کہنے لگا، وہاں کے بارے میں دو باتیں کرتا ہوں۔

**Pakistan is a country where car and the camel share the same road.**

یعنی پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس میں کار اور اونٹ ایک ہی سڑک پر چلتے ہیں۔ میں نے کہا، واقعی آپ ٹھیک بات کر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا، میں ایک دوسری بات بھی کرتا ہوں۔ میں نے کہا، وہ کیا؟ کہنے لگا، میں نے وہاں غریب لوگوں کو دیکھا، ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہوتے تھے، ان کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں کھانا بھی ٹھیک نہیں ملتا، ان کے پاس نہانے کیلئے چیزیں بھی پوری طرح نہیں۔ ان کے گھر کا معیار اتنا اچھا نہیں، لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ ان کے چہروں پر سکون ہوتا تھا، کھڑے ہوتے تھے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے تھے۔ میں جتنے لوگوں سے پوچھتا تھا وہ سب کے سب رات کو میٹھی نیند سوتے تھے۔ کہنے لگا، مجھے یہ بتائیں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اسلام کی برکت ہے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے     تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

الحمدللہ یہ دین کی برکت ہے کہ آج ہمارے غربا بھی اپنے گھروں میں آرام کی نیند سوتے ہیں جب کہ ان ملکوں کے امراء بھی اپنے گھروں میں آرام کی نیند نہیں سو پاتے۔ یہ ہمارے پاس ایک مثبت پہلو ہے۔ (ج5ص100)

# مسجد کے مینار یا راکٹ لانچر......!!!

ایک صاحب لاہور کے رہنے والے تھے۔ وہ امریکہ گئے اور وہاں سے لوٹ کر کئی سالوں کے بعد واپس آئے۔ ان کے بچے وہیں پلے بڑھے۔ وہ اپنے بچوں کو لاہور میں گاڑی میں لے کر جا رہے تھے۔ جب حضرت علی ہجویریؒ کے مزار کے سامنے سے گزرنے لگے تو وہاں ان کو مسجد کے بڑے بڑے ستون نظر آئے۔ وہ بچے اسلام سے اتنے نابلد تھے کہ ان میناروں کو دیکھ کر کہنے لگے۔

**Dad, why these Rocket Lonchers have been fitted right in the center of the city?**

ابا جان! شہر کے بالکل درمیان میں یہ راکٹ لانچر کیوں فٹ کر دیئے گئے ہیں؟

یہ وہاں پر مسلمانوں کی اولادوں کا معاملہ تھا۔ (ج5 ص102-103)

# مغرب میں مساجد کی ضرورت واہمیت

فقیر کو ایک نوجوان ملا۔ اور کہنے لگا، میں کل اپنے ایک دوست کو لاؤں گا وہ کافر ماں باپ کا بیٹا ہے، میں اس سے کئی دن سے اسلام کے بارے میں بات کر رہا تھا، اب اس نے کلمہ پڑھنا ہے، آپ مجھے بتا دیجئے کہ آپ کب وقت دیں گے۔ تاکہ وہ آکر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو سکے۔ فقیر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ فقیر نے کہا، بچہ! وہ دن میں آئے یا رات میں آئے، اگر کلمہ پڑھنا چاہتا ہے تو فقیر اس کے لئے ہر وقت کی قربانی دینے کیلئے تیار ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ وہاں کے بچے آج دین کے نمائندے بن کر زندگی گزار رہے ہیں۔ فقیر کے نزدیک وہاں پر مساجد بنانے سے زیادہ ان سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا قائم کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ نماز تو سکول اور کالج کے کسی بھی کمرے میں پڑھی جا سکتی ہے۔ یہ مسجد کا کبھی بھی رخ نہیں کریں گے۔ اگر انہوں نے وہاں کے مقامی سکولز اور کالجز میں جانا ہے آپ جو کچھ مسجد میں بتائیں گے سکول اور کالج والے اس پر پانی پھیر دیں گے۔ الحمدللہ کہ وہاں کی صورتحال کے مطابق ضرورت پوری ہوگئی ہے۔ (ج5 ص105)

# ایک اہم اصول تدریس

ایک اصول یاد رکھیۓ کہ استاد اگر کافر ہوگا تو وہ شاگرد کو قرآن پڑھا کر بھی کافر بنادیگا اور اگر استاد مسلمان ہوگا تو وہ انجیل پڑھا کر بھی شاگرد کو مسلمان بنادیگا۔ یہ استاد پر منحصر ہے۔ (ج5ص106)

# ایک نوجوان کا قبول اسلام

فقیر کے ایک دوست میڈیکل ڈاکٹر تھے۔ ان کا ایک بہت ہی ذہین بیٹا تھا۔ جو بہت عبادت گزار تھا۔ اسے ہر سال عمرہ کرنے کا شوق تھا۔ ماں کو بھی عمرہ کیلئے لے جاتا اور دوسرے فیملی ممبرز کو بھی، اکثر اسلام کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ دہریہ بن گیا۔ اس کے والد جب اسے فقیر کے پاس لے کر آئے تو کہنے لگے، جی یہ لڑکا اب بالکل دہریہ ہے، یہ دین اسلام کو تو مانتا ہی نہیں۔ فقیر نے اسے بٹھایا اور اس سے پوچھا، معاملہ کیا بنا؟ اس نے کہا کہ میں آپ کو سیدھی اور صاف بات بتاتا ہوں۔ میرا ٹیچر ایک غیر مسلم تھا۔ اس نے مجھے پہلے تو یہودیت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر میں مائل نہ ہوا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہودی تو بنا نہیں اور بڑا پکا مسلمان ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے ڈارون کی تھیوری پڑھانا شروع کردی۔ اس نے ڈارون تھیوری کی آڑ میں مجھے ایسا پریشان کردیا کہ میں دہریہ بن گیا۔

فقیر نے کہا کہ آپ کے ذہن میں جو سوالات ہیں وہ پوچھیۓ، ہمارے پاس اگلی نماز تک کیلئے تین گھنٹے ہیں۔ اس نے ڈارون تھیوری بیان کرنا شروع کردی۔ پھر اس کے بعد اس کے بارے میں سوالات پوچھنے شروع کردیئے۔ الحمدللہ فقیر اس کو جواب دیتا رہا۔ ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتا رہا اور توجہات بھی دیتا رہا۔ تین گھنٹے وقت دیا ہوا تھا مگر اللہ رب العزت نے ایسی مہربانی فرمائی کہ ٹھیک ۵۰ منٹ کے بعد وہ کہنے لگا کہ مجھے کلمہ پڑھا کر دوبارہ مسلمان بنادیجیۓ۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ، کمرے سے نکل کر اس نے وضو کیا اور باپ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اس کے باپ کی آنکھوں سے جو آنسو رواں ہوئے ان کی کیفیت کو فقیر کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس کو تو گویا نیا بیٹا مل گیا، اس کو گھر میں نئی خوشیاں مل گئیں۔ پھر اس کے دل سے جو دعائیں نکل رہی تھیں ان دعاؤں کا کوئی آدمی بھلا کیا تصور پیش کرسکتا ہے۔ (ج5ص106)

# ایک بچے کا مثالی جذبہ

ایک مرتبہ فقیر نے ایک اسلامک سنٹر میں لڑکوں کا زبانی امتحان لینا تھا۔ وہاں کے سب طلباء گریجویٹ کلاسز کے سائنس سٹوڈنٹس تھے فقیر ہر طالب علم سے تین تین سوالات پوچھ رہا تھا۔ ایک طالب علم کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی بھی آیا ہوا تھا۔ اس کی عمر آٹھ نو سال تھی۔ جب وہ بچہ فقیر کے سامنے آ کر بیٹھا تو فقیر نے دل میں سوچا کہ اس سے کیا سوال پوچھے جائیں۔ ایک میز قریب ہی پڑی ہوئی تھی، فقیر نے کہا،

**Ok, please tell me, who made this table.**

آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ میز کس نے بنائی ہے؟ وہ بچہ کہنے لگا

**Sir Allah gave man brain and man used that brain and he mad that table.**

کہ اللہ نے انسان کو دماغ دیا، انسان نے دماغ کو استعمال کیا اور اس نے یہ میز بنا دیا۔ جب اس نے مدلل جواب دیا تو فقیر بھی تھوڑا سا سنبھل گیا۔ اس سے دوسرا سوال پوچھا،

**You tell men why doyu read qran do you feel it is maditory or it is interesting.**

یعنی آپ قرآن کیوں پڑھتے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے یا یہ بڑا دلچسپ ہے؟ فقیر اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ مارے باندھے قرآن پڑھتا ہے یا اپنے شوق سے پڑھتا ہے۔ جب فقیر نے اس سے یہ پوچھا تو کہنے لگا،

**Sir, I feel it is both, it is manditory as well s it is very intresting.**

اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں ہیں۔ یہ ضروری بھی ہے اور دلچسپ بھی بہت زیادہ ہے۔ فقیر توقع نہیں کرتا تھا کہ وہ اتنا اچھا جواب دے گا۔

اب فقیر نے تیسرا سوال پوچھا،

**Ok, you tell me, what do you want to be in your life?**

کہ تم اپنی زندگی میں کیا بننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا،

**Sir, I want to be the President of America.**

کہ میں امریکہ کا صدر بننا چاہتا ہوں۔

جب اس نے یہ کہا تو فقیر نے اچانک اس سے کہا، ?Why کہ تم امریکہ کے صدر کیوں بننا چاہتے ہوں؟ اس نے کہا،

**Sir, I will be the first Muslim President of America.**

کہ میں امریکہ کا پہلا مسلمان صدر بنوں گا۔ سبحان اللہ

فقیر اس کے اس جواب سے بہت زیادہ خوش ہوا۔ اور حیران ہوا کہ اگر آج ان مسلمان بچوں میں اللہ نے یہ جذبہ پیدا کر دیا ہے تو کیا بعید ہے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے جب دنیا کی سپر پاور کی کرسی پر ایک مسلمان بیٹھ کر اسلام کے قوانین نافذ کر رہا ہو۔

میرے دوستو! وہاں کے نوجوان امید کی کرن ہیں۔ وہاں پر مسلمان کا سنبھلنا اور اپنی تہذیب و تمدن کو محفوظ کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنا خوش آئند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ وہاں کے مقامی لوگوں کیلئے دین کی دعوت کا ذریعہ بن جائیں اور اللہ رب العزت وہاں کے مقامی لوگوں کو دین میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما دیں۔ (ج5ص107)



## اسلام انسانیت سکھاتا ہے

امریکہ میں میرے ایک دوست عالم ہیں۔ ہم ان کے گھر کھانا کھا رہے تھے کہ اس نے کہا، میں یہاں کی جیلوں میں اتوار کے دن اسلام کی تبلیغ کرنے کیلئے جاتا ہوں۔ فقیر نے اس سے پوچھا کہ وہاں کے حالات سنائیں؟ کہنے لگا کہ جو بھی مسلمان ہوتا ہے اس کی زندگی میں بڑی تبدیلی آجاتی ہے۔

وہ کہنے لگا، ان دنوں ایک ملزم جیل میں آیا ہوا ہے۔ اسے ایک سال کی جیل ملی تھی جس میں سے وہ چھ مہینے گزار چکا ہے اور چھ مہینے مزید گزارنے ہیں۔ وہ مسلمان ہوا۔ میں نے اسے نماز سکھائی۔ ایک دن ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ

مجھے کہنے لگا، میں آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہوں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اسلام لانے کے بعد میری زندگی میں بہت زیادہ تبدیلی آئی ہے۔ میں نے کہا ہاں وہ تو سب کی ہوتی ہے۔ کہنے لگا، لیکن جتنی میری زندگی تبدیل ہوئی ہے اتنی اور لوگوں کی شاید نہ ہوئی ہو۔ میں نے کہا، وہ کیوں؟ وہ کہنے لگا، اسلام لانے سے پہلے میں بالکل ہی حیوان تھا۔ اور اب میں انسان بن کر زندگی گزار رہا ہوں۔ میں نے کہا، بھئی! تفصیل سے بتاؤ، کیا اشاروں میں بات کر رہے ہو۔ کہنے لگا، ابھی تو میں ایک چھوٹے سے جرم کی وجہ سے جیل میں آیا ہوں، ایک سال کی جیل ملی ہے، چھ مہینے گزر چکے ہیں اور چھ مہینے کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔ لیکن آپ کو دل کی بات بتلاتا ہوں کہ اسلام لانے سے پہلے مجھے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے میں مزہ آتا تھا۔ جب کسی کو تڑپتے اور اس کے جسم سے خون کے فوارے چھوٹتے دیکھتا تو میں لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ میں اب تک کئی آدمیوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر چکا ہوں۔ گویا یہ میرا مشغلہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میرا دل اتنا بدلا ہے کہ اب میں اگر پیدل چل رہا ہوں اور میرے پاؤں کے نیچے اگر کوئی چیونٹی بھی آ کر مر جائے تو مجھے اس کا بھی افسوس ہوتا ہے۔ (ج 5 ص 110)

## ایک نومسلم کی دینی غیرت

سویڈن ہی کی بات ہے کہ وہاں کے عریانی اور فحاشی کے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس نے ہر کام سنت کے مطابق کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ جب بھی اسے کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو وہ علمائے کرام سے رابطہ کر کے اسکام کے کرنے کا سنت طریقہ پوچھتا ہے۔ وہاں اس ماحول میں وہ کھدر کا لباس پہنتا ہے اور شلوار کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر رکھتا ہے۔

ایک دفعہ اس نے کوئی ایک تقریب منعقد کروائی۔ اس نے اس تقریب میں فقیر

کو بھی دعوت دی ہوئی تھی۔ان دنوں وہاں پاکستان کے ایک اور عالم بھی رہتے تھے۔
اس نے ان کو بھی دعوت دی ہوئی تھی۔اس عالم صاحب نے ان سے کہا، بھئی! یہ شلوار
تھوڑی سی نیچے تک بھی تو باندھی جاسکتی ہے۔جیسے ہی اس عاشق صادق نے اس کے یہ
الفاظ سنے تو اس وقت اس کو جو غصہ آیا اس کی کیفیت میں ہی جانتا ہوں۔انہوں نے
غصے کے لہجے میں کہا۔

**You are Muslim by chance, but I am Muslim by choice.**

کہ آپ تو اتفاقی طور پر مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے تھے مگر میں نے چن کر
اسلام کو قبول کیا ہے۔گویا جو انسان خود اپنی مرضی سے مسلمان ہوتا ہے اس کے اندر
دینی غیرت وحمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ (ج5ص111)

## نسبت کا نور

خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں
ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں علماء کا پندرہ روزہ تربیتی پروگرام تھا۔ایک عالم نے ان
سے سوال کیا کہ حضرت! میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ جب بھی نماز پڑھانے کیلئے
کھڑے ہوتے ہیں، اقامت ہوجاتی ہے مگر آپ جلدی نیت نہیں باندھتے، تھوڑا سا
ٹھہر کر نیت باندھتے ہیں۔اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر
مسکرائے اور فرمایا کہ آپ لوگ تو علماء ہیں، آپ کی توجہ الی اللہ کی کیفیت ہر وقت بنی
رہتی ہے مگر میں تو فقیر آدمی ہوں، نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر کھڑا ہوتا ہوں تو جب تک
مجھے سامنے بیت اللہ نظر نہیں آتا میں اس وقت تک نماز کی نیت نہیں باندھا کرتا۔جن کو
نسبت کا نور نصیب ہوجاتا ہے تو پھر وہ ایسی نماز پڑھا کرتے ہیں۔ (ج6ص45)

# اصلاح کی ابتدا اپنی ذات سے کریں

فقیر ایک مرتبہ آسٹریلیا (سڈنی) میں تھا۔ ایک عیسائی لڑکی نے وقت مانگا کہ میں آپ سے اسلام کے متعلق کچھ سوالات پوچھنا چاہتی ہوں۔ فقیر نے اسے ایک گھنٹہ دیا۔ وہ پہلے ایک گھنٹہ مجھ سے Jesis Crist (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے اٹھائے جانے اوران کے واپس آنے کے بارے میں سوال پوچھتی رہی۔ پھراس نے (قیامت کے دن) کے بارے میں پوچھا۔ پھر Haven (جنت) اور Hell (دوزخ) کے بارے میں پوچھا۔ حتیٰ کہ اس نے اسلام کے بارے میں بہت زیادہ تفصیلات پوچھیں۔ جب اس کی تسلی ہوگئی تو میں نے پوچھا کہ اب آپ بتائیں کہ کوئی سوال پوچھنا ہے۔ کہنے لگی کہ اب میرے دل میں اسلام کے بارے میں اور کوئی سوال نہیں ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اسلام بہت ہی زیادہ خوبصورت مذہب ہے۔ جب اس نے خوبصورت کا لفظ استعمال کیا تو فقیر سمجھا کہ شاید اب یہ اسلام قبول کرلے گی۔ لہٰذا فقیر نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوچیں گی؟ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ سارے کا سارا اسلام قرآن میں موجود ہے۔ فقیر نے کہا، ہاں، وہی تو بنیادی ماخذ ہے۔ کہنے لگی، کیا آپ کے پاس قرآن ہے؟ فقیر نے کہا ہاں میرے پاس قرآن ہے۔ جب فقیر نے قرآن مجید دکھایا تو وہ کہنے لگی، آپ ایسا کریں کہ اس کے کئی نسخے مسلمان ملکوں میں بھجوائیں اور انہیں کہیں کہ تمہیں اس قرآن کے مطابق اپنی زندگیوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

اب بتائیے کہ میں اس کو کیا جواب دیتا۔ میرے دوستو! اگر ہم پکے سچے مسلمان بن جائیں اور اسلام کو ان لوگوں کے سامنے پیش کریں تو عین ممکن ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں اور پوری دنیا میں اللہ رب العزت ہمیں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔ آئیے، اس کو زندگی کا مقصد بنا لیجئے۔

ہم آج کی ابتدا اپنی ذات سے کریں۔ آج دل میں عہد کر لیجئے کہ ہم آج کے بعد اپنے جسم پر اسلام کا قانون نافذ کریں گے۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو بدلنا شروع کر دیا تو اللہ رب العزت ہمارے ان اعمال کی برکت سے دنیا کے دوسرے انسانوں کو بھی بدل دینگے۔ (ج5ص113)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

# باندی کا عشق الٰہی

ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک باندی خرید کر لایا۔ دیکھنے میں وہ کمزور سی تھی، بیمار سی لگتی تھی۔ سارا دن اس نے گھر کے کام کیے اور عشاء کے بعد مجھ سے پوچھنے لگی کہ کوئی اور کام بھی میرے ذمے ہے۔ میں نے کہا، جاؤ آرام کرلو۔ اس نے وضو کیا اور مصلے پر آ گئی اور مصلے پر آ کر اس نے نفلیں پڑھنی شروع کر دیں۔ کہنے لگے، میں سو گیا۔ تہجد کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی، مناجات کر رہی تھی اور مناجات میں یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! آپ میری یہ بات پوری فرما دیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت کی قسم، تو میں نے اس کو ٹوکا اور کہا، اے لڑکی! یہ نہ کہہ کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، بلکہ یوں کہہ کہ اے اللہ! مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ فرماتے ہیں کہ جب اس نے یہ سنا تو وہ ناراض ہونے لگ گئی، بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے مالک! بات یہ ہے کہ اگر اللہ رب العزت کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو یوں وہ مجھ کو مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو ساری رات میٹھی نیند نہ سلاتا۔ آپ کو جو میٹھی نیند سلا دیا اور مجھے مصلے پر بٹھا کر جگا دیا۔ میرے ساتھ کوئی تعلق تو ہے کہ مجھے جگایا ہوا ہے۔ سبحان اللہ، ایک وہ وقت تھا کہ تہجد کے وقت اپنے رب سے یوں اپنے تعلق کے واسطے دیا کرتے تھے۔ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، واقعی اللہ رب العزت کو ان سے محبت ہوتی تھی اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی تھی۔ (ج5 ص126)

# میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے

ہم نے یورپ و امریکہ میں دیکھا کہ وہاں بڑے بڑے سٹور ہوتے ہیں۔ لوگ وہاں پہ چیزیں خریدنے تو جاتے ہیں مگر کوئی بندہ بھی وہاں پر پڑی کسی چیز کو اٹھا کر جیب میں نہیں ڈالتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کچھ کیمرے لگائے ہوئے ہوتے

ہیں اور لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی بھی چیز چرائی تو کیمرے کی سکرین پر محفوظ ہو جائے گی۔ سیکورٹی گارڈ بیٹھے دیکھ رہے ہیں وہ آ کر اسے پکڑ لیں گے اور اس سے کہیں گے کہ آپ نے چوری کی ہے۔ اگر کوئی چور وہاں پر کہے کہ میں نے چوری نہیں کی تو وہ سیکورٹی گارڈ وہ چیز جہاں اس نے ڈالی ہوتی ہے وہ نکال کر بھی دکھائیں گے اور سکرین کے اوپر اس کو چوری کرتا ہوا بھی دکھا دیں گے۔ جب کچھ لوگ اس طرح چوری کرتے پکڑے گئے تو باقی لوگوں پر ایسا خوف بیٹھ گیا کہ کافر اور دغاباز ہونے کے باوجود وہاں جا کر چوری کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ کیونکہ ہر ایک کو احساس ہوتا ہے، کہ مجھے دیکھا جا رہا ہے۔ اگر کیمرے کی آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے اور بندے کو اتنا ڈر لگا ہوتا ہے تو جس بندے کو یہ استحضار نصیب ہو کہ میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے تو وہ گناہوں کی جرأت کیسے کرے گا۔ (ج6ص24)

## نسبتوں کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل واڈی دامت برکاتہم انگلینڈ میں ہیں۔ انہوں نے خود ایک واقعہ سنایا۔ چونکہ انہوں نے یہ واقعہ خود سنایا اس لئے یہ عاجز بھی آپ حضرات کو سنانے کی جرأت کر رہا ہے۔ یہ واقعہ سنتے ہوئے نسبت کی برکت کا خیال رکھئے گا۔

فرمانے لگے کہ میرا ایک بیٹا محمد قاسم ہے، (اس عاجز کی ان سے بھی ملاقات ہوئی)۔ کہنے لگے کہ وہ انگریزی پڑھ کر یونیورسٹی میں پروفیسر بن گیا۔ پروفیسر بننے کے بعد اس کے خیالات دہریت کی طرف چلے گئے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو پھر نماز روزہ تو دور کی بات ہوتی ہے۔ جس کو وجود باری تعالیٰ میں ہی شک پڑ جائے، دین میں ہی شک پڑ جائے تو پھر اعمال کرنا تو دور کی بات رہ جاتی ہے۔ گھر کے سارے بچے حافظ، قاری اور عالم اور بیٹیاں بھی حافظہ، عالمہ فاضلہ۔ مگر ان کا یہ بیٹا دوسروں سے ذرا انوکھا بنا کیونکہ

یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کی تھی۔وہ ڈارون تھیوری کے پیچھے لگ گئے جس کی وجہ سے ان کو وجود باری تعالیٰ کے بارے میں شک پڑ گیا اور زندگی میں غفلت آ گئی۔

فرمانے لگے کہ میں نے ایک دن حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت! سارا گھرانہ علماء کا ہے، بچیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں، مگر یہ بچہ گھر میں ایسا بن گیا ہے کہ اس کا عجیب حال ہے، ہمارے دل میں ہر وقت دکھ اور غم ہے، اس کی والدہ بھی روتی ہے اور میں بھی روتا ہوں۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بدل دے۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بیعت کر لے۔ اب اس کو والد صاحب نے سمجھایا کہ بیٹا! تم بیعت کر لو۔ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے نماز ہی نہیں پڑھنی تو مجھے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ مولانا نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ حضرت! میرا بیٹا کہتا ہے کہ میں نے جب نہ نماز پڑھنی ہے اور نہ قرآن پڑھنا ہے تو پھر بیعت کا کیا فائدہ؟ حضرت نے فرمایا، کیا میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور قرآن پڑھے۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ بیعت کر لے۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے جو عام بندے کو سمجھ نہیں آتی۔

اگلے دن اس کے والد نے پھر کہا، بیٹا! یہ بزرگ ہمارے ہاں تشریف لاتے ہیں، تمہاری سب بہنیں اور بھائی ان سے بیعت ہیں، میں بھی بیعت ہوں، تم بھی بیعت ہو جاؤ، اس طرح ہمارے گھر کے سب افراد بیعت ہو جائیں گے۔ اس نے کہا، ابو! میں نے کرنا تو کچھ ہے نہیں۔ باپ نے کہا، بیٹا! تم کچھ نہ کرنا، صرف بیعت ہو جاؤ۔ اس نے دل میں سوچا کہ چلو ابو راضی ہو جائیں گے اس لئے میں بیعت ہو ہی جاتا ہوں۔ اب اس نوجوان کو کیا پتہ تھا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو چند کلمات پڑھ لئے جاتے ہیں وہ بندے کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں۔ وہ اس راز سے واقف نہیں تھا۔ چنانچہ کہنے لگا، اچھا جی میں بیعت ہو جاتا ہوں۔ اس نے اگلے دن حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

بیعت ہونے کے بعد اس کے دل کی سوچ بدلنا شروع ہو گئی۔ اس نے حضرت کی

صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا، حضرت سے محبت ہونا شروع ہوگئی، نمازیں بھی شروع ہو گئیں، تلاوت بھی شروع ہوگئی، زندگی کے لیل ونہار بدلنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس نے علم پڑھنا شروع کر دیا، تہجد گزار بن گیا، اتنا ذاکر شاغل بنا کہ اس کو چند سالوں کے بعد ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمادی۔ وہ نوجوان جو دہریہ تھا اور خدا بیزار ذہنیت کا مالک تھا اس پر صرف بیعت کے چند کلمات پڑھنے کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے دل میں عشق الٰہی کا ایسا شعلہ پیدا ہوا کہ بالآخر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اجازت وخلافت عطا فرمادی۔ اس عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور وہاں ری یونین میں لوگوں نے بتایا کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں نوجوان کفر سے توبہ کر کے اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔ (ج۶ ص۲۷)

# ایک خاتون کی پریشانی



ایک مرتبہ فیصل آباد سے ایک خاتون آئی، میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ اس کی بات ضرور سنیں، بڑی پریشان ہے اور جب سے آئی ہے رو رہی ہے۔ اس کو ٹائم دیا۔ پردے میں بیٹھ کر بات کرنے لگی کہ میرا خاوند بڑا مل مالک ہے، امیر آدمی ہے، کھلا پیسہ ہے، شادی کے سات آٹھ سالوں میں اولاد کوئی نہیں ہے مگر یہ پریشانی کی بات نہیں کیونکہ خاوند میرے ساتھ خوشی کی زندگی گزار رہا ہے۔ ہم دونوں کو اس کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے، قسمت میں ہوئی تو ہو جائے گی، نہیں تو جو اللہ کو منظور۔ خاوند مجھے بہت چاہتا ہے، محبتوں والی زندگی گزار رہے ہیں، گھر کا سارا خرچ خاوند نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ نوکروں کا خرچہ، باورچی کا خرچہ، گارڈ کا خرچہ، مالی کا خرچہ، یہ تمام اخراجات میرا خاوند خود ادا کرتا ہے۔ جتنے گھر کے بل آتے ہیں، ٹیلی فون، بجلی، گیس وغیرہ کے وہ سب میرا خاوند ادا کرتا ہے۔ گاڑیاں ہیں، ڈرائیور ہیں، کاریں ہیں، بہاریں ہیں، روٹی ہے، بوٹی ہے، اللہ نے یوں تو زندگی میں ہر سہولت دی ہے۔ میری پریشانی یہ ہے کہ میرا خاوند مجھے میرے ذاتی خرچ کیلئے ہر مہینے صرف پچاس ہزار روپیہ دیتا ہے اور میرے خرچے

پورے نہیں ہوتے۔ یہ کہہ کر وہ عورت رونے لگ گئی کہ شاید میرے جیسا پریشان دنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔ وہ ایسے زاروقطار رو رہی تھی جیسے کسی کی وفات پر کوئی رویا کرتا ہے۔

اس عورت کو اس عاجز نے یہ بات سمجھائی کہ آپ کی پریشانی ختم ہونے والی نظر نہیں آتی۔ آپ کا خاوند آپ کو پچاس ہزار کی بجائے ایک لاکھ روپے ماہانہ بھی دینا شروع کر دے پھر بھی آپ کی پریشانی ختم نہیں ہوگی، دولاکھ بھی دے پھر بھی ختم نہیں ہوگی، پانچ لاکھ بھی ہر مہینے دیدے پھر بھی پریشانیاں ختم نہیں ہوں گی۔ وہ بڑی حیران ہوکر کہنے لگی کہ پیر صاحب! آپ مجھے بات سمجھائیں کیونکہ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ عاجز نے کہا کہ، بی بی! جس راستے سے آپ پریشانیوں کا حل ڈھونڈنا چاہتی ہیں اس راستے سے پریشانیوں کا حل ہوتا ہی نہیں۔ کہنے لگی کہ چاہتی تو ہوں کہ پریشانیاں ختم ہوں۔ عاجز نے کہا کہ، اگر آپ چاہتی ہیں تو اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق ڈھالیں، معصیت سے خالی زندگی اختیار کریں، آپ نے گناہوں بھری زندگی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلیا ہے۔ آئندہ آپ سنت والی زندگی کو اختیار کرکے اپنے خالق کو راضی کرلیں، آپ کے مال میں برکت آئے گی، تب آپ کی پریشانیاں خودبخود دور ہوجائیں گی۔ آپ کثرت سے مانگ رہی ہیں کہ وہ پچاس ہزار دیتا ہے تو ایک لاکھ دینا شروع کر دے لیکن یاد رکھنا کہ پھر بھی پریشانیاں رہیں گی۔

خیر عاجز نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے بات میں برکت رکھ دی۔ لہٰذا کہنے لگی کہ میں سچی توبہ کرنا چاہتی ہوں۔ عاجز نے اس کو توبہ کے کلمات پڑھا کے رخصت کیا۔ الحمدللہ تین چار مہینوں کے بعد اس نے فون کیا، کہنے لگی کہ اب تو میں نماز کی پابند ہوگئی ہوں، برقعہ میں نے کرلیا ہے، ٹی وی چھوڑ دیا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی کہ اب تو میں اچھی خاصی مولوی بن گئی ہوں، لیکن ایک بات بڑی عجیب ہے کہ اب میرے مہینے کے خرچے پندرہ ہزار میں پورے ہو جاتے ہیں اور میری باقی رقم یتیموں اور بیواؤں کے اوپر خرچ ہوتی ہے۔ (ج6 ص163)

## عمر میں برکت کا عجیب واقعہ

ہم لوگ ایک مرتبہ قزاقستان گئے تو ہمارے ساتھ امریکہ کے بھی کچھ دوست تھے۔ ایک جگہ میزبان نے علماء کو دعوت دی۔ اس نے ایک بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر سب کے سامنے رکھا۔ اب بھنا ہوا گوشت کھانا اچھا تو بڑا لگتا ہے مگر چربی ساتھ تھی۔ چربی سے تو آج کل کے نوجوان بھی گھبراتے ہیں اور ڈاکٹر بھی منع کرتے ہیں۔ ہم لوگ تو چن چن کے وہ بوٹیاں ڈھونڈتے ہیں جن کے ساتھ چربی بالکل نہ ہوتی۔ ہمارے ساتھ ایک عالم آ کر بیٹھ گئے جن کی عمر ماشاءاللہ کہیں 95 سال تھی اور وہ صرف چربی کھا رہے تھے۔ ہم لوگ جو چربی اتار کے رکھتے وہ اس کو اٹھا کے کھا لیتے۔ ہمارے لئے اس بات کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا کہ اتنی چربی؟ جب ہم پریشان ہو گئے تو انہوں نے چمچ اٹھائی اور جو چربی نیچے شوربے میں تھی وہ بھر بھر کے پینا شروع کر دی۔ چربی کی بوٹی کھاتے اور اوپر سے چربی کی چمچ پی لیتے۔ یا اللہ! اب تو ہمارے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ اس عاجز نے پہلے ان سے سلام دعا تو کیا ہی تھا اب ذرا تھوڑی سی بات بڑھائی اور ان سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہو گی؟ کہنے لگے، 95 سال۔ عاجز نے پوچھا کہ صحت ٹھیک رہتی ہے؟ فرمانے لگے کہ پچانوے سال کی عمر میں آج تک میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک گولی بھی اپنے منہ میں نہیں ڈالی، میں نے آج تک کسی ڈاکٹر کو اپنا ہاتھ نہیں دکھایا۔ ہم لوگ ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ یہ عمر میں برکت ہے۔ (ج 6 ص 170)

## قرآن کریم کی حقانیت

اس عاجز کو بیرون ملک میں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کا موقع ملا جہاں عیسائیوں کا پادری بھی بیٹھا ہوتا تھا، یہودیوں کا ربائی بھی ہوتا تھا اور ہندوؤں کا پنڈت بھی ہوتا تھا۔ گویا مختلف مذاہب کے عالم ہوتے تھے اور ہر ایک نے اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرنی ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک عیسائی نے پوچھا کہ آئندہ جب ہماری محفل ہوگی تو ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ اس عاجز نے کہا کہ ہر ہر مذہب والے کے پاس جو "اللہ کا کلام ہے" اس کی تلاوت کرنی چاہئے اور پڑھ کر سمجھانا بھی چاہئے کہ اس کا خلاصہ کیا ہے۔ اس بات پر سب آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ جب اگلی دفعہ پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے ہی کہا کہ آپ ہی ابتدا کریں۔ اس عاجز نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کا خلاصہ بھی انہیں سمجھایا کیونکہ یہ فاتحۃ الکتاب ہے۔ عاجز کے بعد عیسائی کی باری تھی۔ اس نے بائبل پڑھنی شروع کی۔ جب اس نے بائبل پڑھی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے ایک بات کی وضاحت مطلوب ہے۔ وہ کہنے لگا، کیا وضاحت مطلوب ہے؟ میں نے کہا، آپ بائبل کس زبان میں پڑھ رہے ہیں؟ کہنے لگا، انگریزی زبان میں۔ میں نے کہا، آپ اللہ کا کلام پڑھیں، اللہ کا کلام انگریزی زبان میں تو نازل نہیں ہوا تھا، چونکہ یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہر مذہب کے پاس جو اللہ کا کلام ہے وہ پڑھیں گے اس لئے آپ اللہ کا کلام پڑھیں۔ وہ کہنے لگا، جی وہ تو ہمارے پاس نہیں ہے، ہمارے پاس تو فقط اس کا انگلش ترجمہ ہے جو کہ انسانوں کے الفاظ ہیں۔ آگے یہودی بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ پھر تو ہمارے پاس بھی اللہ کا کلام نہیں ہے۔ میں نے پوچھا، کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ جس زبان میں ہماری یہ کتاب نازل ہوئی آج وہ زبان بھی دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے، اس زبان کو پڑھنے اور سمجھنے والے ہی موجود نہیں تو وہ کتاب کیسے پڑھیں۔

بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ پوری دنیا کے ادیان میں سے صرف دین اسلام والے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اللہ رب العزت کا کلام اصل شکل میں آج تک موجود ہے۔ جب اس عاجز نے انہیں بتایا کہ اس کتاب کے ہمارے ہاں حافظ بھی موجود ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ عاجز نے کہا کہ آپ کی کتاب کے کسی ایک صفحے کا کوئی حافظ ہو تو مجھے دکھائیں، اول تو کتاب ہی محفوظ نہیں اور جو کچھ موجود ہے اس کے ایک صفحے کا بھی کوئی حافظ نہیں۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے دین اسلام ہی کو بخشا ہے۔ (ج6ص193)

# قرآن کریم کا اعجاز

ایک پادری صاحب تھے۔ان کو شوق ہوا کہ میں قرآن مجید کا حافظ دیکھوں۔اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اس عاجز کا بیٹا حبیب اللہ بھی وہاں پہنچا ہوا تھا۔عاجز نے اسے بتایا کہ یہ بچہ اس وقت تک آدھے قرآن مجید کو حفظ کر چکا ہے اور بقیہ آدھا قرآن بھی حفظ کرلے گا۔وہ بڑا حیران ہو کر دیکھنے لگا۔بالآخر اس نے کہا کہ میں سننا چاہتا ہوں کہ یہ کیسے پڑھتا ہے۔عاجز نے حبیب اللہ سے کہا کہ تم دو رکعت میں ایک پارہ پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ بچے نے دو رکعت کی نیت باندھی اور اس نے ایک پارہ دو رکعت کے اندر پڑھا۔

اس پادری کی بیوی بھی ساتھ تھی۔وہ دونوں میاں بیوی حیران ہو کر دیکھتے رہے کہ یہ تو کتاب کو بالکل ہی نہیں دیکھ رہا،اس کے تو ہاتھ میں بھی کچھ نہیں ہے،اس کے باوجود بڑی روانی سے پڑھ رہا ہے۔ان کو سمجھ ہی نہ آئے کہ کس طرح ایک بچہ بن دیکھے پورے کے پورے ایک پارے کی نماز کے اندر تلاوت کر رہا ہے۔اس وقت احساس ہوا کہ واقعی دین اسلام کی کیسی برکت ہے کہ اگر چہ وہ لوگ اپنے مذہب کے پادری تھے مگر اس کے باوجود گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔(ج6ص194)

# کمسن حافظ قرآن

ہارون الرشید کے زمانے میں ایک پانچ سالہ بچے کو پیش کیا گیا۔اس کے باپ نے بتایا کہ یہ بچہ قرآن مجید کا حافظ ہے۔ہارون الرشید خود بھی قرآن مجید کا حافظ تھا۔اس نے کہا کہ میں بچے سے قرآن مجید سنوں گا۔چنانچہ باپ نے بیٹے سے کہا،بیٹا! قرآن سناؤ۔وہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ ضد کرنے لگا کہ ابو! پہلے میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ مجھے گڑ لے کر دیں گے۔اس زمانے میں گڑ ہی چیونگم ہوتا تھا۔بیٹے کے اصرار پر باپ نے وعدہ کیا کہ ہاں میں تمہیں گڑ کی ڈلی لے کر دوں گا۔اس نے کہا،اچھا سناتا ہوں۔ہارون الرشید نے پانچ جگہوں سے اس سے قرآن پاک سنا اور اس نے پانچوں جگہوں سے قرآن پاک صحیح صحیح سنا دیا۔سبحان اللہ۔(ج6ص195)

# نوے سال کی عمر میں حفظ قرآن

ایک صاحب کا اس عاجز کے ساتھ تعلق ہے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے قرآن مجید کا حفظ مکمل کیا۔ وہ اس عاجز کو فرمانے لگے کہ دستار بندی آپ نے کروانی ہے۔ یہ عاجز ان کے حکم پر وہاں پہنچ گیا۔ جب ان کی دستار بندی کروائی تو عاجز نے انکے سر کے بال، ان کی داڑھی کے بال، ان کی بھوؤں، پلکوں، مونچھوں، بازوؤں اور ہاتھوں کے بالوں کو دیکھا، عاجز کو انکے پورے جسم پر کہیں کوئی کالا بال نظر نہیں آرہا تھا۔ نوے سال کی عمر میں تو بندہ دنیا کی کئی باتیں بھول جاتا ہے مگر اس عمر میں بھی وہ بوڑھا قرآن مجید کا حافظ بن گیا۔ (ج۶ص۱۹۵)

# کمال حافظہ اور کمال نسیان

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''تراشے'' میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک عالم فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے دو کام ایسے ہوئے کہ کوئی بھی نہیں کر سکتا، ایک اچھا اور ایک برا۔ اچھا کام ایسا ہوا کہ کوئی کر نہیں سکتا اور برا کام بھی ایسا ہوا کہ کوئی کر نہیں سکتا۔ لوگوں نے پوچھا، کونسے کام؟ وہ کہنے لگے کہ ایک دفعہ علماء کی محفل میں تذکرہ ہوا کہ فلاں حافظ، فلاں حافظ، فلاں حافظ اور میرے بارے میں کہا کہ یہ عالم تو بڑا بھاری ہے مگر حافظ نہیں ہے۔ میں نے یہ سنا تو مجھے خیال آیا کہ میں آج سے ہی حفظ شروع کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت میں نے قرآن پاک کے پاروں کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ الحمدللہ، میں نے تین دن کے اندر قرآن پاک کا حفظ مکمل کر لیا۔

یہ خیر کا کام ایسا ہوا کہ کوئی ایسا کر نہیں سکتا اور ایک برا کام بھی مجھ سے ہوا۔ وہ یہ کہ ایک دن ہم محفل میں بیٹھے تھے۔ بیٹھے بیٹھے میرے بارے میں بات چل پڑی کہ یہ بڑے عقلمند ہیں اور چند خوبیوں کا ذکر ہوا۔ یہ سن کر میرے اندر بھی خود پسندی آ گئی کہ ہاں واقعی میرے جیسا تو کوئی عقلمند ہے ہی نہیں۔ میرے اندر جو خود پسندی اور عجب کی تھوڑی سی کیفیت آئی اس کا نتیجہ مجھے یہ ملا کہ جمعہ کا دن تھا، میں جمعہ کی تیاری کرنے کیلئے گھر گیا۔ تیاری کے

دوران خیال آیا کہ میں اپنے بال اور ناخن کاٹوں۔ جب میں نے ناخن کاٹ لئے تو میں نے سوچا کہ میری داڑھی کے بال کافی بڑھ گئے ہیں میں ان کو سنت کے مطابق نیچے سے برابر کردوں۔ چونکہ ایک مٹھی کے برابر بال رکھنا سنت ہے۔ اس سے بڑے بال ہو جائیں تو کاٹے جاسکتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں ایک مٹھی بھرا اپنے بال پکڑ کر کاٹنے لگا تو بے دھیانی میں نیچے سے کاٹنے کی بجائے اوپر سے کاٹ بیٹھا۔ جب میں مسجد میں آیا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی۔ ہر بندہ پوچھ رہا تھا اور میں بتا رہا تھا کہ میں بھول گیا ہوں۔ جس بندے کے تین دن میں قرآن مجید حفظ کرنے کے چرچے دنیا میں تھے اس کی بیوقوفی کی یہ بات اس قدر مشہور ہوئی کہ ہر جگہ اس کی بدنامی ہوئی۔ (ج6ص196)

## ایک حافظ کا واقعہ

اس عاجز کی اپنی زندگی کا ایک واقعہ ہے۔ ہمارے محلّہ کی مسجد میں ایک حکیم صاحب تھے۔ کونے پر ان کی دکان تھی۔ ان کا نام احمد بخش تھا۔ وہ قرآن پاک کے بڑے اچھے حافظ تھے اور خوب پڑھتے تھے۔ ہم اس وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ رمضان المبارک کا دن تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ آج ستائیس کی رات ہوگی، اگر آج رات پورا قرآن سنادیں تو بڑا مزہ آئے گا۔ ان کا حفظ بھی بڑا پکا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا میں آؤں گا۔ مسجد کوثر میں انہوں نے سنانا تھا۔

اس وقت عاجز کی عمر ۹ سال کے قریب تھی۔ عاجز بھی وہاں پہنچ گیا۔ حافظ صاحب نے دو رکعت کی نیت باندھ لی۔ انہوں نے ایک رکعت میں ۲۹ پارے پڑھے۔ ان ۲۹ پاروں میں ان کی کوئی غلطی بھی نہ آئی۔ پیچھے آٹھ دس حافظ کھڑے تھے وہ سب چپ رہے۔ کہیں کوئی اٹکن بھی پیش نہ آئی کہ پیچھے سے کوئی لقمہ مل جاتا۔ پڑھتے چلے گئے۔ ۲۹ پاروں کے بعد انہوں نے رکوع کیا۔ پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ انہوں نے آخری پارہ بھی کافی پڑھ لیا۔ جب سورۃ اخلاص یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے لگے تو بھول گئے، کوئی متشابہ لگ گیا۔ اب وہ اس سورۃ سے نکلنا چاہتے ہیں

مگر نکل نہیں پاتے۔ جب دو تین دفعہ اس کو لوٹایا اور آگے نہ نکل سکے تو اس وقت ایک غیر حافظ بندے نے ان کو لقمہ دیا اور حافظ نے غیر حافظ سے لقمہ لے کر سورۃ اخلاص مکمل کی۔

نماز کے بعد لوگ بڑے خوش تھے مگر قاری صاحب کو پسینہ آیا ہوا تھا۔ جب اٹھ کر جانے لگے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت! کیا بنا؟ کہنے لگے، نہ پوچھو، ۲۹ پارے پڑھ لئے تو بڑی خوشی ہوئی۔ جب سورۃ اللّھَبِ پڑھ رہا تھا تو اس وقت دل میں خود پسندی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اس وقت میرے جیسا بندہ پورے شہر میں کوئی نہیں ہوگا جو دو رکعت میں قرآن سنا سکے۔ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۃ اخلاص میں متشابہ لگوا دیا۔ یہ بتا دیا کہ یہ تیرا کمال نہیں یہ تو میرا کمال ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا کمال ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کے لئے قرآن پاک کا یاد کرنا آسان فرما دیتا ہے اس لئے حفاظ کو اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا چاہئے۔ (ج6 ص197)

## دین و ایمان کی تاثیر

ایک مرتبہ ہم امریکہ میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے۔ سامنے مین روڈ تھا۔ ہم دو آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے سامنے سڑک پر ایک خاتون تیزی کے ساتھ کار چلاتی ہوئی گزری۔ لیکن چند میٹر آگے جا کر اس نے بریک لگا دی۔ اس نے گاڑی موڑی اور ایک دو منٹ میں اس نے ہمارے قریب آ کر گاڑی کھڑی کر دی۔ وہاں پر عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس منزل پر جا رہا ہو اس کے پاس اس کا پورا ایڈریس نہ ہو تو اسے پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ ہم نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہ امریکن عورت راستہ بھول گئی ہو اور ہم سے کوئی پتہ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

اس عاجز نے اپنے ساتھ والے دوست سے کہا کہ آپ جائیں اور اس سے پوچھیں کہ آپ کو ڈائریکشن کی ضرورت ہے؟ جب اس نے جا کر پوچھا تو وہ کہنے لگی نہیں، میں تو اپنے گھر جا رہی ہوں اور گھر کی ڈائریکشن تو ہر ایک کو آتی ہے۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے گھر کی بجائے اصلی گھر کا راستہ دکھانا چاہتے تھے۔ اس نے جب کہا کہ میں اپنے گھر جا رہی ہوں تو ہمارے دوست نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں کیوں بریک لگائی؟

اسکے جواب میں وہ کہنے لگی کہ یہ بندہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بندہ مسلمان ہے۔ وہ کہنے لگی کہ اس سے پوچھو کہ کیا یہ مجھے بھی مسلمان بنا سکتے ہیں۔ نہ نام کا پتہ اور نہ ہی ایڈریس کا پتہ، فقط نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں ایسی تاثیر ڈال دی کہ وہیں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس عاجز نے اسے اپنا رومال دے دیا جس کو اس نے اپنا دوپٹہ بنالیا اور پھر اپنے گھر کو روانہ ہوگئی۔ سبحان اللہ۔ (ج7 ص106)

## نور قرآن

پاکستان کے ایک تحفیظ القرآن کے مدرسے کے اساتذہ، ناظم اور مہتمم کا اس عاجز سے تعلق ہے۔ انہوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ ان کے مدرسے کے بارے میں مشہور ہے کہ جو بچہ وہاں گردان کر لیتا ہے وہ ساری زندگی قرآن پاک نہیں بھولتا۔ ان کی اپنی ایک ترتیب ہے جس سے وہ یاد کرواتے ہیں۔ خیر جب وہاں گئے تو دیکھا کہ وہاں کے بچوں کے چہروں پر واقعی قرآن کا نور تھا۔ (ج6 ص199)

## پرسکون نیند کی قدر

امریکہ میں ہمارے ایک دوست ڈاکٹر ہیں۔ وہ خود ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ اللہ کی شان کہ ان کا یہ والو خراب ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو کچھ معدے میں ہوتا ہے وہ ذرا بھی الٹے ہوں تو وہ سب کچھ منہ سے باہر نکلتا ہے۔ ان کی پریشانی حد سے بڑھ گئی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ لہٰذا آپ کو اپنی باقی زندگی بیٹھ کر گزارنا پڑے گی۔ آپ لیٹ بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ جب وہ ہمیں ملنے کیلئے آتے ہیں تو سب لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں لیکن وہ بیچارے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر پاؤں لمبے کر کے بیٹھے ہوتے ہیں اور اسی حالت میں ان کو نیند آجاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے لیٹ کر سونے والی نعمت چھین لی ہے۔ ان کو دیکھ کر ہمیں یہ احساس ہوا کہ اے مالک! لیٹ کر بستر پر آرام سے سو جانا آپ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ (ج8 ص27)

# صنف نازک کی استقامت

اس عاجز کو 1994ء میں سمرقند جانے کا موقع ملا تو جامع مسجد کلاں سمرقند میں خطبۂ جمعہ دیا۔ نماز جمعہ کے بعد چند نوجوان اس عاجز کے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! آپ ہمارے گھر میں تشریف لے چلیں، ہماری والدہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ اس عاجز نے معذرت کر دی کہ اتنے لوگ یہاں موجود ہیں، میں ان کو چھوڑ کر وہاں کیسے جاؤں۔ مفتی اعظم سمرقند اس عاجز کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔ وہ کہنے لگے، حضرت! آپ ان کو انکار نہ کریں، میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا، ان کے ہاں جانا ضرور ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ ہم دوستوں سے ملاقات کر کے چل پڑے۔

راستے میں مفتی اعظم بتانے لگے کہ ان نوجوان لڑکوں کی والدہ ایک مجاہدہ اور پکی مومنہ ہے۔ جب کیمونزم کا انقلاب آیا تو اس وقت وہ بیس سال کی نوجوان لڑکی تھی۔ اس کے بعد اب ستر سال گزر چکے ہیں، اس طرح اس کی عمر نوے سال ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیمونزم کے دور میں اتنا مضبوط ایمان دیا تھا کہ ادھر دہریت کا سیلاب آیا اور ادھر یہ نوجوان لڑکیوں کو دین پر جمے رہنے کی تبلیغ کرتی تھی۔ ان سے گھنٹوں بحث کرتی اور ان کو کلمہ پڑھا کر ایمان پہ لے آتی۔ ہم پریشان ہوتے کہ اس نوجوان لڑکی کی جان بھی خطرے میں ہے اور یہ دہریے قسم کے فوجی اس کی عزت خراب کریں گے اور اسے سولی پر لٹکا دیں گے۔ لہٰذا ہم اسے سمجھاتے، بیٹی! تو جوان العمر ہے، تیری عزت و آبرو اور جان کا معاملہ ہے، تو اتنا کھل کر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ نہ کیا کر۔ مگر وہ کہتی کہ میری عزت و آبرو اور جان اسلام سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ میری جان اللہ کے راستے میں قبول ہو گئی تو کیا فرق پڑ جائے گا۔ لہٰذا یہ عورتوں کو کھلے عام تبلیغ کرتی رہتی، حتیٰ کہ سینکڑوں کی تعداد میں عورتیں دہریت سے توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئیں۔ ہمیں اس کا ہر وقت خطرہ رہتا، سب علماء پریشان تھے کہ پتہ نہیں اس لڑکی کا کیا بنے گا؟ پتہ نہیں

کونسا دن ہوگا جب اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور اس کو سارے لوگوں کے سامنے بے لباس کر کے ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا۔ مگر یہ نہ گھبراتی، یہ ان کو دین کی تبلیغ کرتی رہتی۔ حتی کہ اس نے ستر سال تک دین کی تبلیغ کی اور یہ ہزاروں عورتوں کے ایمان لانے کا سبب بن گئی۔ اب وہ بیمار ہے، بوڑھی ہے اور چار پائی پر لگی ہوئی ہے۔ اس عورت کو آپ کے بارے میں کسی نے بتایا کہ پاکستان سے ایک عالم آئے ہیں۔ اس کا جی چاہا کہ وہ آپ سے گفتگو کرے، اس لئے میں نے کہا کہ آپ انکار نہ کریں۔

اس عاجز نے جب یہ سنا تو دل بہت خوش ہوا کہ جب وہ ایسی اللہ کی نیک بندی ہے تو ہم بھی ان سے دعا کروائیں گے۔

جب ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ صحن میں ان کی چار پائی پڑی ہوئی تھی اور وہ اس پر لیٹی ہوئی تھی۔ لڑکوں نے اس کے اوپر ایک پتلی سی چادر ڈال دی۔ ہم چار پائی سے تقریباً ایک میٹر دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس عاجز نے جاتے ہی سلام کیا۔ سلام کرنے کے بعد عاجز نے عرض کیا، اماں! ہمارے لئے دعا مانگئے۔ ہم آپ کی دعائیں لینے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ جب اس عاجز نے عرض کیا تو اس نے اس چادر کے اندر ہی اپنے ہاتھ اٹھائے اور بوڑھی آواز میں سب سے پہلے یہ دعا مانگی ''خدایا! ایمان سلامت رکھنا، یقین کیجئے کہ ہماری آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ اس دن احساس ہوا کہ ایمان کتنی بڑی نعمت ہے کہ ستر سال تک ایمان پر محنت کرنے والی عورت اب بھی جب دعا مانگتی ہے تو پہلی بات کہتی ہے ''خدایا! ایمان سلامت رکھنا''۔ (ج8ص143)

## ایک نوجوان کی استقامت

سمرقند کے سفر میں ایک عالم ایک نوجوان کو اس عاجز سے ملانے کیلئے لائے اور بتایا کہ یہ وہ خوش نصیب نوجوان ہے جو روسی انقلاب کے زمانے میں پانچ مرتبہ اذان دے کر کھلے عام نمازیں پڑھتا تھا۔ یہ سن کر اس عاجز کو حیرت ہوئی اور پوچھا، وہ کیسے؟ اس نوجوان نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا اہٹا دیا۔ ہم نے دیکھا تو اس کی پیٹھ کے ایک ایک

انچ جگہ پر زخموں کے نشانات موجود تھے۔ اس عاجز نے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے اپنی داستان بیان کرنا شروع کی۔ وہ کہنے لگا، جب میں نے پہلی مرتبہ اذان دی تو پولیس والے مجھے پکڑ کر لے گئے اور خوب مارا۔ میں جان بوجھ کر اس طرح بن گیا جس طرح کوئی پاگل ہوتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ مارتے میں اتنا ہی زیادہ ہنستا۔ ایک وقت میں کئی کئی پولیس والے مارتے مارتے تھک جاتے مگر میں اللہ کے نام پر مار کھاتے کھاتے نہ تھکتا۔ مجھے بجلی کے جھٹکے بھی لگائے گئے مگر میں نے برداشت کر لئے۔ مجھے کئی کئی گھنٹے برف پر لٹایا گیا، مجھے پوری پوری رات الٹا لٹکایا گیا، مجھے گرم چیزوں سے داغا گیا، میرے ناخن کھینچے گئے مگر میں اس طرح محسوس کرواتا جیسے کوئی پاگل ہوتا ہے۔ میں جان بوجھ کر پاگلوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ پولیس والوں نے ایک سال میری پٹائی کرنے کے بعد مجھے پاگل خانے بھجوا دیا۔ وہاں بھی میں نے ایک سال اسی طرح گزارا۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر نے لکھ کر دیدیا کہ یہ شخص پاگل ہے، اس کا ذہنی توازن خراب ہے، یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، یہ اپنے آپ میں ہی مگن رہتا ہے، لہٰذا اب اس کو دوبارہ گرفتار نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس ڈاکٹر کی رپورٹ پر مجھے آزاد کر دیا گیا۔ جب میں باہر آیا تو میں نے ایک جگہ پر چھوٹی سی مسجد نما جگہ بنائی، میں وہیں دن میں پانچ مرتبہ اذانیں دیتا اور پانچ نمازیں کھلے عام پڑھا کرتا تھا۔ اس عاجز نے بڑھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا (ج 8 ص 146)

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں ہوتی　　　ہو جس کے نوجوانوں کی خودی صورت فولاد

یہ عاجز اس نوجوان کے چہرے کو بار بار دیکھتا اور اس کی ثابت قدمی پر رشک کرتا رہا۔

ازل سے رچ گئی ہے سربلندی اپنی فطرت میں　　　ہمیں کٹنا تو آتا ہے مگر جھکنا نہیں آتا

# بی اے پاس لڑکی کی زبوں حالی

ہمارے جامعہ میں ایک لڑکی آئی۔ اس وقت اس کی عمر بائیس سال تھی۔ وہ بی اے کر چکی تھی۔ اس نے جامعہ کی پرنسپل صاحبہ سے کہا کہ میری امی میری شادی کرنا چاہتی

ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ مجھے غسل کے مسائل سمجھا دیں۔ انہوں نے پوچھا، کہ آپ تو تقریباً پندرہ سال کی عمر میں جوان ہوئی ہوں گی؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ پندرہ سال کی عمر سے لے کر اب تک آپ ہر مہینے غسل بھی کرتی ہوں گی۔ اس نے کہا، نہیں میں باقاعدہ غسل تو نہیں کیا کرتی تھی۔ بس جیسے دوسرے نہاتے تھے ویسے ہی میں بھی نہالیتی تھی۔ مجھے تو یہ نہیں پتہ تھا کہ غسل بھی کرنا ہوتا ہے۔ اب اس نوجوان لڑکی کے نو سال جو ناپاکی میں گزرے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی اور تلاوت بھی کی ہوگی۔ لیکن جب غسل ہی ٹھیک نہیں تھا تو یہ گناہ کس کو ہوا ہوگا؟ یقیناً اس کے ماں باپ کو ہوا ہوگا۔ (ج 8 ص 162)

## علماءِ حق کی قربانیوں کی ایک جھلک

مولانا جعفر تھانیسریؒ اپنی کتاب ''تاریخ کالا پانی'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارا علماء کا ایک قافلہ تھا۔ انگریز نے اس قافلے کو دہلی سے لاہور بھیجا۔ مگر جس انگریز نے دہلی سے لاہور بھیجا اس نے ہمیں فقط ہتھکڑیاں لگائیں لہٰذا ہم بڑے اطمینان سے اللہ اللہ کرتے ہوئے دہلی سے لاہور پہنچ گئے۔ لیکن لاہور جیل کا انچارج بہت ہی جابر اور متشدد قسم کا آدمی تھا۔ اس نے کہا، یہ مولوی آرام کے ساتھ سفر کر کے یہاں آ گئے!!! اب میں ان کو سبق سکھاؤں گا کہ یہ ہمارے ساتھ کیسے غداری کرتے ہیں اور ہمارے نمک حرام بنتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ریل گاڑی کے اندر چھوٹے چھوٹے کیبن بنوائے اور ہر کیبن میں چاروں طرف کیل لگوائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیٹھنے کی جگہ کے چاروں طرف ایک ایک دو دو انچ کے فاصلے پر کیل لگے ہوئے تھے۔ ان کیبنوں میں ہمیں بٹھایا گیا۔ جب ریل گاڑی چلتی اور پیچھے جھٹکا لگتا تو ہمارے جسم پر پیچھے کیل چبھ جاتے۔ جب دائیں طرف جھٹکا لگتا تو دائیں طرف کیل چبھ جاتے، جب بائیں طرف جھٹکا لگتا تو بائیں طرف کیل چبھ جاتے۔ چلتی ہوئی گاڑی پر ہمیں پتہ نہیں ہوتا

تھا کہ بریک لگی ہے یا نہیں۔ جب یکدم بریک لگتی تو ہمارے ان زخموں پر پھر کیل چبھتے۔ فرماتے ہیں کہ وہیں پسینہ بھی نکلتا اور خون بھی بہتا۔ سو بھی نہیں سکتے تھے۔ ہمیں انہوں نے لاہور سے ملتان بھیجنا تھا۔ یہ تکلیف دہ سفر ایک ماہ میں طے ہوا۔ اور ہم پورا مہینہ دن کو بھی بیٹھے رہتے اور رات کو بھی بیٹھے رہتے۔ اسی جگہ پر ہمارا پیشاب پاخانہ بھی نکل جاتا تھا۔ مگر ہمارے لئے پانی وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے بدبو بھی بہت زیادہ تھی۔ اتنی سخت سزا اس لئے دی کہ ہم تنگ آ کر کہہ دیں کہ جی آپ جو کچھ کہتے ہیں ہم مان لیتے ہیں۔ مگر قربان جائیں ان کی عظمتوں پر کہ انہوں نے یہ تکلیف تو برداشت کر لی مگر انہوں نے فرنگی کی بات کو ماننا پسند نہ کیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کے اتنے پر مشقت سفر کے بعد جب ہم ملتان پہنچے تو وہاں پر موجود حاکم نے کہا کہ ان لوگوں کو ہم کل پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیں گے۔ جب ہم نے پھانسی کی خبر سنی تو ہمارے دل خوش ہوئے کہ اب ہمیں اپنا مقصود نصیب ہو جائے گا۔

اگلے دن وہ جب ہمیں پھانسی دینے کیلئے آیا تو اس نے دیکھا کہ ہمارے چہروں پر رونق تھی۔ کیونکہ تھکاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ ہمارے تروتازہ چہروں کی رعنائی دیکھ کر وہ کہنے لگا، او ملاؤ! تمہارے چہرے پر مجھے تازگی کیوں نظر آ رہی ہے؟ ہم میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہمارے چہرے اس لئے تروتازہ ہیں کہ آپ ہمیں پھانسی دیں گے تو ہمیں شہادت نصیب ہو جائے گی۔ جب اس نے یہ بات سنی تو وہ وہیں سے واپس اپنے دفتر چلا گیا اور اس نے اپنی بڑی اتھارٹیز سے رابطہ کیا اور بتایا کہ یہ تو خوش ہیں کہ ان کو پھانسی دیدی جائے۔

چنانچہ اس نے واپس آ کر اعلان کیا کہ او ملاؤ! تم خوش ہو کر موت مانگتے ہو لیکن ہم تمہیں موت بھی نہیں دینا چاہتے، ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے تمہیں کالا پانی بھیج دیا جائے۔

اس جگہ پر پہنچ کر مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھا۔ فرماتے ہیں:

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا　　　کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

(ج 8 ص 172)

# ہماری معاشرتی حالت زار

''ہمبرگ'' جرمنی کا ایک شہر ہے۔ وہاں ہمارے ایک دوست رہتے ہیں۔ وہ جرمن ائیر لائن میں کام کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے گھر ٹھہرنا ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مسجد یہاں سے ایک گھنٹہ کے فاصلے پر ہے، آپ نے مسجد سے اتنا دور کہاں گھر لے لیا؟ وہ کہنے لگا، یہاں ہمسائے بہت اچھے ہیں، بڑے پڑھے لکھے جرمن لوگ رہتے ہیں اور وہ مسلمانوں کو یہاں کرایہ پر بھی مکان نہیں دیتے۔ بس مجھے یہاں مکان مل گیا اور یہیں رہتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو کرایہ پر مکان کیوں نہیں دیتے؟ کہنے لگے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے اور جس جگہ یہ مکان بنا لیتے ہیں وہ پوری کمیونٹی کا گندا پوائنٹ بن جاتا ہے، اس لئے وہ ان کو کرایہ پر مکان نہیں دیتے۔

میں نے کہا، اب میں آپ کو ایک بات بتاؤں؟ کہنے لگے، بتائیے۔ میں نے کہا کہ جب ہم صحیح معنوں میں مسلمان تھے اس وقت یہ حالت تھی کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اسے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی۔ ایک آدمی خریدنے کیلئے آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ یہ مکان کتنے کا دیں گے؟ وہ یہودی کہنے لگا، دو ہزار دینار کا۔ اس نے کہا، جی اس جیسا مکان تو یہاں ایک ہزار دینار کا ملتا ہے۔ یہودی اس کے جواب میں کہنے لگا کہ واقعی ایک ہزار دینار تو اس مکان کی قیمت ہے اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس کی قیمت ہے۔ سبحان اللہ۔ (ج 8 ص 243)

# گناہ کا نقد بدلہ

ایک سنار کی بیوی جوان تھی۔ وہ خوش شکل تھی۔ ایک دن وہ سنار جب گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی بیٹھی رو رہی ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا، یہ بچہ جو دو تین سال کا تھا اور اسے ہم نے گھر میں بیٹے کی طرح پالا تھا، اب سولہ سترہ سال کا ہو چکا ہے، اسے میں نے سبزی لینے بھیجا تھا، جب وہ سبزی لے کر واپس آیا اور میں اس سے سبزی لینے لگی تو اس نے سبزی دیتے ہوئے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا، اس وقت

میں نے اس کی نگاہوں کو برامحسوس کیا، مجھے یوں لگا کہ اس نے میرے ہاتھ کو بری نیت سے دبایا ہے، مجھے اس پر بہت افسوس ہوا جس کی وجہ سے میں رو رہی ہوں۔

جب بیوی نے یہ بات سنائی تو خاوند کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آ گئے۔ بیوی پوچھنے لگی، جی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا، یہ اس کا قصور نہیں ہے بلکہ میرا قصور ہے۔ اس نے کہا، آپ کا قصور کیسے؟ وہ کہنے لگا میں سنار ہوں، آج ایک عورت چوڑیاں لینے آئی، اس نے چوڑیاں خریدیں، اس نے وہ چوڑیاں خود پہننے کی کوشش کی۔ جب وہ نہ پہن سکی تو وہ مجھے کہنے لگی کہ ذرا یہ چوڑیاں مجھے پہنا دیں۔ چنانچہ جب میں اسے پہنانے لگا تو مجھے اس کے ہاتھ خوبصورت اور ملائم لگے، میں نے اس کے ہاتھوں کو شہوت سے دبایا، اس کے بدلے میرے نوکر نے میری بیوی کے ہاتھوں کو شہوت سے دبا دیا۔ (ج9 ص177)

## دنیا کی دوڑ میں دین سے بے فکری

ایک مرتبہ ہم ساؤتھ افریقہ میں تھے۔ وہاں ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کا Life Style (طرز زندگی) انگریزوں والا تھا۔ وہ بڑی خوشی سے بتانے لگے کہ میں بھی ڈاکٹر ہوں، میرے تین بیٹے بھی ڈاکٹر ہیں، پھر ان کی بیویاں بھی ڈاکٹر ہیں، ہماری فیملی میں آٹھ نو ڈاکٹر ہیں۔ کوئی انگلینڈ میں ہے، کوئی امریکہ میں ہے اور کوئی فلاں جگہ پر ہے۔ اب سوچئے کہ ان کو فقط اس بات پر ناز ہے کہ ان کے خاندان میں آٹھ نو میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور اس بات کی پروا بھی نہیں کہ ان میں سے کون دین پر ہے اور کون دین پر نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کی زندگی پر خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا اچھا کام کر لیا ہے، حالانکہ یہ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

**قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا. اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا.** (۱۰۳،۱۰۴)

کہہ دیجئے کہ میں آپ کو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والوں کے بارے میں نہ بتاؤں، وہ لوگ جن کی تمام کوششیں دنیا کیلئے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ (ج10 ص195)

# شریعت وسنت کی اہمیت

ایک مرتبہ ایک صاحب اس عاجز سے ملنے کیلئے آئے۔ وہ جوان تھے۔ وہ پچھلے بائیس سالوں سے متواتر صائم الدھر (روزانہ روزہ رکھنے والے) تھے۔ جب انہوں نے عاجز کو بتایا تو پاس بیٹھنے والے متعلقین بڑے حیران ہوئے۔ میں نے کہا، یہ کام آسان ہے۔ وہ کہنے لگے، جی وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ ان سے کہیں کہ ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن افطار (ناغہ) کرے۔ جب انہوں نے ان سے یہ بات کی تو وہ کہنے لگے کہ جی کام مشکل ہے۔ پھر میں نے انہیں سمجھایا کہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا سنت ہے، اسی لئے اس کو مشکل نظر آرہا ہے کیونکہ صائم الدھر رہنا آسان ہے اور ایک دن کے وقفہ سے روزہ رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ جس طرح لوگ صبح وشام کھانے کی عادت بنا لیتے ہیں اسی طرح اس نے سحری اور افطاری کے وقت کھانے کی عادت بنالی تھی، اس لئے اس کیلئے آسان تھا۔ لہٰذا یہ اصول ذہن نشین کرلیں کہ ہر حال میں سنت وشریعت پر عمل کرنے سے زیادہ بوجھل کام نفس کیلئے کوئی نہیں ہوتا۔ لہٰذا نفس کی جتنی اصلاح اس کام سے ہوتی ہے اور کسی کام سے اتنی اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لئے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ دوپہر کے وقت سنت کی نیت سے تھوڑی دیر قیلولہ کی نیت سے سو جانے پر وہ اجر ملتا ہے جو کروڑہا نفلی شب بیداریوں پر بھی نہیں مل سکتا۔ تو اصول یہ بنا کہ اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرتا ہے۔ یقیناً اس بندے کی طبیعت سنت کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ عام آدمی کو سنت پر عمل کرنے کیلئے تکلف کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ والوں کو کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔ (ج9ص222)

# قید کی زندگی کا ایک واقعہ

پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک دوست نے مجھے کہا، حضرت! اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا، کونسی چیز؟ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ وہ چیز دیکھ کر یقیناً

خوش ہوں گے لہٰذا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میں آپ کو لئے چلتا ہوں۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے چلیں۔ اس نے مجھے اپنی گاڑی پر بٹھالیا اور تقریباً دس کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد اس نے بریک لگادی۔ وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اتر آیا اور مجھے بھی کہا، حضرت! آپ بھی اتر آئیں۔ چنانچہ میں بھی اتر گیا۔ اس نے مجھے وہاں سڑک کے کنارے پر برگد کا ایک ایسا درخت دکھایا جو سخت آندھی کی وجہ سے جڑوں سے اکھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ اس درخت کی کیا خوبی ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ ذرا اس کے قریب ہو کر اس کی جڑوں کے اندر دیکھیں۔ چنانچہ جب میں نے قریب ہو کر دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ اس درخت کی جڑوں کے درمیان والی مٹی میں نورانی چہرے والے ایک باریش آدمی کی میت دفن تھی۔ اس میت کو درخت کی جڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ درخت کے اکھڑنے کی وجہ سے اس کی جڑوں میں مٹی گر گئی جس کی وجہ سے اس کی میت نظر آرہی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت تھے۔ سبحان اللہ بعد میں ہم نے غور کیا کہ یہ درخت تقریباً ایک سو سال پہلے لگایا گیا تھا۔ جوں جوں درخت بڑھتا گیا اس کی جڑیں اس آدمی کی میت کو چاروں طرف سے گھیرتی گئیں۔ معلوم نہیں کہ اس آدمی کو اس درخت کے لگنے سے کتنا پہلے دفن کیا گیا تھا۔ (ج 10 ص 178)

## اسلامی تاریخ کا نادر واقعہ

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروادیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروادے مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں، اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آجائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا، ایسا بندہ آپ کو کہاں سے مل سکے گا۔ اس نے کہا اچھا میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں...... اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا...... چنانچہ اس نے ان کو لالچ دیا کہ ہم تجھے سلطنت دیں گے تم ہمارا مذہب قبول کرلو۔ مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، جب انہوں نے کوئی توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس دوران اس کی نوجوان

بیٹی نے پوچھا، ابا جان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا، بیٹی! یہ معاملہ ہے۔ وہ کہنے لگی، ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو Track (راستہ) پر لاتی ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرے میں بند کروادیا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے Track (راستہ) پر لے آؤ۔ اب وہ لڑکی اس کیلئے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی۔ اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا۔ وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں، دنیا کا ہر مرد عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور میں اس قدر خوبصورت ہوں کہ ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں۔ اور میں تمہارے لئے روزانہ بن سنور کر آتی رہی، مگر تم نے تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مرد نہیں ہے یا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیر عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی کچھ تعلیمات دو۔ چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانی شروع کر دیں۔ ......شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے...... بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئی لہٰذا انہوں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا۔ وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی...... اللہ اکبر......

حیرت کی بات ہے کہ ایک جوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے چالیس دن تک تنہائی میں کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا...... یا اللہ! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے...... فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا...... یہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی...... مگر آج نوجوانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ گناہ اس لئے نہیں کر پاتے کہ کوئی گناہ کیلئے تیار نہیں ہوتا ورنہ اگر کوئی گناہ کا اشارہ کر دے تو گناہ کیلئے ابھی تیار ہو جائیں۔ (ج10ص197)

# جب دل کی دنیا بدل گئی

مجھے امریکہ میں ایک جگہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک خاتون ہے جو پہلے یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور اب مسلمان ہو چکی ہے۔ وہ بڑی پکی مسلمان ہے۔ اس کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ بہت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتی ہے جب وہ نماز پڑھتی ہے تو اس میں ڈوب ہی جاتی ہے۔ وہ اہتمام سے وضو کرتی ہے، پھر وہ اپنے خاص کپڑے پہنتی ہے جو اس نے نماز کیلئے بنائے ہوئے ہیں، پھر وہ تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان عورتیں اس کو دیکھ کر شرما جاتی ہیں اور صحیح معنوں میں دیندار بننے کی کوشش کرتی ہیں۔

مجھے بتایا گیا کہ وہ کچھ مسائل پوچھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر انگلش میں گفتگو کرنے لگی، وہ مسائل پوچھتی رہی، اس نے تقریباً دو گھنٹے اسلام سے متعلق بڑے اچھے اچھے سوال کئے۔ واقعی اس کے دل میں علم حاصل کرنے کی طلب تھی۔ گفتگو کے دوران میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسا لمحہ تھا جب آپ کے دل کی دنیا بدلی اور آپ مسلمان بن گئیں؟

وہ کہنے لگی کہ میرے خاوند کی جدہ میں ملازمت تھی اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔ اس سے پہلے ہم دونوں امریکہ میں ایک دفتر میں کام کرتے تھے۔ دفتر والوں نے کہا کہ ہم نے جدہ میں ایک نیا دفتر کھولا ہے، اگر کوئی وہاں جانا چاہے تو ہم تنخواہ اور سہولیات بھی زیادہ دیں گے اور انہیں ایک اور ملک دیکھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ ہم دونوں میاں بیوی تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس طرح ہم جدہ میں پہنچ گئے۔ میں یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں میں کچھ لوگوں کو دیکھتی کہ وہ سفید لباس پہن کر کہیں جا رہے ہوتے تھے، کبھی کاروں میں اور کبھی بسوں میں۔ میں حیران ہوتی کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔ چنانچہ میں ان

کے بارے میں اپنے خاوند سے پوچھتی۔ وہ کہتا کہ یہاں مسلمانوں کا کعبہ ہے یہ وہاں جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے دل مین تڑپ پیدا ہوئی کہ ہم مسلمانوں کے کعبہ کو جا کر کیوں نہیں دیکھتے۔ وہ کہنے لگا کہ وہاں غیر مسلم نہیں جاسکتے۔ میں نے کہا کہ اگر ہم نہیں جاسکتے تو کم از کم کوشش تو کر سکتے ہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موقع دیدے۔ وہ کہنے لگی کہ اگلے دن میں نے مسلمان عورتوں جیسا ایک رومال لیا اور سر پر باندھ لیا اور میرے خاوند نے بھی سر پر ٹوپی کر لی اور ہم بھی اسی راستے پر چل پڑے۔ قدرتی بات ہے کہ وہ ایسا وقت تھا کہ جب ٹریفک پولیس والے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے ایک بندہ چیک کرنے کیلئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ ٹریفک زیادہ تھی اور وہ چیک کرنے والا ایک بندہ تھا۔ وقت بھی رات کا تھا۔ لہٰذا وہ دور سے ہی سب کو جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس طرح ہم بھی اسی ٹریفک میں آگے نکل گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کعبہ کہاں ہے؟ انہوں نے حرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ہے۔ چنانچہ ہم حرم میں داخل ہو گئے۔ ہم چلتے چلتے جب مطاف میں پہنچے تو ہم نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی۔ ہمیں وہاں اتنی برکتیں، اتنی رحمتیں اور اتنے انوارات نظر آئے کہ ہم دونوں کی نگاہیں وہاں ٹکی رہ گئیں۔ میں بھی رونے لگی اور میرا خاوند بھی رونے لگا۔ کچھ دیر تک ہم دونوں وہاں کھڑے روتے رہے۔ دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ بالآخر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس جگہ حقیقت ملی ہے اور میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں حقیقت ملی ہے تو ہم دونوں نے کہا کہ ہاں حقیقت ملی ہے۔ چنانچہ اسی لمحے ہم دونوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ ہمیں کسی مسلمان نے نہیں کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ بلکہ ہمیں اللہ کے گھر نے مسلمان بنایا ہے...... سبحان اللہ...... دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو فقط بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ (ج 11 ص 88)

# طواف میں حکمت

ایک صاحب نے اس عاجز سے پوچھا، جی! طواف کے سات چکروں کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا، بھئی! یہ عبادت ہے۔ لیکن اسے بات سمجھ میں نہ آئی۔ پھر میرے ذہن میں ایک بات آئی لہٰذا اسے ذرا اور انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔ میں نے کہا، کیا آپ کے گھر میں واشنگ مشین ہے؟ وہ کہنے لگا، جی ہاں۔ میں نے پوچھا کہ جب کپڑے گندے ہو جاتے ہیں تو تم کیا کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ گندے کپڑوں کو واشنگ مشین میں ڈالتے ہیں اور پھر اس کے چند چکر دلواتے ہیں۔ جب نکالتے ہیں تو وہ کپڑے پاک صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا،

''اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کے دلوں کو دھونے کی واشنگ مشین بنا دی ہے۔''

اللہ رب العزت کہتے ہیں،

''اے میرے بندو! تم دنیا میں رہ کر اپنے دلوں کو کالا کر لیتے ہو، مخلوق کی محبت میں پھنس جاتے ہو اور دنیا داری میں گرفتار ہو جاتے ہو، تم وہاں سے چھوٹ کر میلے دلوں کے ساتھ آؤ، جب میرے گھر میں پہنچو گے تو بس تمہیں سات چکر لگوائیں گے اور تمہیں بھی دھو کر نکال دیں گے۔'' سبحان اللہ۔ (ج 11 ص 91)

# بیت اللہ کے انوار و برکات

ایک نوجوان کسی فیکٹری میں ہمارے ساتھ کام کرتا تھا۔ وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اسے دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا تھا۔ اس کے نقش نین، اس کا قد اور اس کا ڈیل ڈول قابل دید تھا اور اس کی چھاتی ایسی باڈی بلڈرز کی طرح تھی کہ اگر اس کے سینے پر پانی کا گلاس رکھتے تو وہ بھی ٹھہر سکتا تھا۔ جب وہ چلتا تو پتہ چلتا تھا کہ ایک نوجوان چل کے آ رہا ہے۔ جہاں اس کی Personality (شخصیت) خوبصورت تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے

اسے مال و متاع بھی بڑھا دیا تھا۔ وہ کئی مربع زرعی زمین کا وارث تھا۔ اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جو میجر تھا۔ وہ نوجوان یونیورسٹی کے ماحول میں جا کر دہریہ بن گیا تھا۔

جب ہمیں پتہ چلا کہ وہ دہریہ ہے تو ہمیں تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے ساتھ والے انجینئر سے کہہ دیا کہ آپ لوگوں نے اس سے کوئی بحث نہیں کرنی۔ البتہ جب کبھی کوئی بات ہوئی تو یہ عاجز فقیر ہی اس سے بات کرے گا۔ چونکہ ہم دونوں کا ایک ہی Status (عہدہ) تھا اس لئے وہ میرے ساتھ ذرا حساب سے بات کرتا تھا۔

اس نے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ کسی سے کہتا، یار! جس طرح تم اللہ سے ڈرتے ہو میں نہیں ڈرتا۔ کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ...... کوئی ملازم آ کر کہتا، جی مجھے چھٹی چاہئے۔ وہ پوچھتا، کیوں؟ وہ بتاتا کہ مجھے جماعت کے ساتھ جانا ہے۔ وہ آگے سے کہتا، اچھا اچھا، تم جہالت پھیلانے جا رہے ہو۔

ایک دن اس نے آ کر انجینئر سے یہ کہا، یار! میں آج جنازہ پڑھنے گیا تھا۔ میں نے کئی قبروں کو ہاتھ لگا کر دیکھا لیکن مجھے تو ان میں سے کوئی بھی گرم محسوس نہیں ہوئی۔ اس طرح وہ Taunt (ملامت) کرتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر ہم اس کی ہدایت کیلئے دعا بھی کیا کرتے تھے اور اس انتظار میں بھی تھے کہ کسی مناسب وقت میں اس سے بات کریں گے۔

ایک دن اس نے بتایا کہ میری والدہ نے میری شادی کا پروگرام بنایا ہے۔ ہم نے کہا، بہت اچھا۔ جب اس نے یہ بات ظاہر کی تو ادھر ادھر سے Proposals (تجاویز) آنی شروع ہو گئیں...... کبھی کرنل کی بیٹی کیلئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی جنرل کی بیٹی کیلئے...... کبھی لیڈی ڈاکٹر کیلئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی پروفیسر کیلئے...... ہم حیران تھے کہ اس کے پاس ایک مہینے میں ایک سو نو (۱۰۹) رشتے آئے کیونکہ جو بندہ بھی اس کو دیکھتا اس کا جی چاہتا کہ ہمارے قریب ہی کہیں اس کا رشتہ ہو جائے۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا، جی آپ سب کو پڑھ لیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ ہیں، پھر ان میں سے جو پانچ دس آپ کو مناسب نظر آئیں ان سے ملاقات کر لیں،

اس کے بعد آپ کیلئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اسی بات چیت کے دوران میں نے اسے کہا، جی آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی جرأت والی گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کہتے ہیں تو میں آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا ویسے میں اتنا ڈرتا نہیں ہوں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے اس سے کہا، اچھا! پھر میری بات بھی سن لیں کہ اب آپ ذرا تیار ہو جائیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر اتنی جرأت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں...... جو باتوں سے نہیں مانتا وہ لاتوں سے مانتا ہے اور آپ تو اب باتوں کی حد سے کراس کر گئے ہیں...... وہ کہنے لگا، ٹھیک ہے، آپ بھی یہیں ہیں اور میں بھی یہیں ہوں۔ میں نے بھی کہا، فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ

پس تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

دوسرے تیسرے دن ہمیں اطلاع ملی کہ وہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ اس کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا ہے، اس کو چوٹیں تو آئی ہیں مگر اتنی Serious نہیں، اسی وجہ سے وہ آج چھٹی پر ہے۔ ہم اس کی طبع پرسی کیلئے اس کی رہائش گاہ پر گئے۔ ہم نے اس سے پوچھا، جی آپ کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا، بس اچانک ہی ایکسیڈنٹ ہوا۔ سڑک بالکل صاف تھی، میں تو آرام سے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے جا رہا تھا، آنکھوں کے سامنے اچانک اندھیرا سا آیا اور میری موٹر سائیکل نیچے گر گئی۔

دو چار دن بعد اطلاع ملی کہ وہ پیدل چل رہا تھا کہ اچانک نیچے گر گیا۔ اس نے لاہور جا کر اپنا چیک اپ کروایا تو انہوں نے اس کا علاج شروع کر دیا۔ علاج کرتے کرتے کسی نے بتایا کہ اس کے Nerve System (عصبی نظام) میں کوئی خرابی ہے لہٰذا اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ اس کے بھائی نے نو بریگیڈیئر جنرل ڈاکٹروں کا ایک پینل بنوایا۔ وہ سب کے سب باہر سے پڑھ کر اور تجربہ کر کے آئے تھے۔ انہوں نے نوشہرہ میں ایک فوجی ہسپتال میں اس کا آپریشن کیا۔ آپریشن آٹھ گھنٹوں میں مکمل ہوا۔

جب وہ واپس آیا تو کچھ دنوں کے بعد اس کی طبیعت تھوڑی سی ٹھیک ہوئی۔اس کے بعد پتہ چلا کہ اب اس کو بخار ہو گیا ہے۔بخار کا افاقہ ہوا تو پھر اس نے دفتر آنا شروع کر دیا۔

ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ مجھے تو چیزیں دو دو نظر آ رہی ہیں۔یعنی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میری آنکھیں ایک چیز نہیں دیکھ رہیں بلکہ ان کا Focus (مرکز) ختم ہو چکا ہے، اب ہر آنکھ علیحدہ علیحدہ چیز دیکھ رہی ہے۔اس طرح اس کو ایک کی بجائے دو بندے نظر آنے لگے......سلام اس کو کرے یا اس کو کرے......ایسا بندہ کارخانے میں کس طرح کام کر سکتا تھا۔لہٰذا وہ گویا بیٹھ ہی گیا۔ابھی دو چار دن ہی گزر رہے تھے کہ اس کے ہاتھوں سے پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔اتنا پسینہ کہ اگر وہ ہاتھوں کا رخ نیچے کرتا تو پانی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہوتے تھے۔وہ تین تین چار چار تولیے اپنے پاس رکھتا تھا۔وہ ایسے گیلے ہو جاتے جیسے وہ دھوئے ہوں۔ایک ابھی خشک نہیں ہوتا تھا کہ اگلا تولیہ پھر گیلا ہو جاتا تھا۔حتیٰ کہ اس کیلئے کسی کاغذ پر سائن کرنا مشکل ہو گیا۔وہ عجیب مصیبت میں مبتلا تھا۔

ہم نے اسے کہا کہ یہ خدا کا ایک غیبی نظام ہے جو حرکت میں آ گیا ہے۔اس کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے رب کو تسلیم کرو اور معافی مانگو ورنہ نہیں چھوٹو گے۔وہ ہنس کے ٹال دیتا اور کہتا کہ......زندگی میں صحت بیماری تو ہوتی ہی رہتی ہے۔

......کیا مسلمان بیمار نہیں ہوتے؟......کیا کافر کی صحت نہیں ہوتی؟

ہم نے کہا، ٹھیک ہے اور دیکھ لو۔

اس کے بعد اسے بخار ہو گیا اور وہ لمبی چھٹی پر گھر چلا گیا۔ایک مہینے کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ وہ تو اپنی زندگی کے بالکل آخری لمحات میں ہے۔ہم سرگودھا میں اس کے گھر اس کی عیادت کیلئے گئے۔میں نے اس بندے کو جا کر دیکھا تو وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔اس کا وزن چالیس کلو کے قریب رہ گیا ہو گا......اس کو کمزوری اتنی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا تھا۔اس کی امی اس کو کروٹ بدلواتی تھی......وہ اپنے ہاتھ سے روٹی بھی نہیں کھا سکتا تھا۔وہ اپنے کپڑے بھی نہیں بدل سکتا تھا......ذرا سوچئے کہ وہ

کیسا ہو گیا ہو گا۔ اس کی جوانی بھی ہم نے دیکھی تھی اور اس کا یہ حال بھی ہم نے دیکھا۔

اس کی حالت دیکھ کر مجھے دل میں بہت ہی دکھ ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کے علاج کی کوئی تجویز بناتے ہیں، ہم آپ کو باہر ملک بھجوائیں گے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ صحت مند ہو جائیں گے، کیا آپ واپس آتے ہوئے عمرہ کر کے آئیں گے؟ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

انڈسٹری کے جو بڑے تھے ان کے ساتھ اس عاجز کا محبت کا ایک تعلق تھا۔ چنانچہ میں نے واپس آکر انہیں کہا، جی دیکھیں کہ وہ جوان آدمی ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے آپ اس کو وہاں بھیجیں اور اس کا خرچہ ادا کریں۔ انہوں نے کہا، ٹھیک ہے، میں آپ کے ذمے کر دیتا ہوں، آپ ٹکٹیں بنوائیں اور ان کو بھیجیں، میں ساری Payment (ادائیگی) کر دوں گا۔

ہم نے فوراً World Health Organization (عالمی ادارہ صحت) کو خط لکھا کہ یہ بیماری ہے، پوری دنیا میں اگر کہیں اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے تو ہمیں بتاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس بیماری کا علاج کینیڈا میں فقط ایک ڈاکٹر کے پاس ہے اور اس کے پاس اب تک صرف نو مریض ٹھیک ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے رابطہ کیا۔ اس ڈاکٹر نے بتایا کہ میری بیوی بھی اس مرض میں مبتلا تھی، میں نے دن رات محنت کی اور وہ صحت مند ہو گئی۔ اس وقت تک میرے پاس نو مریض ٹھیک ہو چکے ہیں، اگر آپ بھی آنا چاہتے ہیں تو آجائیں، اتنا اتنا خرچہ ہو گا۔

ہم نے جہاں اس کی کینیڈا کیلئے ٹکٹیں بنوائیں وہاں ساتھ اس کے بھائی کی بھی بنوالیں کیونکہ وہ خود تو جا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کی شان کہ جب اس عاجز نے ان کی ٹکٹیں بنوائیں تو واپسی سعودی عرب کے ذریعے بنوائیں۔ ہم نے اس کے بھائی سے کہہ دیا کہ دیکھو، اس نے عمرہ کرنے کیلئے ہاں کی ہوئی ہے لہٰذا آپ واپسی پر خود بھی عمرہ کرنا اور اس کو بھی ساتھ عمرہ کروانا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جب وہ واپس آیا تو جیسے ہم توقع کر رہے تھے کہ وہ وہاں علاج کروا کے صحت مند ہو جائے گا، اسی طرح وہ کافی صحت مند واپس آیا اور ملا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا تو کہنے لگا، ''نماز کا وقت ہو گیا ہے''

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا، خیر تو ہے۔ وہ کہنے لگا، نماز کیلئے تیاری کر لیں۔ میں نے کہا کہ نماز کیلئے تو ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ اس وقت میں آپ ہمیں اپنے سفر کی روئیداد سنا دیں، اس کے بعد ان شاء اللہ نماز بھی پڑھیں گے۔ اب اس نے اپنی روئیداد خود سنائی۔ وہ کہنے لگا کہ جب میں یہاں سے کینیڈا گیا تو ڈاکٹر نے مجھے مشین پر لٹا دیا۔ میرے ساتھ کمپیوٹر مشینیں جوڑ دیں اور لیبارٹری میں پتہ نہیں کہ کیا کچھ تھا۔ میری ہر چیز مانیٹر ہو رہی تھی۔ **Misthenea gravous** بیماری نکلی۔ اس نے میرا پورا خون **Centrifugal Machine** (سینٹری فیوجل مشین) کے ذریعے نکال کر اس کو صاف کیا اور بیماری کا **Plazma** (پلازما) نکال کر باقی واپس کر دیا۔ اس نے ایک دفعہ بھی ایسا کیا اور پھر کئی دن بعد دوسری مرتبہ کیا اور پھر کئی دن بعد تیسری مرتبہ کیا۔ جب وہ تین دفعہ اس طرح کر چکا تو اس نے میرے بھائی کو بلایا اور کہا،

''بھئی! آپ کے بھائی کی زندگی کے چند دن ہی ہیں، بچنے کی امید نہیں ہے۔''

بھائی نے پوچھا، وہ کیسے؟ اس نے کہا، ''میں نے جتنے مریضوں کا علاج کیا، ان کیلئے میں نے صرف ایک ایک مرتبہ یہ طریقہ اپنایا اور وہ سب ٹھیک ہو گئے جبکہ یہاں تین دفعہ یہ طریقہ استعمال کر چکا ہوں لیکن ٹھیک نہیں ہوا''

میرے بھائی نے کہا، ''ڈاکٹر صاحب! جب آپ کی طرف سے جواب ہے تو بجائے اس کے کہ میں بھائی کی لاش لیکر واپس جاؤں، اسے زندہ ہی لے جاتا ہوں تا کہ یہ امی کو ایک نظر دیکھ لے''۔

اس نے کہا، ہاں لے جاؤ...... اس طرح ہم وہاں سے بغیر علاج کے واپس آ گئے۔

جب جدہ پہنچے تو وہاں سے اگلی فلائیٹ نہیں ملتی تھی۔ میرے بھائی نے کہا، جی

میرے ساتھ مریض ہے، انہوں نے کہا، جو مرضی ہے۔ اس وقت ساری فلائیٹس بک ہیں اور آپ لوگوں کو یہاں دو دن انتظار کرنا پڑے گا۔ میرے بھائی نے کہا، میرے ساتھ بہت ہی Serious مریض ہے۔ انہوں نے کہا، مریض ہے تو ہم کیا کریں، ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کو ٹرانزٹ کا ویزہ دے سکتے ہیں تاکہ آپ ائیرپورٹ سے شہر چلے جائیں اور وہاں دو دن ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔ وہ کہنے لگے کہ اس طرح ہم جدہ شہر میں آ گئے۔

شہر میں پہنچ کر بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کو وہاں لے جاؤں جہاں کا آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے لے جاؤ۔ چنانچہ بھائی مجھے مکہ مکرمہ لے کر چلے گئے اور میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا۔

وہ کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف کو دیکھ کر میرے دل پر عجیب سا اثر ہوا...... اب دیکھئے کہ وہ مسلمان نہیں تھا بلکہ دہریہ تھا اور خدا کے وجود کو نہیں مانتا تھا، اس بندے کی یہ حالت تھی...... اس نے کہا کہ میرے دل میں کچھ عجیب سی کیفیت بنی اور میں نے بیٹھے بیٹھے دعا مانگی...... ذرا توجہ فرمایئے گا......''اللہ! اگر تو ہے تو مجھے صحت عطا فرما تاکہ میں کل چل کے تیرے گھر کا طواف کر سکوں۔'' وہ کہنے لگا،

''اس کے بعد میرے دل میں ایک عجیب خوشی کی کیفیت آ گئی، میں نے دوائی لینا بند کر دی، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ جب میں اگلے دن سو کر اٹھا تو صبح تر و تازہ تھا، میں بھائی کے ساتھ بیت اللہ شریف کے پاس آیا، کلمہ پڑھا اور میں نے چل کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔''......اللہ اکبر کبیرا!!!!

میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت اس گھر میں جانے والے دہریوں کی دعائیں بھی قبول کر لیتا ہے اور ان کو ہدایت بھی دے دیتا ہے اور ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے تو جو مؤمن یہاں سے اللہ کے گھر کے دیدار کیلئے جاتے ہوں گے وہ وہاں جا کر اللہ کی رحمتوں سے کتنا حصہ پاتے ہوں گے۔ (ج 11 ص 104)

# روزہ کے طبی فوائد

مجھے ورجینیا (امریکہ) میں ایک عیسائی انجینئر ملے۔ باتیں کرتے کرتے وہ مجھے کہنے لگے کہ میں آج کل Fasting (روزہ داری) کر رہا ہوں۔ یعنی روزے رکھ رہا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا، بھئی! کیا مطلب؟ وہ کہنے لگے، آپ لوگ بھی تو ایک مہینے کیلئے Fasting (روزہ داری) کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ اس میں Medically (طبی طور پر) اتنے فائدے ہیں کہ میں نے ان ظاہری فائدوں کی خاطر اپنی زندگی کا معمول بنالیا ہے کہ میں بھی ہر سال ایک مہینہ روزے رکھتا ہوں۔ وہ غیر مسلم جنہوں نے ابھی اسلام بھی قبول نہیں کیا وہ بھی اسلامی تعلیمات کی حکمتوں کو مانتے ہیں اور بسا اوقات ان کو اپنا کر دنیاوی فائدے اٹھاتے ہیں۔ (ج 11 ص 256)

# گوشت خوری کا عجیب واقعہ

افغانستان کے لوگ پورے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اندر سے صفائی کر کے اس کو کھال کے اندر ڈال کر انگاروں کے اندر رکھ دیتے ہیں اور اس کو زمین کے اندر دبا دیتے ہیں یا تنور کے اندر رکھ دیتے ہیں۔ اللہ کی شان کہ نمک اور مرچ اس کے اندر تک رچ جاتی ہے اور یہ ایسے گلتا ہے کہ بندہ اس کو ہاتھ سے آرام سے توڑ کر کھا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ دعوت کی گئی تو میزبان نے ایک گائے ذبح کی اور کھال اتار کر اور اس کے پیٹ کی پوری صفائی کر کے اس کو اتنے بڑے Oven (چولہے) کے اندر ڈال دیا۔ وہ گائے اس کے اندر گھومتی رہی اور پکتی رہی۔ جب پوری گائے پک گئی تو اس کو اس طرح لا کر انہوں نے سب کے سامنے لٹکا دیا۔ انہوں نے پیچھے سے آگے تک ایک موٹا سریا ڈالا اور اس سریے کے اوپر گائے کو لٹکا دیا تا کہ آدمی جا کر جہاں سے چاہے کاٹے اور کھائے۔ چنانچہ کوئی ران کا گوشت کاٹ کر لا رہا تھا اور کوئی شانے کا...... اللہ تیری شان...... پوری گائے کو اس طرح پکانا فقط انسان ہی کا کام ہے۔ (ج 12 ص 214)

# آگ کی طاقت

ہمارے ایک دوست فضائی سفر کر رہے تھے۔ سمندر کے اوپر سے گزرتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ نیچے آگ کے بڑے بڑے شعلے تھے۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ آگ کہاں سے آ گئی۔ انہوں نے سٹاف سے پوچھا۔ سٹاف نے کہا کہ کیپٹن سے پوچھ کر آتے ہیں۔ جب کیپٹن سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہاں سمندر کے اندر تیل کے پٹرول کا چشمہ ہے اور اس کے اوپر اس کی گیس ہے۔ ایک مرتبہ اس پر آسمانی بجلی گری اور اسے آگ لگ گئی۔ اب نیچے سے پٹرول سپلائی ہو رہا ہے اور اوپر سے آگ لگی ہوئی ہے۔ اسے اب اللہ ہی بجھائے گا کیونکہ یہ بندوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

ہم لوگ قزاقستان میں سفر کر رہے تھے۔ ایک جگہ سے گزرتے ہوئے ہم نے آگ کا ایک شعلہ دیکھا جو ہمارے حساب سے کئی فرلانگ اونچا تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے آگ کا ایک کالم (ستون) ہے۔ ہم نے آگ کا اتنا بڑا کالم اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ساتھ والے سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا جی یہاں تیل کا کنواں کھودا گیا تھا۔ جب بالکل آخری مراحل میں تھا تو اس میں کسی ٹیکنیکل فالٹ (فنی خرابی) کی وجہ سے آگ لگ گئی۔ اب نیچے سے پریشر سے تیل آ رہا ہے اور اس کو آگ لگی ہوئی ہے۔ دو سال تک رشیا کی سپر پاور اس کو بجھانے کی کوشش کرتی رہی، بالآخر دو سال کے بعد تھک ہار کر انہوں نے پوری دنیا میں اعلان کروا دیا کہ اگر دنیا کا کوئی ملک اس آگ کو بجھانے میں مدد دے گا تو آگ بجھنے کے بعد جتنا تیل نکلے گا ہم اسے آدھا آدھا کر لیں گے۔ لیکن آج تک دنیا کا کوئی ملک اس کو نہیں بجھا سکا۔ (ج 11 ص 216)

# عاجزی کی برکت

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا

جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔ اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے''۔ اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا...... سبحان اللہ۔ (ج12 ص144)

## مَن کا سکون

ہم نے کچھ عرصہ پہلے مسجد کی چھت ڈالی تھی۔ جولائی کا مہینہ تھا، دوپہر کو ایک گھنٹہ کیلئے چھٹی کی گئی تاکہ مزدور کھانا کھالیں، نماز پڑھ لیں اور آرام کر لیں۔ اس وقت ہم نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ کنکریٹ کے ڈھیر پر دن کے ایک بجے، جولائی کے مہینہ میں دھوپ کے اندر آرام سے سو رہا ہے۔ ہوا یہ کہ جب چھٹی ہوئی تو وہ وہیں لیٹا اور اسے نیند آ گئی۔ ہم اس کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے ایک بجے گرم کنکریٹ پر بھی نیند آ جاتی ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کو ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں نرم گدوں کے اوپر بھی نیند نہیں آتی۔ وہ نیند کی گولیاں بھی کھاتے ہیں مگر پھر بھی نیند نہیں آتی۔ وہ کروٹیں بدل بدل کر نیند کی منتیں کرتے رہتے ہیں مگر نیند نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا ''من'' پریشان ہوتا ہے۔ (ج13 ص136)

# رزق کا خدائی نظام

ایک مرتبہ ہمیں لاہور سے خانیوال جانا تھا۔ ہم وہاں سے صبح کے وقت روانہ ہوئے۔ گرمیوں کے موسم میں صبح کے وقت نیند زیادہ آتی ہے۔ ہم نے گاڑی کے ڈرائیور سے کہا کہ وہاں ہم نے ایک میٹنگ میں پہنچنا ہے اس لئے گاڑی ذرا تیز چلانا اور احتیاط بھی کرنا۔ اس نے کہا، جی آپ فکر نہ کریں۔ یہ عاجز پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میٹنگ سے متعلقہ کتاب کا مطالعہ کرنے لگا۔ وہ گاڑی کو تیز بھگانے لگا کیونکہ سڑک بھی خالی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اس نے ایک جگہ پر اچانک زور سے بریک لگائی۔ جب اس نے بریک لگائی تو ٹھاہ کی سی آواز آئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ گاڑی کسی چیز میں لگی ہے۔ چنانچہ میں نے ڈرائیور سے پوچھا، بھئی! کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا، جی اچانک ایک کتا آگے آگیا تھا، میں نے بچانے کیلئے بڑی تیز بریک لگائی مگر لگتا ہے کہ وہ نیچے آگیا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو مجھے کتا نظر نہ آیا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ ممکن ہے کہ نیچے آگیا ہو۔

اس کے بعد گاڑی آگے بھاگتی رہی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ گاڑی کے ڈرائیور کو نیند آرہی ہو۔ چنانچہ اس عاجز نے اس سے کہا کہ اگر راستے میں چائے کا کوئی ریسٹورنٹ نظر آئے تو گاڑی روک لینا میں آپ کو ''ڈرائیور چائے'' کا ایک کپ پلاؤں گا تاکہ باقی سفر اچھا گزرے۔ تقریباً پچیس کلومیٹر کے بعد جاکر اس نے گاڑی روکی۔ جب اس نے گاڑی روکی تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں ذرا دیکھوں تو سہی کہ کتا کہاں لگا تھا۔ چنانچہ میں گاڑی سے اترا اور آگے کی طرف آکر دیکھا تو وہ کتا گاڑی کے بونٹ پر بالکل آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو وہ بھی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پہلے تو وہ سہا ہوا تھا پھر وہ نیچے اتر آیا۔ قریب ہی ریسٹورنٹ والوں نے ہڈیوں کا ڈھیر لگایا ہوا تھا۔ اس کتے نے وہاں جاکر ہڈیاں چبانا شروع کردیں...... اس وقت مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق وہاں رکھا ہوا تھا اور پچیس کلومیٹر کا سفر اس کیلئے طے کرنا بہت مشکل تھا، اس لئے اللہ

تعالیٰ نے اس کیلئے سواری کا بندوبست کر دیا۔

ہوا یہ تھا کہ جب ڈرائیور نے گاڑی کو بریک لگائی اور کتے نے چھلانگ لگائی تو وہ بونٹ کے اوپر بیٹھ گیا۔ اتنے میں گاڑی چلنا شروع ہوگئی۔ چنانچہ یہ وہیں بیٹھا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اسے پچیس کلومیٹر کا سفر طے کروادیا۔ (ج13ص146)

## اللہ کی نصرت کا واقعہ

ایک مرتبہ ہم سفر کر رہے تھے۔ موٹروے پر چڑھے تو چند میلوں کے بعد میں نے ڈرائیور کو دیکھا تو وہ بڑا پریشان تھا۔ وہ کبھی ادھر دیکھتا کبھی ادھر۔ میں نے اس سے پوچھا ، جی کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا، حضرت! بس آپ توجہ فرماتے رہیں، اللہ کرم کرے گا۔ اللہ عزت رکھے گا۔ میں نے کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کی عزت رکھے۔ اس نے گاڑی خوب تیز بھگائی ہوئی تھی۔ پچاس کلومیٹر کے بعد گیس اسٹیشن آیا۔ اس نے گاڑی گیس اسٹیشن کے اندر داخل کی اور کہا، الحمد للہ الحمد للہ۔ میں نے کہا، کیا بنا؟ وہ کہنے لگا، اللہ نے عزت رکھ لی میں نے کہا، پھر بھی بتاؤ تو سہی کہ اللہ نے کیسے عزت رکھی؟ کہنے لگا، حضرت! میں آپ کو بٹھانے سے پہلے جہاں سے آرہا تھا ادھر سے ہی میری گاڑی کو پٹرول ریزرو لگ گیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ میں گھر جاتے ہوئے راستے میں ہی کہیں سے پٹرول ڈلوالوں گا لیکن میں بھول گیا۔ پھر آپ کا سفر تھا۔ آپ کو بھی بٹھالیا اور موٹروے پر آ گیا۔ جب میری نظر میٹر پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ گاڑی ریزرو کے دوران جتنے میل چلتی ہے اس سے ڈیڑھ دو گنا میل پہلے ہی چل چکی ہے، لہٰذا اب یہ کہیں بھی بند ہوسکتی ہے، اور جب موٹروے کے درمیان میں گاڑی بند ہوگی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تو ایسا بے وقوف اور غافل آدمی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنے دل میں یہ دعا مانگی ”اے اللہ! میں نے تیرے ایک نیک بندے کو آگے بٹھایا ہوا ہے، تو اس کو پریشانی سے بچالے اور میری عزت کو محفوظ

فرمالے، مجھے رسوانہ کرنا، غلطی کر بیٹھا ہوں"۔ میں نے یہ دعا کر کے سپیڈ پر پاؤں رکھ لیا۔ پہلے میں ۷۰۔۶۰ کلومیٹر کی سپیڈ پر جا رہا تھا پھر میں ۱۲۰ کلومیٹر کی سپیڈ پر چل پڑا۔ اور ۱۲۰ کلومیٹر کی سپیڈ پر تب چلا جب مجھے پتہ چلا کہ اندر کچھ نہیں ہے اور میرا خیال تھا کہ میں بمشکل پانچ دس کلومیٹر چلوں گا، حتیٰ کہ پچاس کلومیٹر چلنے کے بعد گیس اسٹیشن آیا اور میں نے الحمدللہ کہا...... سبحان اللہ...... جو بندہ اللہ رب العزت کے سامنے یوں عذر پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور سرخرو فرماتے ہیں۔ (ج13ص167)

## ایک بوڑھے کی عجیب دعا

ایک مرتبہ اسی طرح پندرہ شعبان کی رات تھی۔ کسی مسجد میں پروگرام ہوا اور اس کے بعد لوگ مختلف قسم کی عبادات کرنے لگے۔ کوئی نفلیں پڑھ رہا تھا کوئی تلاوت کر رہا تھا اور کوئی مراقبہ کر رہا تھا۔ یہ عاجز بھی ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ اللہ کی شان کہ ایک بڑے میاں اس عاجز کے قریب بیٹھے تسبیح پڑھتے رہے اور اس کے بعد وہ دعا مانگنے لگے۔ میں نے ان کی دعا کا صرف ایک جملہ سنا اور مجھے ایسا مزہ آیا کہ میں اپنی عبادت ہی بھول گیا۔ وہ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللہ سائیں آمیکوں ہک واری جنت اچ وڑن دیویں، اگاں آپے لگا ویساں (اے اللہ! مجھے ایک مرتبہ جنت میں داخل ہونے دینا، آگے میں خود ہی پھرتا رہوں گا)۔

سبحان اللہ!...... کیا پتہ اس کی یہی ادا پسند آگئی ہو۔ ویسے بوڑھوں کی کچھ باتیں بڑے مزے کی ہوتی ہیں۔ (ج13ص171)

## اللہ سے رزق طلب کریں

اس عاجز سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ہیں۔ ان کا چائے کا کھوکھا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ کھوکھے سے روزانہ سو دو سو روپے مل جاتے ہوں گے۔ لیکن اس نے ایک مرتبہ اپنے حالات لکھے تو میں حیران ہوا۔ اس نے لکھا کہ چائے کے کھوکھے سے روزانہ کی

بکری بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپے ہوتی ہے۔ جس کی روزانہ بارہ ہزار روپے کی سیل ہو اس کا منافع کتنا ہوگا۔ یہ سب رزق کے اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے ہیں۔ کسی کیلئے کوئی سبب اور کسی کیلئے کوئی سبب۔ ہمیں کسی سے حسد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم رزق کی پریشانی میں مبتلا ہیں تو بجائے اس کے کہ ہم لوگوں پر نظر اٹھائیں ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا دامن پھیلائیں۔ جو پروردگار باقی مخلوق کو روزی دے سکتا ہے وہ یقیناً ہمیں بھی عطا فرما سکتا ہے۔ (ج13ص157)

## مقدر کا رزق کیسے ملتا ہے

ایک ڈاکٹر صاحب کو اپنے کسی دوست کے آنے کا انتظار تھا۔ وہ ان کی خاطر تواضع کیلئے ہوٹل سے کھانا لینے گئے۔ انہوں نے مہمان کے اکرام کیلئے ایک مرغی روسٹ کرنے کیلئے کہا اور خود ہوٹل سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ قریب ہی کچھ مسکین لوگ بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا، یار! بھوک لگی ہے اب کھانے کا انتظام کہاں سے ہوگا۔ دوسرے نے کہا کہ رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے وہ خود ہی رزق بھیج دے گا۔ ڈاکٹر صاحب ان کی باتیں سن کر مسکرا رہے تھے۔ اور سوچ رہے تھے کہ ان غریب مسکین آدمیوں کا اللہ تعالیٰ پر کس قدر پختہ یقین ہے۔ اچانک ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے فون سنا تو وہی دوست کہہ رہے تھے کہ جی میں معذرت چاہتا ہوں، میں آج آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ روسٹ کی ہوئی مرغی ان مسکینوں کو دیدی اور وہ خوش ہو کر اسے دعائیں دینے لگے۔ (ج13ص169)

## رحمت خداوندی

ایک واقعہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے...... پہلے تو میں اس واقعہ کو نقل کرنے سے گھبراتا تھا لیکن جب ان کے بیانات میں پڑھا تو اس کے بعد سنانے کی ہمت ہوگئی۔ ویسے میں نے بعد میں یہی واقعہ فوائد الفواد میں بھی پڑھا......اللہ

تعالیٰ قیامت کے دن دو بندوں کا حساب کتاب لیں گے۔ ان کے نامہ اعمال میں نیکیاں نہیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں جانے کا حکم فرمادیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو کہیں گے کہ جاؤ جہنم میں، توان میں سے ایک تو جہنم کی طرف بھاگ پڑے گا اور دوسرا آہستہ آہستہ چلے گا اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھے گا، پھر چلے گا اور پھر مڑ کے دیکھے گا۔ کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بلائیں گے...... اللہ تعالیٰ بھاگنے والے سے فرمائیں گے کہ ہم نے تمہیں کہا، جاؤ جہنم میں، اور تم بھاگ ہی پڑے۔ وہ کہے گا، اے اللہ! میں دنیا میں تو آپ کے حکم ماننے میں کوتاہی کرجاتا تھا، اب آپ نے جہنم میں جانے کا حکم دیا تو میں نے سوچا کہ اس حکم کو تو پورا کر ہی لوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میرا حکم اتنا معزز ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہئے تو پھر اس کی وجہ سے میں نے تیرے گناہوں کی مغفرت کردی لہٰذا اب تو جنت میں چلا جا...... پھر اللہ تعالیٰ دوسرے آدمی سے فرمائیں گے کہ تم آہستہ آہستہ بھی جارہے تھے اور پیچھے مڑ مڑ کر بھی دیکھ رہے تھے، اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہے گا، یا اللہ! زندگی بھر تیری رحمت میرے ساتھ رہی اور کبھی بھی آپ کی رحمتوں نے مجھے مایوس نہیں ہونے دیا، اگر آج آپ نے حکم دے دیا کہ جاؤ جہنم میں مگر میں قدم آگے اٹھاتا تھا اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھتا تھا کہ شاید تیری رحمت جوش میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا، اگر تجھے میری رحمت پر اتنا بھروسہ ہے تو میں نے تیرے لئے بھی اپنی جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں، تو بھی اس میں داخل ہوجا۔ (ج13ص187)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی فکر

ایک مرتبہ میری بچی نے مجھ سے سوال کیا کہ جنت میں کون جائے گا؟ میں نے کہا کہ مومن لوگ جنت میں جائیں گے۔ اس نے پوچھا، کیا یہ کافر اور مشرک لوگ جنت میں نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا، یہ نہیں جائیں گے۔ وہ بچی کہنے لگی، کیا وہ ہزار سال کے بعد بھی جنت میں نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا، نہیں جائیں گے۔ وہ

کہنے لگی، اللہ تعالیٰ رحیم ہیں، کبھی نہ کبھی تو ان کو جنت میں بھیج دیں گے۔ میں نے کہا، نہیں بھیجیں گے۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی، ابو! وہ جنت میں کیوں نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ۔(النساء:۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کی کبھی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔

پھر وہ پوچھنے لگی، کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں یہ ایک ایسا بڑا گناہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلیں گے۔ بچی یہ بات سن کر خاموش ہوگئی۔ مگر میں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ٹشو پیپر ہاتھ میں لیا۔ اب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ آنسو پونچھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا، بیٹی! کیوں رو رہی ہو! اس نے روتے روتے کہا کہ کافر اور مشرک لوگ تو بہت سارے ہیں، یہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اکیلی کو جہنم میں ڈال دیں اور ان سب کی بخشش فرمادیں...... اللہ اکبر! چھوٹی سی بچی کی سوچ دیکھئے...... کہنے لگے، اس دن مجھے وہ آیت یاد آ گئی جس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں: (ج13ص211)

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ. (الشعراء:۳)

شاید کہ تم اس غم سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔

## حفاظت خداوندی

ایک اللہ والے تھے، ایک آدمی ان کا حاسد تھا۔ اس نے سوچا کہ میں ان اللہ والوں سے بدلہ لوں۔ چنانچہ اس نے دوائی کی شکل میں افیون ان کو دے دی۔ جب انہوں نے وہ دوائی کھائی تو ان پر افیون کا نشہ چڑھ گیا۔ چنانچہ وہ بے سدھ ہو گئے۔ اب اس نے ان کو اٹھا کر کسی ویرانے میں پھینک دیا۔ اللہ کی شان کہ وہاں ایک سانپ تھا، اس سانپ نے ان کو کاٹ لیا۔ اب افیون کی برودت (ٹھنڈک) اور سانپ کے کاٹنے کی حرارت مل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ گئے اور اپنے گھر چلے گئے...... اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دشمنوں سے ایسے حفاظت فرما دیتے ہیں۔ (ج14ص263)

# ایک نصیحت آموز واقعہ

ایک ٹرین میں دو تین دوست بیٹھے تھے اور سب کی ایسے ہی غافلانہ زندگی تھی، بالکل صاف ستھرے (کلین شیو) تھے، چہرے پر سنت کا نشان ہی نہیں تھا۔ ان کے پاس ایک مولانا صاحب تشریف لے آئے، چہرے پر سنت ہے اور ان کے ہاتھ میں انگریزی اخبار ہے اور انہوں نے انگریزی اخبار کو پڑھنا شروع کیا مگر اس کو الٹا پکڑا ہوا تھا۔ اب جب تینوں نے دیکھا کہ مولانا صاحب انگریزی کا اخبار پڑھنا چاہتے ہیں مگر الٹا پکڑا ہوا ہے، تو ہنسنے لگے، قہقہے لگانے لگے۔ تو مولانا تھوڑی دیر تو سنتے رہے، پھر انہوں نے پوچھا کہ بھئی! خیریت تو ہے آپ لوگ کیوں اتنا ہنس رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا مولانا! لگتا ہے کہ آپ کو انگریزی تو آتی نہیں اور آپ لوگوں کو دکھانے کیلئے انگریزی اخبار لے کر بیٹھ گئے ہیں اور آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ آپ نے اخبار الٹا پکڑا ہوا ہے! تو مولانا نے کہا: اچھا! میں نے اخبار کو الٹا پکڑا ہوا ہے، تو وہ کہنے لگے کہ ہاں، آپ نے تو اخبار الٹا پکڑا ہوا ہے۔

مولانا صاحب نے کہا: دیکھو! میں نے آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے ایسا کیا، ویسے میں نے ایل ایل بی کیا ہوا ہے اور میں ایک وکیل ہوں، انگریزی بولتا ہوں اور انگریزی پڑھتا ہوں، مجھے پتہ ہے کہ انگریزی کا اخبار کیسے پڑھا جاتا ہے، مگر میں نے آپ لوگوں کی نصیحت کیلئے اخبار الٹا پکڑ لیا۔ مجھے الٹا اخبار پکڑا دیکھ کر آپ مجھ پر ہنسنے لگے جب کہ عزیزو! آپ نے زندگی کی ترتیب کا سرا الٹا پکڑا ہوا ہے، زندگی کی ترتیب تو یہ ہونی چاہئے کہ انسان کی آخرت بن جائے اور آپ اسی دنیا میں مرضی پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں، تو آپ نے بھی تو زندگی کی ترتیب کا سرا الٹا پکڑا، ہوا ہے، تو پھر آپ پر بھی تو ہنسنا چاہئے۔ میں نے تو چھوٹا سا نقصان کیا، اخبار الٹا پکڑا تم نے پوری زندگی کا الٹا سرا پکڑا ہوا ہے۔ پھر نوجوانوں کو احساس ہوا کہ یہ تو بڑے پڑھے لکھے بندے تھے، انہوں نے ہمیں بات سمجھانے کیلئے ایسا کیا۔ (ج 14 ص 136)

# ایک نصیحت آموز واقعہ

ہم لوگ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ وہاں کام کرنے والے ہمارے ایک دوست بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم نے دیکھا کہ جب چیک پوسٹ آنے لگی تو خوف کی وجہ سے اس کا رنگ فق ہو گیا۔ میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: حضرت! میں ورقہ بنوانا بھول گیا ہوں۔ یہ وہ ورقہ ہوتا ہے جو عمرہ کرنے کا اجازت نامہ ہوتا ہے۔ میں احرام باندھ کر آپ کے ساتھ عمرہ کرنا چاہتا تھا اور میرا دھیان ہی ادھر نہ گیا اور اب مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ یہ روکے گا اور ورقہ دیکھے گا، اگر اس نے روک لیا تو مجھے واپس بھیج دے گا۔ عمرہ تو میں بعد میں بھی کر لوں گا مگر میں آپ کے ہمراہ سیکھ کر عمرہ کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اب اس کا ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا۔ جیسے جیسے چیک پوسٹ والا مقام قریب آتا گیا، اس بیچارے کے پسینے چھوٹتے گئے۔ کچھ پڑھ بھی رہا تھا اور خوف زدہ بھی تھا، جن کے پاس ویزے تھے وہ سب مزے میں تھے، مگر اس کی کیفیت عجیب تھی۔ دور سے ہی اس کی نظر شرطہ پر تھی کہ کوئی ہے بھی یا نہیں۔ اللہ کی شان کہ ایک کی بجائے دو کھڑے تھے۔

جب گاڑی ان کے قریب پہنچی تو ڈرائیور نے گاڑی آہستہ کر دی۔ پولیس والے نے اشارہ کیا...... امھل (روکو)...... جیسے ہی اس نے رکنے کا اشارہ کیا تو خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ''اوہ'' کا لفظ نکلا کہ مجھے روک لیا گیا۔ لیکن اللہ کی شان کہ جیسے ہی ڈرائیور نے گاڑی روکی اور پولیس والے نے ذرا قریب ہو کر دیکھا تو اس عاجز کا مسکین چہرہ سامنے تھا: وہ دیکھ کے کہنے لگا: یَلّا...... ہم نے بھی کہا: اللہ ای اللہ۔ جب ہم وہاں سے نکل گئے تو وہ بالکل فریش ہو گیا۔ میں نے اس وقت کہا: بھئی! آج مجھے ایک بات سمجھ میں آ گئی۔ کہنے لگا: حضرت! کیا؟...... میں نے کہا قیامت کا دن ہو گا۔ لوگ ایک ایک کر کے اللہ رب العزت کے روبرو پیش ہو رہے ہوں گے۔

جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (الانعام:۹۴)

اور اُدھر بھی چیک پوسٹ بنی ہوئی ہوگی۔ حق لینے والے لوگ بھی کھڑے ہوں گے اور اللہ کے فرشتے بھی کھڑے ہوں گے۔ کچھ قسمت والے ہوں گے جن کے پاس نیکیوں کے پرمٹ ہوں گے، ان کو سیدھا جانے دیا جائے گا۔ اور کچھ ایسے ہوں گے جن کے بارے میں قرآن مجید نے فرمادیا: حکم ہوگا۔ وَقِفُوۡهُمۡ اِنَّهُمۡ مَّسۡئُوۡلُوۡنَ (الصفٰت:۲۴) ان کو روک لیجئے ان سے سوال کیا جائے گا۔ (ج14 ص281)

## نیویارک میں سات سو پاگل خانے کیوں؟

ایک بیرون ملک میں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا، جی پاکستان میں کتنے پاگل خانے ہیں؟ میں نے کہا کہ دو چار یا پانچ دس ہوں گے اور ہمیں تو یہ بھی نہیں پتہ کہ وہ کس کس شہر میں ہیں اور کس کس شہر میں نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگا، کیا آپ کو پتہ ہے کہ نیویارک کے ایک شہر کے اندر سات سو ایسے ہاسپٹل ہیں، یا میڈیکل ٹریٹمنٹ کے ایسے سنٹرز ہیں جہاں پاگلوں کا علاج کیا جاتا ہے؟...... میں سن کر حیران ہوا کہ ایک شہر میں سات سو پاگل خانے ہیں اور ہمارے ملک میں مشکل سے پانچ دس! وہ کہنے لگا: کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہ فرق کیوں ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے ہاں اللہ کا تصور ہے، لہٰذا جب بھی ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہم اس کو اللہ کی طرف شفٹ کر دیتے ہیں، جی اللہ کی مرضی، اور یہاں پہ چونکہ وہ تصور نہیں ہے اس لئے یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں جب ایک آدمی کا بزنس فلاپ ہو جاتا ہے، تو وہ بیٹھ کر سوچتا ہے۔ اوہو! میں نے ایڈورٹائزمنٹ ٹھیک نہیں کی، میں نے مارکیٹنگ پہ توجہ نہیں دی، میں نے یہاں بھی کوتاہی کی اور وہاں بھی کوتاہی کی، اس طرح سارا بوجھ اپنے اوپر لے لیتا ہے۔ اس لئے مینٹل ٹینشن کی وجہ سے وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ پاگل ہونے کی شرح یہاں اتنی زیادہ ہے کہ ایک شہر میں سات سو پاگل خانے چاہئیں۔

دیکھئے کہ یہ کتنی اعلیٰ نعمت ہے۔ یہاں کسی کو گھاٹا پڑ گیا، یا کسی کا کوئی بڑا Closed Loved One (انتہائی پیارا) تھا جو فوت ہو گیا، تو کہا جاتا ہے کہ جی اللہ کی مرضی۔ یہ اللہ کی مرضی کہنے پر جتنا بوجھ تھا وہ سارے کا سارا کہیں اور شفٹ ہو گیا۔ تو ایمان کی نعمت نے انسان کو پاگل ہونے سے بچا لیا۔ سبحان اللہ۔ (ج15 ص69)

## ایمان باللہ کا ثمر

یہ ایمان کی نعمت بندے کو نیکی پر زندگی گزارنے کی تعلیم دیتی ہے۔ مجھے ایک مرتبہ امریکہ کی ایک ریاست میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں کے خطیب و امام کے ہاں ہم بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ میں یہاں اتوار کے دن جیل میں جاتا ہوں اور وہاں کے لوگوں کو دین کی دعوت دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقامی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ وہاں کے جو کریمنل مائینڈڈ (مجرمانہ ذہنیت کے) لوگ ہیں، وہ سزاؤں سے سیدھے نہیں ہوتے، ہاں اگر ان میں سے کوئی دین پر آ جائے تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کی پرمیشن (اجازت) دے دی کہ جس مذہب کا بھی بندہ چاہے وہ آ کر ان کو تعلیم دے تاکہ یہ بگڑے ہوئے لوگ اچھے شہری بن کر زندگی گزار سکیں۔

میں نے ان سے ایک سوال پوچھا: آپ اپنی زندگی میں پیش آنے والا کوئی اچھا واقعہ مجھے بتائیں؟ کہنے لگا کہ حضرت! واقعات تو بہت ہیں کہ ٹائم کم ہے، نماز کا وقت ہو رہا ہے، پھر آپ کا بیان بھی ہونا ہے، لہٰذا میں آپ کو صرف ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک آدمی کو گرفتار کر کے جیل میں لایا گیا۔ میں نے اس کے سامنے دین ایمان کی بات کی اور وہ کچھ دنوں میں مسلمان ہو گیا اور میں نے اس کا نام علی رکھا۔ اب میں نے اس کو دین کی بنیادی باتیں سکھانی شروع کیں۔ حتیٰ کہ ہمارے درمیان بہت محبت ہو گئی۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنے لگ گئے۔ ایک دن میں نے اس سے ایک سوال پوچھا۔ میں نے کہا: برادر علی! مجھے یہ بتائیں کہ اسلام لانے سے پہلے اور اسلام

لانے کے بعد تمہیں اپنی زندگی میں کیا تبدیلی محسوس ہو رہی ہے؟...... میرا یہ سوال سن کر اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے اس سے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہئے تھا۔ چنانچہ میں نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ اگر آپ اچھا فیل نہیں کر رہے تو بے شک بات نہ کریں۔ وہ کہنے لگا: نہیں، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اسلام لانے سے پہلے میں ایک نفسیاتی مریض تھا، ایک وحشی انسان تھا، بلکہ انسان کی شکل میں ایک پکا حیوان تھا۔ مجھے دوسرے انسانوں کو قتل کر کے مزہ آتا تھا اور جب ان کی لاشیں تڑپتی تھیں تو میں ڈانس کرتا تھا۔ ابھی تو میں چھوٹے جرم سے آیا ہوں لہٰذا چند مہینوں کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں چھتیس (36) انسانوں کو بغیر کسی وجہ کے قتل کر چکا ہوں۔ مجھے جہاں بھی موقع ملتا تھا میں بندے کو قتل کر دیتا تھا اور اسے تڑپتا ہوا دیکھتا تھا۔ میں اتنا نفسیاتی مریض تھا کہ میں ان کو دیکھ کر ڈانس کرتا تھا۔ میں کسی بھی قتل کے جرم میں پکڑا نہیں گیا۔ اسلام لانے سے پہلے میری یہ حالت تھی۔ اسلام لانے کے بعد تم نے مجھے خدا کا تصور دیا، قیامت کا تصور دیا اور بتایا کہ قیامت کے دن انسان کی زندگی کے اعمال کو تولا جائے گا۔ اس ایک تصور نے میری زندگی میں اتنی تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ جب بھی میں اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہوں تو میں قدم رکھتے ہوئے خیال کرتا ہوں کہ پاؤں کے نیچے کوئی چیونٹی بھی نہ آ کر مرنے پائے۔ یہ دین اسلام کا تصور ہے۔ یہ ایمان ہے کہ وہ بندہ جو کفر کی حالت میں چھتیس بے گناہ انسانوں کو قتل کر چکا تھا، جب دین کے اندر داخل ہوا تو اب چیونٹی کے مرنے کا بھی خیال کرتا ہے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے! یہ دین اسلام کا ثمر اور پھل ہے۔ (ج15ص70)

## مغرب میں رائج ایک اسلامی اصول

بیرون ملک میں ایک مرتبہ عجیب تجربہ ہوا۔ وہاں پر بہت بڑے بڑے سٹور بنے ہوئے ہیں۔ وہ اتنے بڑے ہیں کہ اندر جا کر دیکھیں تو پورا ایک محلہ آباد نظر آتا ہے۔

انسان چل چل کے تھک جاتا ہے مگر باہر نہیں نکل پاتا۔ وہاں ہزاروں لوگ خریدار ہوتے ہیں۔ دن رات لوگ گاڑیوں میں آرہے ہوتے ہیں اور جارہے ہوتے ہیں۔

ہمارے ایک دوست نے وہاں سے کوئی چیز خریدی۔ انہوں نے اس کا ڈبہ کھولا اور استعمال کیا۔ بعد میں ان کو پتہ چلا کہ فلاں چیز شاید اس سے زیادہ بہتر ہے یا کسی نے کہہ دیا کہ یہ کوئی اچھی انویسٹمنٹ نہیں۔ انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں میں واپس کر دیتا ہوں...... دین اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب کوئی خریدار چیز خرید کر جائے اور واپس کرنے آئے کہ یہ مجھے پسند نہیں تو چیز دکاندار واپس لے لے، اس کیلئے جنت کی بشارت ہے...... یہ تو ہم نے پڑھا تھا لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ کفار نے کہاں کہاں دنیا کے فائدے کی خاطر اسلام کی تعلیمات کو اپنایا ہوا ہے۔

ہم بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا تو ان کا ایک علیحدہ سیکشن بنا ہوا تھا جو باقاعدہ ریٹرن پالیسی کے تحت کام کر رہا تھا۔ انہوں نے چیزیں واپس کرنے کے قوانین بنائے ہوئے تھے۔ وہاں دس بارہ آدمی چیزیں واپس کرنے کیلئے کھڑے تھے۔ اس سیکشن میں ان کا ایک آدمی بیٹھا تھا جو لوگوں سے چیزیں واپس لے کر ان کو پیسے دے رہا تھا۔

اس کے پاس پہلا آدمی گیا اور اس نے کہا: جی میں یہ چیز لے کر گیا تھا یہ ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس نے کہا: اچھا۔ چنانچہ اس نے وہ چیز فوراً واپس رکھ لی اور اسے پیسے دے دیئے۔ ہم حیران ہوئے کہ اس نے تحقیق بھی نہیں کی کہ پہلے کی ٹوٹی ہوئی تھی یا خود توڑ کر لایا ہے۔ ایک منٹ میں وہ بندہ فارغ ہو گیا۔ پھر دوسرا آدمی آگے بڑھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا جی میں نے یہ چیز لی ہے مگر مجھے اس کا کلر پسند نہیں آیا۔ اس نے اس سے بھی چیز لے کر رکھ لی اور پیسے دے دیے۔ مجھے اور بھی حیرانی ہوئی۔

پھر تیسرے بندے نے چیز واپس کی، اس نے اس سے پوچھا: کیوں واپس کر رہے ہو؟ اس نے کہا: جی مجھے لگتا ہے کہ میں نے یہ چیز زیادہ مہنگی خریدی ہے میں کہیں اور سے سستی خرید سکتا ہوں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس نے اس سے بھی چیز لے لی اور پیسے دے دیئے۔

اگلا نمبر ہمارے دوست کا تھا۔ اس نے پوچھا: جناب آپ کیوں واپس کر رہے ہیں؟ اس نے کہا: جی میں نے یہ مشین خریدی تھی اور میں نے اسے ایک مہینے تک استعمال کیا ہے مگر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں نے اپنے پیسے ٹھیک استعمال نہیں کئے۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ جب اس نے دیکھا تو اس کے پارٹس بھی پورے نہیں تھے، وہ اس کا ڈھکنا گھر بھول گئے تھے۔ اس نے پوچھا: اس کا ڈھکنا کدھر ہے؟ کہا اوہو! میں تو وہ لانا ہی بھول گیا۔ اس نے کہا: اچھا کوئی بات نہیں۔ پھر اس نے وہ مشین رکھ کر پیسے دے دیئے۔ اب تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یا اللہ! یہ کیا عجب معاملہ ہے! ایک بندہ ایک چیز کو خرید کر ایک ماہ تک اپنے گھر میں استعمال کرتا ہے اور بغیر کسی وجہ کے استعمال شدہ چیز واپس لاتا ہے اور پھر اس کے پارٹس بھی پورے نہیں اس کو بھی وہ لے لیتا ہے۔

اس چیز نے مجھے حیران کر دیا۔ میں بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر پھر ہم نے اس سے سوال پوچھا، ہم نے کہا کہ اگر یہ پالیسی بن جائے تو پھر بیچنے والے کا حشر ہی ہو جائے گا۔ ہر بندہ اس سے خریدے گا۔ کوئی اس لئے واپس لائے گا کہ ہمیں اس کا کلر پسند نہیں۔ کوئی اس لئے لائے گا کہ چیزیں پسند نہیں۔ کوئی کہے گا میری بیوی نے یہ کہا۔ کوئی کہے گا کہ میرے بھائی نے یہ کہا۔ کوئی کہے گا کہ مجھے مزہ نہیں آیا۔

اس نے کہا: جی بات تو ایسے ہی ہے لیکن مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ خریدنے والے کے دل میں ایک تسلی ہوتی ہے کہ میں یہ جو چیز خرید رہا ہوں میں اسے خریدنے کے بعد واپس کر سکتا ہوں۔ یعنی اس چیز میں اگر کوئی اونچ نیچ بھی ہوگی تو وہ اس اونچ نیچ کو پورا کر دیں گے۔ لہٰذا خریدنے والے ایک ہزار لوگ آتے ہیں اور واپس کرنے والے دس بارہ آتے ہیں۔ یہاں پر لوگ مصروف ہی اتنے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس دوبارہ آنے کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ وہ ایک مرتبہ چیز لے کر جاتے ہیں تو دوبارہ ان کے پاس آنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی، لہٰذا تجربہ کہتا ہے کہ جو ایک ہزار آدمی خرید کر جاتے ہیں، ان میں سے صرف دس بارہ افراد ہی واپس آتے ہیں۔ حالانکہ ریٹرن پالیسی بھی بنی ہوئی ہے۔

اس طرح ہم نوسو ننانوے گاہکوں سے تو منافع کماتے ہیں نا۔ اگر دس بندے اس چیز کو خراب کر کے بھی واپس کر دیں تو بھی ہمارے منافع میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔

یہ سوچ تو کسی تاجر کی ہی ہو سکتی ہے، ہم تو اس سوچ پر نہیں پہنچے تھے۔ تب ہمیں احساس ہوا کہ اسلام نے ہمیں چودہ سو سال پہلے کتنا خوبصورت اصول بتا دیا کہ اگر کوئی گاہک چیز خرید کر لے جائے اور پھر وہ واپس کرنا چاہے تو اسے بخوشی واپس لے لو۔ آنکھ بھی کہتی ہے کہ اس میں نقصان ہوگا اور دماغ بھی کہتا ہے کہ اس میں نقصان ہے مگر تجربہ ثابت کرتا ہے کہ اس میں فائدہ ہے۔ ویسے بھی سوچنے کی بات ہے کہ ان ہزار بندوں کو کیا صرف یہی کام ہے کہ وہ چیزیں خرید کر واپس کر دیں گے۔ سو میں سے ایک دماغ ہی اس طرح کا ہوگا۔ باقی تو اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوتے ہوں گے۔ اور وہ لوگ جو چیزیں واپس کرتے ہیں ان سب کی قیمت لگا کر وہ ہزار پر تقسیم کر دیتے ہیں۔

پھر اس نے ایک عجیب بات کہی جو آپ کو بتانی تھی، پہلے تو میں نے آپ کو بیک گراؤنڈ (پس منظر) بتایا ہے تا کہ آپ کو پتہ چلے کہ یہ بات کر کیوں رہے ہیں۔......
اس نے یہ کہا: جب نام بڑا ہوتا ہے تو اس کی قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے......وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ جب کسی چیز کا نام مشہور و معروف ہوتا ہے تو اس چیز کے وقار کو بحال رکھنے کیلئے یہ چھوٹے موٹے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ (ج15 ص102)

## اولیاء اللہ کا کمال عفو

حضرت گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ وہ کشتی میں سفر کر رہے تھے، لوگوں نے ان کے ساتھ بدتمیزی کا معاملہ کیا۔ جب لوگوں نے بہت ہی زیادہ ان کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام کیا، اے میرے پیارے! یہ آپ کے ساتھ ایسا بدتمیزی کا معاملہ کر رہے ہیں، اور آپ عفو و درگزر کا مجسمہ بن کر آرام سے بیٹھے ہیں، اگر آپ چاہیں تو میں کشتی الٹ دوں تا کہ یہ سب لوگ ڈوب جائیں۔ جیسے ہی ان کے دل میں یہ الہام ہوا، تو حضرتؒ نے فوراً ہاتھ

اٹھائے، دعا مانگی، اے اللہ! اگر آپ کشتی کو الٹنا ہی چاہتے ہیں تو ان لوگوں کے دلوں کی کشتی کو الٹ دیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا قبول ہو گئی اور اس کشتی میں جتنے مرد اور عورتیں سوار تھیں ان میں سے ہر ایک کو موت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ولایت کا مقام عطا فرما دیا...... یہ عفو و درگزر ہوتا ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں ہمیں اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرنی چاہئے۔ (ج15 ص183)

## غیبت سے احتیاط

ایک بزرگ تھے۔ ان کو بیوی نے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا اور کہتی تھی کہ بس مجھے جدا کر دو۔ کسی قریبی رشتہ دار کو پتہ چلا۔ اس نے آکر کہا کہ حضرت! سنا ہے کہ آپ کی بیوی آپ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ فرمانے لگے: ہاں اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں کیسے غیبت کروں، وہ میری بیوی جو ہے؟ وہ چپ ہو گیا۔ بیوی کے اصرار پر بالآخر انہوں نے اسے طلاق دیدی۔ اس کے بعد وہ رشتہ دار پھر آیا۔ کہنے لگا: سنا ہے کہ آپ نے طلاق دے دی ہے، مجھے اب تو ذرا تفصیل بتا دیں۔ فرمانے لگے: جب وہ میری بیوی تھی، تب تو میں نے اس کی غیبت کرنا گوارا نہیں کی تھی، اب تو وہ میرے لئے اجنبیہ ہو چکی ہے، میں اجنبیہ کی غیبت کیسے کروں؟..... قوت برداشت دیکھئے۔ (ج15 ص187)

## زیتون میں برکت

قرآن مجید میں زیتون میں بھی برکت بتائی گئی ہے۔ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ . (النور:۳۵)

اور سائنس کی دنیا کہتی ہے کہ زیتون کے تیل کے اندر انسان کیلئے بڑے فائدے ہیں۔ ساری دنیا میں جو تیل استعمال ہوتے ہیں وہ سب کے سب انسان کی شریانوں کو بند کرتے ہیں اور کولیسٹرول ہائی ہوتا ہے۔ گھی، تیل اور کوکنگ آئل سب اس میں شامل ہیں۔ ان کو اگر انسان کھائے تو دل کی شریانیں بند ہوتی ہیں۔ پوری دنیا کے اندر فقط زیتون کا تیل ہی ایک ایسا تیل ہے، جو بند شریانوں کو بھی کھول دیتا ہے۔ یہ نئی تحقیق سامنے آئی ہے اور اس تحقیق کے بعد کافروں نے زیتون کا استعمال بڑھا دیا ہے۔ (ج15 ص207)

# محبت سے گھیر لیتے ہیں

ہمارے قریب کے دیہات کا ایک واقعہ ہے۔ایک نوجوان جس کی تعلیم بھی نہیں تھی اور شکل بھی عام سی تھی۔یعنی شکل بھی عام سی، عقل بھی عام سی اور تعلیم بھی نہیں تھی۔اس کی ایک خوبصورت کزن تھی۔اس نوجوان نے کہا: میں اپنی اسی کزن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔چنانچہ ماں باپ نے بھی ادھر زور دیا۔لڑکی والوں نے لڑکی سے پوچھا تو لڑکی نے تو شروع میں ہاں کردی۔نکاح ہوگیا۔رخصتی بھی ہوگئی۔لیکن جب وہ آکر اس کے پاس رہی تو اب اسے پتہ چلا کہ یہ تو پکا جاہل ہے وہ سوچ میں پڑگئی کہ نہ عقل ہے نہ شکل ہے، زندگی کیسے گزرے گی؟ چنانچہ اس لڑکی نے دل ہی میں اس نوجوان کو ناپسند کرنا شروع کردیا۔مگر خاموش رہی۔شادی کے تین چار دن بعد عام طور پر دلہنیں اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہیں۔یہ لڑکی بھی گھر گئی۔اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اب میں دوبارہ اس گھر میں کبھی نہ آؤں تو زیادہ اچھی بات ہوگی۔مگر اسے ماں باپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔کیونکہ ایک تو قریب کا رشتہ تھا اور دوسرا شروع میں ہاں بھی کر چکی تھی۔

دو چار دن بعد خاوند لینے کیلئے آگیا۔ماں باپ نے کہا کہ بیٹی! تیاری کرو، تمہارا میاں تمہیں لینے آیا ہے، جاؤ اسکے ساتھ۔چنانچہ اس نے اپنا سامان باندھا اور اسکے ساتھ چل پڑی۔

انہیں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جانا تھا۔راستے میں اس نے خاوند سے کہا: مجھے پیاس لگی ہے۔قریب ہی ایک کنواں تھا۔خاوند نے جاکر ایک طرف گٹھڑی رکھی اور کنویں کے ڈول کے ذریعے پانی بھرنے لگا۔بیوی کے دل میں شیطان نے ایک ایسی بات ڈالی کہ اس نے پیچھے سے اپنے خاوند کو کنویں میں دھکا دیدیا۔جب دھکا دیا تو خاوند کنویں میں جا گرا۔اس نے دل میں سوچا کہ اب یہ مر کھپ جائے گا اور ہمیشہ کیلئے اس سے جان چھوٹ جائیگی۔

اب وہ واپس ماں باپ کے گھر چلی گئی اور اس نے ان کے پاس جاکر عورتوں والا مکر کیا۔عورتیں مکر میں تو مشہور ہوتی ہیں۔وَ جَآءُوْ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ جیسے اخوان یوسف نے مکر کیا تھا ویسے ہی اس نے بھی مکر کیا۔وہ روتی ہوئی گھر پہنچی۔ماں باپ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ خاوند مجھے بٹھا کر کہیں چلا گیا۔میں اتنی دیر تک اس کا انتظار

کرتی رہی۔ میں اکیلی تھی، مجھے ڈر لگنے لگا، کوئی غیر مرد آجاتا تو میرا کیا ہوتا؟ مجھے جان کا بھی خطرہ تھا اور عزت کا بھی خطرہ تھا، وہ تو بڑا بے پرواسا آدمی ہے۔ اس لئے میں واپس آگئی ہوں۔ یہ سن کر ماں باپ کو بھی بڑا غصہ آیا کہ اس نے ہماری بیٹی کو اس طرح لاوارث چھوڑ دیا اور خود کہیں چلا گیا، یہ ایسا بے وقوف انسان ہے۔

اب ادھر کی بات سنیں، جب خاوند پانی میں گرا تو جان بچانے کیلئے اس نے ہاتھ پاؤں مارے تو اس کا ہاتھ اس رسے پر پڑ گیا جس کے ساتھ ڈول بندھے ہوتے تھے۔ اس نے اس رسے کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ڈوبنے سے بچ گیا، کافی دیر کے بعد اس نے ہمت کی اور آہستہ آہستہ رسے پر چڑھتے چڑھتے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے سوچا کہ میں کیا کروں؟ اس نے دل ہی دل میں کہا کہ مجھے توقع نہیں تھی کہ میری بیوی میرے ساتھ ایسا معاملہ کرے گی، کوئی بات نہیں، میں دوبارہ چلا جاتا ہوں۔

چنانچہ اب وہ دوبارہ سسرال کے گھر آیا۔ اتنے میں کپڑے بھی خشک ہو گئے تھے۔ جیسے ہی وہ سسرال کے گھر میں داخل ہوا تو لڑکی کے والدین نے اس کو بہت جلی کٹی سنائیں۔ کہنے لگے: تو کیسا بے عقل انسان ہے کہ تو ہماری بیٹی کو اکیلے چھوڑ کر چلا گیا! تو بڑا بے پرواہ ہے، تجھے اس کا ذرا خیال نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا، اس نے خاموشی سے سنا اور آخر میں صرف اتنا کہا کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ بہر حال آپ اپنی بیٹی کو بھیج دیں، ہمیں گھر جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بہت شرمندگی کا اظہار کر رہا ہے تو انہوں نے پھر بیٹی سے کہا، کوئی بات نہیں اب تم چلی جاؤ۔

اب بیٹی تو چل پڑی لیکن اس کے دل میں ایک بات بار بار آنے لگی کہ اگرچہ یہ ان پڑھ تھا، اگرچہ یہ بے عقل تھا، شکل اچھی نہیں تھی۔ مگر اس نے میرے ماں باپ کے سامنے میرا عیب تو چھپایا ہے، اس کا دل بڑا ہے نا! اگر یہ میرے ماں باپ کے سامنے میری حرکت کھول دیتا تو میں تو ماں باپ کو چہرہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہتی۔ اس ایک بات پر لڑکی کے دل میں خاوند کی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ اس نے اپنی بقیہ پوری زندگی اپنے خاوند کی محبت میں گزار دی۔ (ج15 ص193)

# صحت میں برکت

اللہ تعالیٰ انسان کی صحت میں بھی برکت ڈالتے ہیں۔صحت میں برکت سے کیا مراد ہے؟صحت میں برکت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی صحت میں ایسی برکت دیں کہ اس کو ڈاکٹر اور طبیب کے پاس جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔مثال کے طور پر:

ہم نے روس میں ایک بوڑھا دیکھا۔اس کی عمر اسّی سال سے زیادہ تھی۔وہ کہنے لگا کہ ان اسی سالوں میں میں نے کبھی اپنے ہاتھوں سے دوائی کی گولی اپنے منہ میں نہیں ڈالی۔یعنی پوری زندگی میں میں نے کبھی کوئی گولی نہیں کھائی۔یہ صحت کی برکت ہے۔

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں شوگر کے مریض ہو گئے تھے...... آپ جانتے ہیں کہ شوگر کے مریض کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پیشاب کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے...... ہم ایک مرتبہ مری میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔اس دن وہاں پورے ملک کے بڑے قراٗ آئے ہوئے تھے۔رمضان شریف کی رات تھی۔حضرت نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر کھانا کھایا۔کھانا کھانے کے بعد دوبارہ وضو تازہ کیا اور اس کے بعد مسجد میں تشریف لے آئے۔وہاں پر عشاء کی نماز پڑھی، پھر تراویح پڑھی۔تراویح کے بعد قرأت کا سلسلہ شروع ہوا...... اور ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو عاشق قرآن تھے۔وہ قرآن سنتے تھے تو ان پر نشہ طاری ہو جاتا تھا......حضرت وہیں بیٹھے رہے، حتیٰ کہ اتنی دیر گزر گئی کہ وہاں پر مسجد میں سحری کیلئے دسترخوان لگا دیا گیا۔چنانچہ حضرتؒ نے وہیں سحری فرمائی۔سحری کھانے کے بعد عام طور پر بندے کو پیشاب کی ضرورت پیش آتی ہے۔چنانچہ میں نے حضرت سے قریب ہو کر پوچھا: حضرت! کیا آپ کمرے میں تشریف لے جائیں گے؟ پوچھا، کیوں؟ میں نے عرض کیا، جی وضو تازہ کرنے کیلئے۔فرمانے لگے، ”میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے“

یہ خود مجھے فرمایا، ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ مغرب کا وضو کیا ہوا تھا،

پوری رات گزر گئی، سحری بھی کھالی، اور پھر شوگر کے مریض تھے، اس کے باوجود فرما رہے ہیں کہ میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے۔ حضرتؒ نے اسی وضو کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد درس قرآن شروع کر دیا۔ جب درس ختم ہوا تو اشراق کا وقت ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت نے اسی وضو کے ساتھ اشراق کے نوافل پڑھے، اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد کمرے میں آکر وضو کیا۔

لوگ تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ ہم نے اپنی زندگی میں ایک اللہ والے کو مغرب کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور بندہ بھی وہ جو شوگر کا مریض تھا...... یہ کیا چیز تھی؟...... یہ صحت میں برکت ہے۔ ایک دفعہ اس عاجز نے پوچھا: حضرت! آپ کی صحت ایسی ہے کہ ایسی صحت ہم نے کسی کی نہیں دیکھی۔ فرمانے لگے: مجھے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر عطا فرمائی اور میں نے اس شب قدر میں جو دعائیں مانگیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ یا اللہ! میری زندگی میں برکت ڈال دے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ عمر میں برکت کبھی کبھی تو ایسے ہوتی ہے کہ ساٹھ سال رہنا تھا اور اللہ تعالیٰ اس کی عمر بڑھا کر اسی سال کی کر دیتے ہیں۔ کئی لوگ ساٹھ سال میں پہنچ کر مریض بن جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کے محتاج بن جاتے ہیں، اٹھ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں، نہ چل سکتے ہیں اور دوسروں کیلئے وبال جاں بنے ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ کبھی کبھی برکت کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی صحت دیدیتا ہے کہ موت سے پہلے ان کو کسی کی محتاجی ہی نہیں ہوتی۔

آج ہم ایک ایسی خاتون کا جنازہ پڑھ کر آئے جو ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ عمر کی تھی۔ ان کی عمر بیاسی سال تھی۔ ان کے بیٹے مجھے بتا رہے تھے کہ اس بیاسی سال کی عمر میں بھی وہ اپنے سارے کام خود کرتی تھی، اسے کسی کی محتاجی نہیں تھی۔ یہ عمر میں برکت کہلاتی ہے۔ (ج15ص209)

# خدمت کی برکت

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھے مولانا غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ملتان سے آگے ایک علاقہ پونٹہ ہے۔ حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اسی علاقے سے تھا۔ انہوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی اور دعائیں بھی لیں۔ ان دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قوت حافظہ عطا فرمائی کہ اپنے بیان میں فرماتے تھے کہ اگر ساری دنیا سے شرح جامی کو ضبط کرلیا جائے، ختم کردیا جائے اور کوئی طالب علم میرے پاس آکر کہے کہ حضرت! شرح جامی کی ضرورت ہے، تو میں اپنی قوت حافظہ سے اس کتاب کو دوبارہ لکھوا سکتا ہوں۔ (ج15ص215)

# رزق میں بے برکتی کا حل

ایک مرتبہ میرے پاس ایک جنرل منیجر صاحب آئے۔ وہ دو ٹیکسٹائل ملوں کے منیجروں کے اوپر جنرل منیجر تھے۔ اس وقت ان کی تنخواہ ایک لاکھ روپیہ ماہانہ تھی، یہ اس زمانے کی بات ہے جب ڈالر کا ریٹ اٹھارہ روپے تھا، آج تو ڈالر کا ریٹ ساٹھ روپے ہے۔ اس وقت انجینئر کی تنخواہ بھی دو تین ہزار ہوتی تھی۔ ماہانہ تنخواہ ایک لاکھ روپیہ تھی اور گھر میں کل پانچ بندے تھے، دو میاں بیوی اور تین بچے۔ بڑا بچہ بارہ سال کا۔ دوسرا دس سال کا اور تیسرا آٹھ سال کا۔ پھر کہنے لگے کہ مل مالک نے دو تین گاڑیاں بھی دی ہوئی ہیں۔...... پٹرول بھی فری ہے...... ڈرائیور بھی دیا ہوا ہے...... کک بھی ملا ہوا ہے...... سیکورٹی گارڈ بھی دیئے ہوئے ہیں...... میری تنخواہ کا ٹیکس بھی مالک ادا کرتا ہے...... بجلی اور ٹیلیفون کا بل بھی وہی ادا کرتا ہے...... میں ایک لاکھ روپیہ اپنے گھر لے کے آتا ہوں۔

میں نے پوچھا کہ پھر آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ یہ سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگے: میرے خرچے پورے نہیں ہوتے...... اب ذرا سوچیں کہ ایک لاکھ روپیہ تنخواہ تھی اور تین بچے تھے، اور کہتے تھے کہ میرے

خرچے پورے نہیں ہوتے۔ میں تو حیران ہو گیا۔!!

پھر میں نے اپنی معلومات کے لئے ان سے پوچھا، جی آپ کا یہ مسئلہ کیسے بنتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے ڈیفنس لاہور میں کوٹھی کیلئے پلاٹ خریدا۔ اس کی قیمت 65 لاکھ روپے تھی۔ جب تعمیر شروع کی تو ایک اور بندہ آ کر کہنے لگا کہ یہ تو میرا پلاٹ ہے۔ پتہ چلا کہ جس نے وہ پلاٹ بیچا تھا اس نے وہی پلاٹ کسی اور کو بھی بیچ دیا تھا۔ یوں میرے ساتھ دھوکا ہوا اور میرے 65 لاکھ روپے چلے گئے...... پھر دوبارہ ایک جگہ پلاٹ خریدا۔ تعمیر کرنے کیلئے نقشہ بنوایا اور ٹھیکیدار کو بلوایا۔ ٹھیکیدار نے کہا کہ جی مجھے دس پندرہ لاکھ روپے ایڈوانس دیں، میں یہ لاؤں گا اور وہ لاؤں گا۔ چنانچہ اس نے پیسے لے کر کام شروع کیا۔ اس کے دوران ہی اس کو کوئی اچھا کام مل گیا اور وہ سامان لے کر وہاں چلا گیا۔ یوں میرے پندرہ لاکھ چلے گئے...... ایک مرتبہ میری بیوی نے کہا: مجھے تو فلاں گاڑی جو 45 لاکھ کی ہے وہ پسند ہے، مجھے وہ لے کر دو۔ میں نے وہ لے کر دی، ابھی اس کی نمبر پلیٹ نہیں لگی تھی کہ میں شہر میں کسی کام کیلئے بینک میں گیا۔ گاڑی کو کھڑا کر کے اندر گیا اور جب باہر آیا تو پتہ چلا کہ کوئی گاڑی تیزی سے آ رہی تھی، ڈرائیور کے ہاتھ سے بے قابو ہوئی اور اس نے ڈائریکٹ میری گاڑی میں آ کر گاڑی ماری اور میری گاڑی ٹوٹل زیرو ہو گئی۔ وہ 45 لاکھ بھی چلے گئے۔

میں نے ساری روداد سن کر انہیں کہا کہ اصل مسئلہ رزق کی کمی کا نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے رزق میں برکت نہیں ہے۔ جب تک برکت نہیں ہو گی آپ کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ کہنے لگے کہ برکت کیسے آئے گی۔ میں نے کہا، نیکی اور تقویٰ سے...... خیر، اللہ نے مہربانی فرما دی۔ وہ سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے اپنی زندگی کو بدلا، نیک نمازی بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی میں خوشیاں عطا فرما دیں۔ یوں اس کی زندگی میں بہت برکت پیدا ہو گئی۔

ہمارے ہاں یہیں جھنگ کے قریب ایک گاؤں ہے۔ اس میں ایک ایسی عورت

تھی جس کو حاتم طائی کی بہن کہا جاتا تھا۔ وہ بڑی سخیہ عورت تھی۔ اس کی یہ عادت تھی کہ اگر اس کے دروازے پر کوئی فقیر یا مسکین آجاتا تو وہ اسے خالی نہیں جانے دیتی تھی، وہ اسی گاؤں کے نمبردار کی بیوی تھی، گویا ذی حیثیت بھی تھی۔

یہ گاؤں سڑک کے بالکل کنارے پر نہیں بلکہ مین روڈ سے کچھ فاصلے پر تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ اندر کے دیہاتوں کے لوگ آٹھ دس کلومیٹر سے چل کر آتے، سڑک کے کنارے پہنچتے اور یہاں سے گاڑی پر بیٹھ کر شہر جاتے تھے۔ کئی دفعہ گاڑی چلی جاتی تو ان لوگوں کو رات وہیں گزارنی پڑ جاتی تھی اور سڑک کے کنارے پر کوئی انتظام بھی نہیں تھا۔ کئی دفعہ واپس آنے والے لوگ اس بات سے پریشان ہوتے تھے کہ رات دیر ہو جاتی تھی اور بیوی بچے بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے اور وہ ویرانے میں سفر کر کے گاؤں میں پہنچنے سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی وہیں سڑک پر ہی ٹھہر جاتے تھے۔ جبکہ وہاں کسی قسم کا انتظام بھی نہیں ہوتا تھا۔

اس عورت کے دل میں خیال آیا کہ میں وہاں کوئی ایسا انتظام کر دیتی ہوں کہ لوگوں کو کوئی مشکل نہ ہو۔ چنانچہ اس نے وہاں ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس سے لوگوں کو آسانی ہوگئی۔ پھر اس نے وہاں پانی کا بندوبست بھی کروا دیا۔ اس سے ان کیلئے اور بھی آسانی ہوگئی۔ پھر اس نے وہاں لسی بھی پہنچانی شروع کر دی جس سے اور بھی آسانی ہوگئی۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ لوگ بے چارے بھوکے ہوتے ہیں، چلو ان کیلئے کچھ دال روٹی کا ہی انتظام کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے وہاں لنگر شروع کروا دیا اس سے لوگوں کیلئے اور زیادہ آسانی ہوگئی۔ اب کئی مفت خورے لوگ پلاننگ ہی ایسے کرتے کہ ہم شہر سے چلیں گے، رات کو وہیں ٹھہریں گے۔ کھانا بھی کھائیں گے اور صبح آگے جائیں گے۔ چنانچہ کبھی بیس، کبھی تیس اور کبھی پچاس مہمان روزانہ ہوتے تھے۔ بہر حال ایک خیر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے اللہ حفاظت فرمائے۔ گاؤں کا ایسا ہی ایک آدمی اس عورت کے خاوند کو ملا اور اسے کہنے لگا: لگتا ہے

کہ تمہارے پاس مفت کا مال ہے، کیا درخت سے پیسے توڑ کر لاتے ہو میاں! اور کہیں خرچ نہیں ہوتے تو ہمیں دو، ہم خرچ کر کے دکھاتے ہیں۔ اس نے پوچھا، بھئی! کیا بات ہے، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کہنے لگا، تمہاری بیوی نے جو یہ لنگر شروع کروایا ہوا ہے، یہاں ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں، مفت خورے پڑے رہتے ہیں اور کھانا کھاتے رہتے ہیں۔ لگتا ہے کہ تمہیں کہیں سے مفت کا مال ہی ہاتھ آیا ہوا ہے۔ اس نے کچھ ایسی زہریلی باتیں کیں کہ اس نمبردار نے وہ لنگر بند کروا دیا۔

جب لنگر بند ہوا تو وہ خاتون بہت غمزدہ ہوئی، لیکن وہ بڑی سمجھدار تھی، وہ خاموش رہی اور خاوند سے بات تک نہ کی۔ تاہم وہ بات کرنے کیلئے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھی۔ دو تین دن کے بعد خاوند نے بیوی سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تم مجھے بہت بجھی بجھی لگ رہی ہو۔ کہنے لگی: ہاں، بس ایسے ہی ذرا پریشانی ہے۔ اس نے کہا: چلو میں تمہیں اپنے رقبے پر لے جاتا ہوں، وہاں باغات بھی ہیں، کھیت بھی ہیں، وہاں تم چلو پھرو گی تو طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ رقبہ میں چلی گئی۔

وہاں جا کر اس نے تھوڑی دیر کیلئے ادھر ادھر گھوم کر وقت گزارا۔ پھر کنویں کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے چلتے ہوئے کنویں کے اندر دیکھنا شروع کر دیا۔ خاوند نے کہا: اب رات ہونے والی ہے، چلو گھر واپس چلتے ہیں۔ کہنے لگی: ہاں ابھی چلتے ہیں۔ اس نے پھر پوچھا: تم یہاں بیٹھی کیا دیکھ رہی ہو؟ کہنے لگی: بس ایسے ہی کنویں کو دیکھ رہی ہوں۔ اس نے پوچھا: بتاؤ تو سہی آخر کیا دیکھ رہی ہو؟ وہ کہنے لگی: میں دیکھ یہ رہی ہوں کہ اس کنویں کے اندر خالی ڈول جا رہے ہیں اور سب کے سب پانی سے بھر کے واپس آ رہے ہیں اور نیچے پانی جیسے تھا وہ ویسا ہی ہے، ختم ہی نہیں ہو رہا۔ اب خاوند نے کہا: اللہ کی بندی! یہ تو سارا دن اور ساری رات بھی کنواں چلتا رہے تو کنویں کا پانی نہ تو کم ہوتا ہے اور نہ ہی ختم ہوتا ہے۔ اس نے کہا: اچھا! ایسے ہی ہوتا ہے؟ خاوند نے کہا: ہاں یہ تو کنواں ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے، کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ جب خاوند

نے یہ کہا: تب بیوی نے آگے سے جواب دیا: اچھا! اگر کنوؤں کا پانی ختم نہیں ہوتا تو ایک کنواں اللہ نے ہمارے گھر میں بھی تو جاری کر دیا تھا، وہ لنگر خانہ بھی تو ایک کنواں ہی تھا، تمہیں کیوں اس کے بارے میں ڈر ہوا کہ لوگ آ آ کر کھا رہے ہیں، اور ہمارا رزق ختم ہو جائے گا۔ لو جی خاوند کی سمجھ میں بات آ گئی اور اس نے دوبارہ وہ لنگر جاری کروا دیا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ جب تک وہ نیک بندی زندہ رہی اس کا لنگر لوگوں کیلئے چلتا رہا۔ (ج15 ص218)

## محدث بقی بن مخلد کا تاریخی کارنامہ

ابن مخلد رحمۃ اللہ علیہ اندلس میں ایک محدث گزرے ہیں۔ وہ سفر کر کے بغداد پہنچے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھنے کیلئے انہوں نے یہ سفر کیا۔ اللہ کی شان کہ وقت کے حاکم نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو گھر میں نظر بند کر دیا تھا۔ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا اور نہ ہی وہ کسی سے مل سکتے تھے۔ ابن مخلدؒ بہت پریشان ہوئے۔

ان کے ذہن میں ایک تجویز آئی۔ ہوٹل میں جو کمرہ کرائے پر لیا تھا وہاں سے جب نکلے تو سر پر بھی کپڑا باندھا ہوا تھا، ٹانگ پر بھی ایک جگہ کپڑا باندھا ہوا تھا، پھٹے ہوئے کپڑے تھے، ایک ہاتھ میں لاٹھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں کشکول پکڑ لیا، جیسے سوال کرنے والا فقیر ہوتا ہے۔ باہر نکل کر انہوں نے مانگنا شروع کر دیا۔ اس زمانے میں فقیر جب سوال کرتے تھے تو یوں کہا کرتے تھے:

**اجر کم علی اللہ.** تمہارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

یہ الفاظ سن کر جنہوں نے دینا ہوتا تھا وہ دے دیتے تھے۔ چنانچہ یہ صدا لگاتے ہوئے گلیوں میں جا رہے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ فقیر ہے۔ کسی نے کچھ دیدیا اور کسی نے نہ دیا۔

اسی طرح صدا لگاتے لگاتے وہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دوازے پر پہنچے۔ انہوں نے صدا لگائی۔ امام صاحب نے دروازہ کھولا کہ میں پیسے دوں۔ وہ کہنے لگے کہ حضرت! میں درہم و دینار کا طالب نہیں ہوں۔ میں حدیث کا طالب ہوں، آپ

سے حدیث پڑھنے کیلئے آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو نہیں پڑھا سکتا، آپ سے بات نہیں کر سکتا، حکومت مجھے بہت زیادہ سزا دے گی۔ کہنے لگے کہ حضرت! میں اسی طرح فقیر اور بھکاری کے بھیس میں روزانہ آپ کے دروازے پر آیا کروں گا۔ آپ دروازہ کھول دینا، جتنی دیر پیسے دینے میں لگتی ہے، اتنی دیر حدیث سنانے میں لگا دینا اور میں حدیث زبانی یاد کرلیا کروں گا۔ وہ ایک سال تک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دوازے پر آتے رہے، صدا لگاتے رہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کو حدیث پڑھاتے رہے اور وہ حدیث سن کر یاد کرتے رہے جب قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے: اے اللہ! ہم نے تیرے دین کو ایسے ایسے حاصل کیا، تو ہماری وہاں کیا حیثیت ہوگی؟ ہم اپنے اوقات کا خیال رکھیں۔ ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں اور ٹھنڈے ٹھنڈے پنکھوں کے نیچے صاف ستھری جگہوں پر بیٹھ کر آج کے طلباء اپنے اساتذہ سے علم حاصل نہیں کر پاتے۔ یاد رکھیں وقت ہمارے پاس بہت بڑی نعمت ہے۔

**الوقت من ذهب وفضة** وقت سونے اور چاندی کی مانند ہے۔ (ج15 ص266)

## عقل بڑی یا بھینس

ایک مرتبہ میرا چھوٹا بیٹا سیف اللہ میرے ساتھ تھا۔ ایک جگہ ہم نے ایک بھینس گزرتے دیکھی۔ میں نے بچے سے پوچھا: بیٹا! عقل بڑی کہ بھینس؟ کہنے لگا؟ ابو جی! بھینس۔ میں نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگا، عقل اتنی چھوٹی سی ہے اور بھینس اتنی بڑی ہے، اس لئے بھینس بڑی ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا: بھینس کے گلے میں پٹہ کون ڈالتا ہے؟ اس نے کہا: انسان۔ پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل دی ہے۔ پھر میں نے اسے سمجھایا کہ بھینس انسان کے گلے میں پٹہ نہیں ڈال سکتی، انسان بھینس کے گلے میں پٹہ ڈال کر اسے قابو کر لیتا ہے۔ اس لئے عقل بھینس سے بڑی ہوتی ہے۔ (ج16 ص50)

# غیرت کا عجیب واقعہ

قاضی موسیٰ بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں ایک میاں بیوی کا جھگڑا پیش ہوا جھگڑا کیا تھا؟ میاں بیوی ایک دوسرے سے ذرا خفا تھے۔ بیوی چاہتی تھی کہ یہ مجھے طلاق دیدے اور میرا مہر مجھے دیدے۔ مہر کی رقم بہت زیادہ تھی اس لئے خاوند کہتا تھا کہ میں طلاق تو دے سکتا ہوں مگر مہر نہیں دوں گا۔

مقدمے کے گواہوں میں سے کسی نے کہا: جی مجھے کیا پتہ کہ پردے میں لپٹی کون عورت ہے؟ اگر یہ اپنا چہرہ کھول دے تو پہچان کر تصدیق کر سکتا ہوں کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ وہ کوئی قریبی غیر محرم بندہ ہوگا۔ تو قاضی نے کہا: ہاں ایسے موقع پر گواہ اگر کہیں تو شرعاً وہ دیکھ سکتے ہیں ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا یہی معنی ہے کہ ضرورت کے وقت ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اب خاوند نہیں چاہتا تھا کہ میری بیوی کسی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولے۔ قاضی نے تو کہہ دیا کہ اگر گواہ مطالبہ کریں گے تو اس کو اپنی شناخت ثابت کرنا پڑے گی۔ خاوند نے جیسے ہی بات سنی، وہ کہنے لگا: قاضی صاحب! آپ میری بیوی کو چہرہ کھولنے کیلئے مت کہیں، میں اس کا پورا مہر پانچ سو دینار دینے کیلئے تیار ہوں۔ جب خاوند نے یہ بات کہی کہ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ یہ غیر کے سامنے چہرہ کھولے، میں پانچ سو دینار دے کر اس کی بات مان لیتا ہوں، تو بیوی کے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہوا کہ جب میرا خاوند میرے بارے میں اتنا غیرت مند ہے تو پھر میں بھی اس ارادے سے باز آ جاؤں۔ چنانچہ وہ کہنے لگی، قاضی صاحب! نہ میں خاوند سے طلاق چاہتی ہوں اور نہ ہی حق مہر مانگتی ہوں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے دونوں کو ہنسی خوشی واپس گھر بھیج دیا۔ (ج15 ص269)

# تقویٰ کا عجیب واقعہ

امام العلماء والصلحا حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بڑا معروف تھا۔ آپ سردیوں میں بھی اور گرمیوں میں بھی ہاتھ میں چھتری رکھتے تھے۔ گرمیوں میں تو چھتری ہاتھ میں رکھنا سمجھ میں آتا ہے، دھوپ سے بچتے ہوں گے، لیکن سردیوں میں چھتری رکھنا تو سمجھ میں نہیں آتا۔ چونکہ حضرت کی جماعت میں علماء کی کثرت تھی اس لئے ایک مرتبہ ایک عالم نے پوچھ لیا کہ حضرت! سردیوں میں چھتری ہاتھ میں رکھنے کی کیا حکمت ہے؟ جب انہوں نے اصرار کیا، تب حضرت نے راز کھولا۔ فرمایا کہ عام لوگ تو سردی گرمی سے بچنے کیلئے رکھتے ہیں، میری ایک اور بھی نیت ہوتی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کونسی؟ فرمایا کہ راستہ چلتے ہوئے جب دیکھتا ہوں کہ دائیں طرف سے غیر محرم آ رہی ہے تو میں اس طرف چھتری کر کے اپنا چہرہ چھپالیتا ہوں اور جب بائیں طرف سے غیر محرم آ رہی ہوتی ہے تو چھتری سے بائیں طرف آڑ کر لیتا ہوں، میں غیر محرم کے کپڑے کو بھی نہیں دیکھتا، تا کہ میرا اس کی طرف دھیان ہی نہ جائے۔ یہ ہے تقویٰ کہ غیر محرم کا چہرہ تو کیا دیکھنا، اس کے کپڑے کو بھی نہ دیکھا جائے۔ (ج15ص270)

# انسانی عقل کے کرشمے

ایک مرتبہ ہمیں امریکہ میں سفر کرنے کے دوران، ڈرائیور نے کہا: حضرت! ہم اس وقت ایک ایسے ایگزٹ پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم دومنٹ کے اندر اندر ایک چڑیا گھر کے دروازے پر پہنچ جائیں گے اور اس وقت چڑیا گھر بند ہونے والا ہے۔ آخر میں وہ اپنا ایک فائنل پروگرام پیش کرتے ہیں جو بہت ہی دلچسپ ہوتا ہے۔ آپ اگر اجازت دیں تو وہ دیکھنے چلیں، کیونکہ ہمارے پاس ٹائم بھی ہے۔ میں نے جواب میں کہا: ؎

مرغِ دل راگلشنِ بہتر زِ کوئے یار نیست　　　طالبِ دیدار را ذوقِ گل وگلزار نیست

دل کے مرغ کو باغ... دوست کی گلی سے زیادہ اچھا نہیں، دیدار کے طالب کو گل وگلزار کا ذوق نہیں ہوتا"۔مگر دونوں بچے ساتھ تھے۔ابو جی! جانور کا شور ہے،اگر ہم دیکھیں گے تو ہماری معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور اچھا بھی لگے گا۔خیر، بچوں کا شوق دیکھ کر میں نے کہا: چلو چلتے ہیں۔چنانچہ دومنٹ کے اندر ہم دروازے پر پہنچ گئے۔

ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے گراؤنڈ کے اندر ایک ہاتھی کھڑا تھا۔انہوں نے اس کے گلے میں ایک بیلٹ باندھ رکھا تھا اور اس بیلٹ کے ساتھ کم از کم تین انچ موٹا اور کئی فرلانگوں کے حساب سے لمبا رسہ باندھا ہوا تھا۔ہم لوگ کار کے اندر ہی بیٹھ کر یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

آئیٹم یہ تھا کہ جتنے لوگوں نے آج کے دن اس چڑیا گھر کو دیکھا وہ آخری وقت میں اس ہاتھی کے ساتھ رسہ کشی کریں۔چنانچہ ہم نے دیکھا کہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں مردوں اور عورتوں نے رسہ پکڑا ہوا ہے اور رسہ کشی کے لئے بالکل تیار کھڑے ہیں۔

جو آدمی ان کو یہ گیم کروا رہا تھا، اس نے اعلان کیا: جی! آج تک ہسٹری میں جتنے بھی لوگ یہاں پر آئے وہ ہاتھی سے جیت نہیں سکے، آج اگر آپ لوگ ہمت کر کے جیت جائیں تو

**You will be giong to make a record.**

(آپ ایک ریکارڈ قائم کرلیں گے)۔

اس کے بعد اس نے اشارہ کیا اور سب لوگوں نے مل کر اس کو کھینچنا شروع کر دیا۔ہماری جہاں تک نظر جاتی تھی وہاں تک ہمیں ایک لمبے گراؤنڈ کے اندر رسے کے ساتھ چیونٹیوں کی طرح لوگ نظر آرہے تھے۔جب سب نے زور لگایا تو ہم نے دیکھا کہ وہ ہاتھی ایک قدم پیچھے ہٹا...... پھر دوسرا قدم...... پھر تیسرا قدم...... جب وہ ہاتھی بارہ قدم پیچھے ہٹا تو اس شخص نے پھر اعلان کیا کہ ایک قدم باقی رہ گیا ہے، اگر آپ لوگ اب ہاتھی کو پیچھے کھینچ لیں تو آپ جیت جائیں گے اور ایک ریکارڈ قائم کرلیں گے۔اس کے اس اعلان کے بعد لوگوں نے زور لگانے کی انتہا کر دی۔ہمارا

خیال تھا کہ ہاتھی بڑے آرام کے ساتھ ایک قدم پیچھے آجائے گا۔ لیکن جب انہوں زور لگانے کی انتہا کردی تو اس وقت ہاتھی نے چلنا شروع کردیا اور سب بندوں کو چیونٹیوں کی طرح گھسیٹتے ہوئے آگے چلا گیا۔

بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے ہاتھی کو سکھایا ہوا تھا کہ تو نے بارہ قدم پیچھے آنا ہے اور آخر قدم پر جب یہ خوب زور لگائیں تو تم نے سب کو کھینچ کر آگے کر دینا ہے۔ یہ دیکھ کر ہم بہت حیران ہوئے کہ پانچ سات ہزار بندوں کی طاقت ایک طرف اور ایک ہاتھی کی طاقت ایک طرف۔ ہاتھی پھر بھی طاقت ور ثابت ہوا۔ لیکن انسان کی عقل کو دیکھئے کہ وہ اس عقل کے بل بوتے پر اس ہاتھی کو بھی قابو میں لے کر سدھار لیتا ہے۔ (ج16ص53)

## عجوہ کھجور میں راز کی بات

ہمارے ایک دوست کا کولیسٹرول لیول ہائی ہوگیا۔ ڈاکٹر نے ان سے کہا کہ آپ کو کولیسٹرول فوراً کنٹرول کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایسی حد تک پہنچ چکا ہے کہ جہاں کسی وقت بھی ہارٹ اٹیک (دل کا دورہ) ہوسکتا ہے۔ انہوں نے گھبرا کر مجھے فون کیا۔ کہنے لگے: حضرت! میں بڑا پریشان ہوں، مجھے کچھ بتایئے۔ ان کی بات سن کر ایک تو ہم نے ان کو دعائیں دیں اور دوسرا نبی علیہ السلام کی سیرت مبارکہ پر نظر دوڑائی کہ ہمارے لئے یقیناً کہیں نہ کہیں روشنی کا مینارہ ضرور ہوگا اور ہمیں اس سے رہنمائی مل جائے گی۔ چنانچہ مطالعہ کے دوران نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی میں سے ایک ایسا ہی معاملہ سامنے آیا جس سے ہمیں امید کی ایک کرن نظر آئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سینے میں درد اور گھٹن ہوتی ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ دل کی بیماری ہے۔

اس حدیث کو پڑھ کر پتا چلا کہ دنیا میں سب سے پہلے نبی علیہ السلام نے ہارٹ اٹیک کی تشخیص فرمائی۔ حالانکہ سینے کی گھٹن کے ساتھ دل کا کیا تعلق؟ چودہ سو سال پہلے

کس کو پتہ تھا۔لیکن نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو دل کی بیماری ہے۔

پھرانہوں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اب میں کیا کروں؟ نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا: ''تم عجوہ کھجوریں استعمال کرو۔''

انہوں نے وہ کھجوریں استعمال کیں اوران کی تکلیف دور ہوگئی۔

ہم نے جب یہ حدیث پڑھی تو ہم نے سوچا کہ اس میں یقیناً کوئی نہ کوئی راز ہو گا۔کیونکہ کھجور کے اوپر جو کچھ ہوتا ہے وہ تو کاربوہائیڈریٹس ہی ہوتے ہیں۔چنانچہ لگتا ہے کہ اس کے اندر جو گٹھلی ہے اس کے اندر کوئی خاص نعمت موجود ہے۔ہمیں اس میں راز کی بات یہ ملی کہ کھجور کی گٹھلیوں کو پیس کر خود کھانا اور اونٹوں کو کھلانا عربوں کی عادت تھی۔ام سلمی رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت میں آتا ہے کہ وہ کھجور کی گٹھلیوں کو پیستی تھیں اوراپنے اونٹوں کو کھلایا کرتی تھیں۔اگرلوگوں کے پاس بھی کھانے کی اور کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی تھی تو وہ بھی گٹھلیوں کو پیس کر کھالیا کرتے تھے۔

چنانچہ ہم نے حاجی صاحب سے کہا کہ ہم آپ کو ایک دوائی بھیج رہے ہیں اسے استعمال کیجئے۔چنانچہ ہم نے عجوہ کھجور کی چالیس گٹھلیاں لیں اوران کا ہائیڈرالک پریس کے ذریعے پاوڈر (سفوف) بنوالیا۔بعد میں ان کو کیپسولوں میں بھرلیا۔پھر یہ کیپسول حاجی صاحب کو بھجوادیے اور ساتھ یہ بھی ہدایت دی کہ آپ ہر کھانے کے بعد صبح دوپہر شام ایک ایک کیپسول استعمال کریں۔بعد میں اور کیپسول بھی بھر کر بھیجے۔

اللہ کی شان کہ چالیس دن بعد جب وہ دوبارہ چیک اپ کروانے کے لئے گئے تو وہ کولیسٹرول جو 300 سے بھی زیادہ تھا تو اس دن اس کی ریڈنگ 185 تھی۔یہ ریڈنگ جوان اور صحت مند آدمی کے کولیسٹرول کی ہوتی ہے۔یہ ریڈنگ دیکھ کر ڈاکٹر حیران ہوئے کہ اس کی کوئی اوروجہ ہے؟ چنانچہ انہوں نے فون کیا کہ ڈاکٹر یہ رپورٹ مانتا ہی نہیں میں نے کہا ان سے کہو کہ وہ دوسرا نمونہ لے لیں۔اس طرح جب دوسری دفعہ ان کا کولیسٹرول ماپا گیا تو وہ بھی 185 نکلا۔

پھر ہم نے یہ نسخہ اپنے کئی درجن دوستوں کو استعمال کروایا اور سو فیصد لوگوں کو فائدہ ہوا۔جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے کھجور کی گٹھلیوں میں شفا رکھی ہے۔ (ج16ص116)

# نیت کی اہمیت

ہر عمل کی ابتدا نیت سے ہوتی ہے۔اس لئے طلبا اپنے کام کی ابتدا تصحیح نیت کے ساتھ کریں۔انسان جس راستے پر چلتا ہےاس کے ذرات بھی نظر آتے ہیں اور جس راستے پر نہیں چلتا اس کے پہاڑ بھی نظر نہیں آتے۔نیت کو صحیح کرنا یہ عمل کی بنیاد ہے۔نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بَالنِّیَّاتِ. ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

اکابرین امت نے نیت کی اہمیت کے بارے میں گراں قدر اقوال ارشاد فرمائے ہیں، مثال کے طور پر: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لَا عَمَلَ لِمَنْ لَّا نِیَّةَ لَهُ. ''جس بندے کی کوئی نیت نہیں اس کا عمل نہیں۔''

یحیٰ بن کثیر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''نیت کرنا سیکھو! اس لئے کہ نیت کرنا عمل سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔''

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کبار اولیاء میں سے گزرے ہیں۔وہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔

انہوں نے جو مجلس تدوین فقہ بنائی تھی اس کے چالیس نمایاں حضرات میں سے تھے۔اس مجلس میں،

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسے کثیر الحدیث عالم تھے،

قاسم بن معین اور محمد بن حسن جیسے ادب اور عربیت کے ماہر تھے،

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ جیسے قیاس اور استحسان کے بادشاہ تھے،

اس مجلس میں داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے تقویٰ کے پہاڑ بھی تھے۔یہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''حسن نیت ہر خیر کا مجموعہ ہے''۔(ج ۱۶ ص ۱۳۷)

# اخلاص کی قیمت

ایک مرتبہ مجھے کوئی صاحب دعا کروانے کے لئے لے گئے۔ مجھ سے پوچھنے لگے: حضرت! آپ نے کبھی ہیرے دیکھے ہیں؟ میں نے کہا: میں اس لائن کا بندہ نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اتنا شوق ہے۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی اور اس کو کھول کر مجھے ہیرے دکھانے لگا اور ساتھ ساتھ بتانے بھی لگا کہ یہ اتنے لاکھ کا ہے اور یہ اتنے لاکھ کا ہے۔ ہم تو سن کر حیران ہو رہے تھے۔ ہم نے کہا: یہ تو بہت چھوٹے ہیں اور آپ قیمت زیادہ بتا رہے ہیں۔ کہنے لگے: حضرت! ہیرا ہمیشہ چھوٹا ہوتا ہے لیکن قیمت میں بڑا ہوتا ہے۔ اس وقت مجھے یہ بات یاد آئی کہ قیامت کے دن اخلاص نیت کی وجہ سے جن لوگوں نے کام کیے ہوں گے ان کے عمل اگرچہ چھوٹے ہوں گے مگر اللہ کے ہاں ان کی قیمت بڑی ہوگی۔ (ج16 ص159)

# جنت کی قیمت

آپ اگر بازار پھل لینے کے لئے جائیں اور آپ کو ایک روپے کے بدلے میں کوئی داغی سیب دے دے تو آپ کہتے ہیں: جی! تو لنے کی بھی ضرورت نہیں۔ جس طرح ہم ایک روپے کے بدلے میں گلے ہوئے پھل کو تولنے کی بھی اجازت نہیں دیتے، بالکل اسی طرح قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنی جنتوں کے بدلے میں ریا والے گلے ہوئے عملوں کو میزان پر تلنے ہی نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا.

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ایک روپے کے بدلے میں داغی پھل کو قبول نہیں کرتے تھے، میں جنتوں کے بدلے میں تمہارے داغی عملوں کو کیسے قبول کروں۔ آپ کی دنیا QCC (کوالٹی کنٹرول سنٹرز) بناتی ہے۔ ہر بندہ کہتا ہے کہ میں نے پیسے دینے ہیں اس لئے مجھے چیز کی کوالٹی چاہئے۔ اللہ رب العزت نے بھی جنتیں دینی ہیں، اپنی رضا دینی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو بھی عملوں کی کوالٹی چاہئے۔ (ج16 ص163)

# نسبتِ محمدی کی فکر

جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر فقیر بھیک مانگنے کے لئے بیٹھے ہوتے تھے۔ ایک انگریز آیا۔ وہ مسجد میں کوئی ڈیزائن دیکھنا چاہتا تھا۔ جب سیڑھیاں چڑھنے لگا تو ایک مسلمان فقیر اس کی طرف بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا: مجھے کچھ دے دیجئے۔ اس انگریز نے بٹوہ نکالا اور اس کو کچھ پیسے دے دیے اور بٹوہ جیب میں ڈال کر چلا گیا۔

اللہ کی شان، کہ اس کو مسجد کا وہ ڈیزائن پسند آیا اور بیوی کو جا کر بتایا۔ بیوی نے کہا کہ مجھے بھی اگلے ہفتے وہ ڈیزائن دکھائیں۔ کہنے لگا: بہت اچھا۔ رات کو اسے محسوس ہوا کہ جو بٹوہ اس نے جیب میں ڈالا تھا وہ جیب میں نہیں تھا اور وہ راستے میں ہی کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس میں تین چار سو روپے بھی تھے۔ اس زمانے میں مہینے کی تنخواہ ہی روپیہ یا دو روپیہ ہوتی تھی تو تین چار سو روپے تو بڑی رقم سمجھی جاتی تھی۔ خیر اس نے کہا کہ اب تو وہ گم ہو گیا ہے، کیا کریں۔ چنانچہ بات آئی گئی ہو گئی۔

اگلے ہفتے وہ اپنی بیوی کو لے کر دوبارہ مسجد کی طرف گیا۔ اب جب وہ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہی فقیر بھاگتا ہوا آیا اور اس نے اپنا تھیلا نیچے رکھا اور اس میں سے اس کا بٹوہ نکالا اور کہنے لگا: صاحب! آپ کا یہ بٹوہ یہاں گر گیا تھا، میں نے آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر آپ نکل گئے۔ میں نے اس وقت سے یہ سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ آپ یہ لے لیجئے۔ جب اس نے بٹوہ دیکھا تو اس میں پوری کی پوری رقم موجود تھی۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ پیسہ پیسہ مانگنے والا، اسے تین چار سو روپے مل گئے تھے، اس نے خود کیوں نہ استعمال کر لئے: پھر یہ ایک ہفتے تک میرا انتظار بھی کرتا رہا۔

چنانچہ اس نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تم نے میرے پیسے استعمال نہ کئے۔ فقیر نے جواب دیا کہ میرے دل میں بھی یہ بات آئی تھی کہ میں ان پیسوں کو استعمال کر لوں، لیکن مجھے فوراً ایک خیال آیا جس کی وجہ سے میں نے ایسا نہ کیا۔ اس نے پوچھا: آپ کو کون سا

خیال آیا؟ فقیر کہنے لگا: میں مسلمان ہوں، آپ عیسائی ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ مقدمہ اللہ کے سامنے پیش کیا جائے اور آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکوہ کریں کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کے پیسے چرائے تھے۔ اس خیال کے آنے کے بعد میں نے پیسوں کو استعمال نہ کیا اور میں نے آپ کا انتظار کیا۔ اب آپ کی امانت آپ کے پاس موجود ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم سے تو وہ فقیر اچھا تھا، اسے بھی اس نسبت کا لحاظ تھا، ہمیں بھی اس نسبت کا لحاظ ہونا چاہیے۔ (ج16ص244)

## پہاڑوں کو چیر کر راستے بنانا

ایک حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیئے جائیں گے اور جب عمارتیں پہاڑوں کے برابر اونچی ہو جائیں گی تو تم قیامت کا انتظار کرنا۔'' مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیرنے کا کیا مطلب؟ آج وہاں پہاڑوں کے اندر ٹنلز (سرنگیں) بنا کر انٹرنل رنگ روڈ اور آؤٹر رنگ روڈ بنا دی گئی ہیں۔ گویا بندہ آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیئے گئے ہیں۔ (ج17ص221)

## کافروں کی مشابہت پر پکڑ

انڈیا میں ایک بڑی عمر کے آدمی تھے۔ وہ فوت ہو گئے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: جی! آگے کیا بنا؟ کہنے لگے: میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔ اس نے پوچھا: وجہ کیا بنی؟ کہنے لگے: ایک مرتبہ ہندوؤں کی ہولی کا دن تھا اور وہ ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے پھر رہے تھے۔ میں اپنے گھر سے کسی دوسری جگہ پر جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے پان کھاتے ہوئے تھوک پھینکنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اس وقت مجھے اپنے سامنے ایک گدھا نظر آیا، میری طبیعت میں کچھ ایسی بات پیدا ہوئی کہ میں نے یہ کہہ دیا: ارے گدھے! تجھے کسی نے نہیں رنگا، آ میں تجھے رنگ دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے اپنی پان والی تھوک گدھے پر پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اس عمل کو پکڑ لیا کہ تم نے کافروں کے عمل کے ساتھ مشابہت اختیار کی، چنانچہ اس وجہ سے میری قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا گیا۔ (ج18ص56)

# پوری بستی زمین میں دھنس گئی

ہمارے ایک قریبی تعلق والے دوست ہیں، ان کی کزن کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ ماشاء اللہ جوان العمر ہیں۔ ایک میجر کی بیوی ہیں۔ کہتی ہیں کہ میری ایک بیٹی چار سال کی ہے اور ایک بیٹا دو تین ماہ کا ہے۔ وہ، اس کا میاں اور دونوں بچے ایک ہی ڈبل بیڈ کے اوپر سو رہے تھے وہ کہتی ہیں کہ اچانک چھوٹا بچہ ہلا جلا اور رویا، جیسے اسے فیڈر کی ضرورت ہو۔ گو مجھے بہت نیند آئی ہوئی تھی، مگر میں ماں تھی۔ میں اس نیند سے اٹھی کہ میں اپنے بچہ کو فیڈر دوں۔

اچانک میری نظر ساتھ والی دیوار پر پڑی۔ مجھے اس میں ایک دراڑ پڑتی نظر آئی۔ میں نے فوراً اپنے میاں کو جگایا کہ دیوار میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ اٹھا اور اس نے دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ دیوار میں تو دراڑ آ رہی ہے۔ پھر اس نے جلدی سے بیٹی کو اٹھایا اور میں نے چھوٹے بیٹے کو اٹھایا۔ جیسے ہی ہم اپنے کمرے سے باہر نکلے، پیچھے ہمارے کمرے کی چھت زمین پر آ گری۔ ہمارے گھر کے فرنٹ پر ایک بالکونی تھی ہم درمیان میں ایک جگہ ٹریپ ہو گئے میرے میاں نے ایک بڑی اینٹ اٹھائی اور کھڑکی کو دے ماری۔ جیسے ہی کھڑکی ٹوٹی تو اس نے باہر چھلانگ لگا دی اور مجھے کہا کہ جلدی سے مجھے بچے پکڑاؤ میں نے کھڑکی میں سے اسے بیٹا پکڑایا اور اس نے لے کر زمین پر لٹا دیا۔ پھر بیٹی کو پکڑ کر زمین پر ڈال دیا۔ میرے لئے کھڑکی پر چڑھ کر اترنا ذرا مشکل ہو رہا تھا، اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور بازوؤں سے بھی پکڑ کر کھینچا اور بالآخر جیسے ہی میں باہر آ گئی، جس بالکونی میں ہم کھڑے تھے اس کی چھت بھی زمین پر آ گری۔ پھر میں نے بیٹے کو اٹھایا اور میرے میاں نے بیٹی کو اٹھایا اور ہم وہاں سے بھاگے۔ مگر ہم سے بھاگا ہی نہیں جا رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے بیس بیس کلو وزن ہمارے پاؤں کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ پاؤں اٹھانا بھی مشکل تھا۔ وہاں زمین کی گریویٹیشنل فورس (کشش ثقل) بڑھ چکی تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ میرا خاوند میجر تھا، وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ آج تو قدم اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ ہم وہاں سے مشکل سے پچاس قدم پیچھے ہٹے ہوں گے کہ جب ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ہماری ساری بستی کے مکانات زمین کے اندر چلے گئے تھے۔ ہمیں فقط زمین نظر آ رہی تھی، کوئی مکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ (ج17 ص235)

# انسانی مہارت کا کرشمہ

ٹھٹھہ میں ماکلی کا قبرستان ہے۔ اس کے قریب ایک بادشاہی مسجد ہے۔ اگر آپ اس مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر آواز دیں تو بغیر سپیکر کے وہ آواز اتنی بڑی مسجد کے آخری دروازے تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ عاجز اتنا اونچا نہیں بول سکتا۔ میں نے وہاں تھوڑی دیر کے لئے عام آواز میں بیان کیا اور دروازے پر کھڑے ہوئے ایک دوست نے مجھے وہ پورا بیان سنا دیا۔ میں حیران ہوا اور ان سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ جو محرابیں اور گیلریاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ ایسی انجینئرنگ کے ساتھ بنائی گئی ہیں کہ یہ آواز خود بخود چلتی ہوئی اس دروازے تک پہنچ جاتی ہے۔ آج کے دور کے انسان نے سپیکر بنا لئے اور اس دور کے انسان نے اس کا آسان حل یہ نکال لیا۔

مسجد بہت ہی اونچی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ اس مسجد کی دیوار پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ نیچے سے اوپر ایک جیسی لکھائی نظر آرہی تھی۔ ہمیں یہ بات بڑی عجیب لگی۔ وہاں آثارِ قدیمہ والے ایک صاحب آئے ہوئے تھے۔ جب ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے: اگرچہ یہ سینکڑوں سال پہلے بنی، مگر لکھائی کرنے والوں نے پہلے یہ اندازہ لگایا کہ کتنی دور سے دیکھ رہے ہیں، سامنے سے دیکھیں تو چیز فاصلے کے ساتھ ساتھ قد کے حساب سے ذرا چھوٹی نظر آنا شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اندازہ لگایا کہ نیچے سے اوپر ہر لائن کا سائز بڑھایا۔ چنانچہ نیچے والی لائن کا سائز اور ہے، اس سے اوپر ذرا بڑا سائز کر دیا، اس سے اوپر اور بڑا کر دیا۔ لہٰذا اب دیکھنے والے بندے کو پہلی اور آخری لائن ایک جیسی نظر آتی ہے۔ حالانکہ لکھنے والے نے اسے مختلف سائز میں لکھا ہوا ہے۔...... اس سے اندازہ ہوا کہ اس زمانے کے حضرات نے بھی بلڈنگز بنانے میں اتنی مہارت سے کام لیا۔ (ج 17 ص 254)

# امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی

امام اعظم کے اندر بڑی تواضع تھی۔ ان کی والدہ ایک بزرگ حضرت ابوزرعہ سے مسئلے پوچھا کرتی تھیں کیونکہ وہ بڑی عمر کے تھے۔ وہ کئی مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کہتیں کہ میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے مجھے ابوزرعہ کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ امام صاحب ان کو اونٹ پر سوار کراتے اور لے کر ان کے پاس جاتے۔

اب ان کی والدہ بڑھاپے کی وجہ سے ذرا اونچا سنتی تھیں۔ اس لئے وہ خود حضرت کو بتاتے کہ میری والدہ یہ مسئلہ پوچھنا چاہتی ہیں۔ وہ آگے سے کہتے ہیں کہ اس مسئلے کا جواب تو آپ ہی بتا دیجئے۔ اس طرح امام صاحب ان کے مسئلے کا جواب بتا دیتے اور وہ اونچی آواز سے ان کی والدہ کو مسئلہ سنا دیتے۔ امام صاحب پوری زندگی اپنی والدہ کو لے جاتے رہے اور ان کو یہ ظاہر نہ کیا کہ امی! آپ کو جو مسئلے کا جواب دینے والے ہیں وہ مجھ سے جواب پوچھ کر آپ کو بتایا کرتے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ میری والدہ کی تسلی ان سے مسئلہ پوچھنے سے ہوتی ہے لہٰذا جب انہی کی زبان سے سن لیں گے تو میری والدہ کو سکون ملے گا، تسلی ملے گی۔ لہٰذا انہوں نے ساری زندگی اس بات کو چھپائے رکھا۔ ان کی اس تواضع کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پسند کیا کہ ان کو ''امام اعظم'' کے نام سے دنیا میں شہرت عطا فرما دی۔ (ج18 ص50)

# نوے سال کی عمر میں حفظِ قرآن

ہمارے ایک قریبی بزرگ ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کا حفظ مکمل کیا۔ انہوں نے تکمیل کے موقع پر اس عاجز کو حکم دیا کہ آپ نے آکر ہمیں دستار بندی کروانی ہے۔ یہ عاجز دستار بندی کے لئے کراچی حاضر ہوا۔ جب ان کی دستار بندی ہو رہی تھی تو مجھے ان کے جسم پر ایک بال بھی کالا نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب پتہ کیا تو ان کی عمر نوے سال کے قریب ہو چکی تھی۔ (ج18 ص85)

## آج کے مسلمان کی ''ان شاء اللہ''

ایک آدمی مجھے باہر کے ملک میں کہنے لگا کہ جب کوئی مسلمان ان شاء اللہ کہہ دے تو سمجھ لیں کہ اس کا کام کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں حیران ہوا یہ بات سن کر۔ وہ کہنے لگا کہ میں ٹیچنگ کرتا ہوں۔ مسلمانوں میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو کام انہوں نے کرنا ہو تو ٹھوس کہتے ہیں کہ جی میں یہ کام کروں گا اور جہاں نیت خراب ہوتی ہے، آگے سے کہتے ہیں، ان شاء اللہ!......

اب بتائیے کہ مسلمانوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے کفار کے تجربہ میں یہ بات آئی کہ جب ان شاء اللہ کہہ دیں گے تو کام نہیں کریں گے۔ تو ہم نے اس اللہ کے نام کی نسبت کو کہاں تک پہنچا دیا۔ اللہ اکبر!

ہم سبب بن رہے ہیں اسلام کی بدنامی کا۔ چونکہ ہم بگڑے ہوئے ہیں اس لئے ہم بگڑے ہوئے کام کرتے ہیں۔ دین کے راستے میں ہم رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ تو ہمیں اپنے اخلاق پر توجہ دینی ہے اور اپنے آپ کو ایک اچھا انسان بنانا ہے۔ (ج18ص174)

## جانوروں کی بھی خیر خواہی

ہمارے حضرات تو جانوروں کی بھی خیر خواہی کرتے تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے ایک رات تہجد کی نماز ادا کی۔ سخت سردی تھی۔ سائبیریا کی یخ ہوائیں، تاشقند کے رہنے والے تھے۔ نماز کے بعد ٹھٹھرتے کانپتے آئے کہ لحاف میں جاؤں۔ دیکھا کہ لحاف میں ایک بلی مزے سے سو رہی ہے۔ انہوں نے بلی کو نہ اٹھایا اور ٹھٹھرتے ہوئے مصلے پر بیٹھ کر رات گزار دی۔ اللہ اکبر!

ہمارے اسلاف جانوروں کی بھی خیر خواہی کرتے تھے اور ہم اللہ کے بندوں کی خیر خواہی نہیں کر سکتے! (ج18ص178)

# ایک پیالہ پانی کی قیمت

ہارون الرشید نے ایک دفعہ پینے کے لئے پانی مانگا۔ ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا۔ ایک عالم باللہ وہاں موجود تھے انہوں نے کہا: بادشاہ سلامت! پینے سے پہلے میری ایک بات سن لینا: اگر آپ کو پیاس لگے اور پوری دنیا میں اس پانی کے پیالے کے سوا پانی نہ ہو اور دینے والا کہے کہ مجھے اس کی قیمت چاہئے تو کتنی قیمت دے کر یہ پانی خریدیں گے۔ اس نے کہا: آدھی حکومت دے کر میں پانی لے کر پیوں گا، اس لئے کہ جان نکل رہی ہوگی۔ اس نے کہا: اچھا! پانی آپ کے پیٹ میں چلا جائے اور پیشاب بن کر جسم میں رک جائے اور خارج نہ ہو تو یہ بھی ایک بیماری ہے...... جن بندوں کو یہ بیماری ہوتی ہے وہ مرغے کی طرح تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ بے چاروں کی جان نکل رہی ہے۔ ہم نے پہلوانوں کو آنسوؤں سے روتے دیکھا یہ اتنی تکلیف دہ بیماری ہوتی ہے...... اگر یہی پیشاب رک جائے اور ایک طبیب کے پاس اس کی دوا ہو اور وہ کہے کہ مجھے اس کی قیمت دو پھر دوائی دوں گا تو کتنی قیمت دے کر خریدیں گے؟ اس نے کہا: آدھی حکومت دے کر۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت! معلوم یہ ہوا کہ آپ کی پوری سلطنت اور حکومت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پیشاب کی شکل میں جسم سے گزار دینے کے برابر ہے۔ پھر آپ نے تو ہزاروں پیالے پانی پیئے، کیا کیا مشروب پیئے، آپ بتائیں آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ (ج 18 ص 248)

# دل کھول کر مانگیں

ایک صاحب مجھے ملے۔ کہنے لگے: او جی! اللہ تعالیٰ میری عمر بھی آپ کو لگا دے گا۔ میں نے کہا: واہ بھئی واہ! اس کے ہاں کس کی کمی ہے کہ وہ پہلے لے گا اور پھر دے گا۔ اللہ کے بندے دعا دینی ہے تو یوں دو کہ اللہ عمر میں برکت دے۔ رزق میں برکت دے قبولیت عطا فرمائے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ میری عمر بھی آپ کو لگا دے؟ یعنی ادھر فرض کم ہو گیا تو ادھر سے نکال کر پورا کر دو یہ تو دنیا کے مسئلے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ تو واقعی ہمیں اللہ سے مانگنا نہیں آتا۔ (ج 18 ص 255)

# حالتِ قبض میں عطائے خداوندی

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ان پر قبض کی کیفیت اتنی زیادہ آئی کہ کچھ حال احوال محسوس بھی نہیں ہوتے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے سب کچھ ہی چلا گیا۔ چنانچہ وہ بڑا عرصہ استغفار بھی کرتے رہے، اللہ سے توبہ بھی کرتے رہے، آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتے رہے، مگر کچھ نہ محسوس ہوا۔ حتی کہ ایک دن خیال آیا کہ جب کچھ بھی کیفیت نہیں ہے تو پھر چلیں جا کر کوئی رزق حلال والا کام کریں۔ بچوں کو بھی تنگی ہے۔ چلو ایک طرف سے تو سہولت ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر وہ اپنے گھر سے چل پڑے کہ میں جا کر دکان پر کام کرتا ہوں۔ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ مسجد میں سامنے جو نظر پڑی تو ایک دو شعر لکھے ہوئے تھے۔ ان کا پڑھنا تھا کہ ان کی زندگی ہی بدل گئی۔ چنانچہ پھر دوبارہ ذوق شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جس قبض کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو نسبتِ نقشبندیہ سے سرفراز فرما دیا۔ اتنی بڑی نعمت مل گئی۔ وہ شعر کیا تھا؟ وہ شعر یہ تھا:

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تُو ﴿﴾ شیئًا للہ از جمالِ روئے تُو

''اے اللہ! میں تیری گلی میں مفلس بن کر حاضر ہوا ہوں۔ تو اپنے چہرے کے حسن کے صدقے کچھ مجھے عطا کر دے۔

دست بکشا جانب زنبیل ما ﴿﴾ آفریں بردست و بر تُو

''وہ پیالہ جو میں نے لینے کیلئے پکڑا ہوا ہے، ذرا اپنا ہاتھ اسے دینے کیلئے میری طرف بڑھا دیجئے۔'' یہ اشعار ان کو اتنے اچھے لگے کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ جب میں مروں اور میرا جنازہ دنیا سے اٹھے تو کوئی ایک بندہ میرے جنازے کے آگے یہ اشعار پڑھتا ہوا جائے۔

ان اشعار نے اس عاجز کو بھی فائدہ دیا۔ جب کبھی حرم شریف میں جانے کا اتفاق ہوا تو رات کی تنہائی میں بیت اللہ شریف کے پاس جا کر تصور کرتا ہے کہ میں اس وقت شہنشاہ کے دربار میں کھڑا ہوں۔ پھر وہاں انسان اللہ کا دھیان کر کے اپنے رب سے باتیں کرے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ان اشعار کو بیت اللہ شریف کے سامنے پڑھنے سے بندے کی ایسی کیفیت بنتی ہے جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (ج 18 ص 241)

## چنگے سنگترے

ایک بزرگ جارہے تھے راستے میں ایک آدمی سنگترہ بیچ رہا تھا۔ آواز لگا رہا تھا چنگے سنگترے۔ چنگے پنجابی کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے اچھے۔ ان بزرگوں نے جب سنا تو ان کے اوپر حال پڑا اللہ اللہ عجیب کیفیت۔ طبیعت سنبھلی لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! کیا ہوا؟ فرمایا سنا نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت وہ تو سنگترے بیچنے والا آواز لگا رہا ہے سنگترے بیچنے کے لئے۔ کہا نہیں نہیں سنو کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت ہم نہیں سمجھ پا رہے۔ فرمایا دیکھو کہہ رہا ہے چنگے سنگ، ترے جو نیکوں کے سنگ لگ جاتے ہیں وہ تر جاتے ہیں کشتی کنارے لگ جایا کرتی ہے۔

نیکاں دے لڑ لکیاں میری جھولی وچ پھل پئے
تے بریاں دے لڑ لگیاں میرے اگلے بھی ڈل پئے

جہاں عطر بکتا ہے جاؤ وہاں گر — تو آؤ گے ایک روز کپڑے بسا کر
جہاں آگ جلتی ہے جاؤ وہاں گر — تو آؤ گے ایک روز کپڑے جلا کر

ایک صاحب کہنے لگے کہ جی آگ جل رہی تھی اور میں وہاں جا کے بیٹھا رہا میرے کپڑے تو کوئی نہیں جلے۔ تو شاعر نے اس کا بھی جواب دیا۔

یہ مانا کہ کپڑے بچاتے رہے تم — مگر آگ کی سینک کھاتے رہے تم

بدکاروں کے پاس بیٹھو گے تو معصیت پہنچے گی۔ (ج19 ص53)

## ماں کی محبت کا عجیب واقعہ

مشہور واقعہ ہے کہ چائنا میں پچھلی صدی میں ایک زلزلہ آیا تھا۔ جس میں کئی لاکھ آدمی موت کی آغوش میں چلے گئے۔ ایک بڑی ساری بلڈنگ (Multy Story) تھی۔ اس کا ملبہ ہٹانے میں کئی دن لگ گئے۔ تو نیچے ایک جگہ ایک

کنکریٹ سلیب (Concrete Slab) گری ہوئی تھی۔ اس کے نیچے ایک عورت کو بے ہوش دیکھا گیا۔ ایک بچہ اس کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ ہاسپٹل لے گئے۔ ٹریٹمنٹ Treatment ہوئی۔ جب وہ عورت ہوش میں آگئی تو ڈاکٹروں نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تیرے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے زخمی ہیں۔ اس نے بتایا کہ میرے اوپر چھت اس طرح سے گری کہ میں ایک کونے کے اندر محفوظ تھی۔ بچہ میری چھاتی سے لگا ہوا تھا۔ اور میں سمجھتی تھی کہ اگر میری زندگی ہوئی تو کوئی کنکریٹ ہٹائے گا اور مجھے نکالے گا۔

ایک دو دن تو میں بچے کے ساتھ رہی اسے دودھ پلاتی رہی۔ خود بھوکی پیاسی تھی اب میرے اپنے سینے میں دودھ ختم ہو گیا۔ میرا بچہ روتا میں اسے بہلاتی۔ لیکن بچے کا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ میں کبھی اس کے منہ میں انگلی ڈالتی، کبھی اپنی زبان ڈالتی، جب بچے کے پیٹ میں کچھ نہ جاتا تو وہ روتا۔ کہنے لگی میرے دل میں خیال آیا کہ بچے کو میں دودھ تو نہیں پلا سکتی میرے جسم کے اندر خون تو موجود ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ کی انگلی کو دانتوں سے کاٹا اور جب اس میں سے خون ٹپکنے لگا تو میں نے وہ انگلی بچے کے منہ میں ڈال دی۔

بچے نے چوسنا Suck شروع کر دیا۔ جب بچے کے پیٹ میں کچھ جانے لگا تو یہ خاموش ہوا۔ اب میں نے ایک انگلی کاٹی پھر دوسری کاٹی میں نے اس بچے کو اتنا اپنا خون پلایا کہ میں بھی بے ہوش ہو گئی بچہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ اب آپ لوگوں نے نکالا ہے تو دوائیوں سے ہم پھر دوبارہ ہوش میں آگئے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ ماں کی محبت اس درجے تک ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ محسوس کرے کہ اپنے جسم کا خون دے کر اپنے بچے کی جان بچا سکتی ہے تو ماں اس سے بھی گریز نہیں کیا کرتی۔ اس کو ماں کی محبت کہتے ہیں۔ (ج19 ص96)

# ماں کی محبت کا تقاضا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس، دوعورتوں کا جھگڑا آیا۔ ہوا یہ کہ دونوں کے پاس بچے تھے اور دونوں جنگل میں سے گزر رہی تھیں۔ بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک بچے کو اس نے چھینا اور بھاگ گیا۔ اب اس نے کیا کیا کہ دوسری عورت کے بچے کو لینے کی کوشش کی۔ کہ میرا بچہ تو گیا چلو اس کا بچہ لے لیتی ہوں۔ وہ کہے میرا بیٹا، وہ کہے میرا بیٹا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جھگڑا آ گیا۔ آپ نے دونوں کی بات کو سنا اور سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ نے حکم دیا کہ جاؤ چھری لے کر آؤ۔ جب چھری آ گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بچے کو کاٹوں گا اور آدھا ایک کو دے دوں گا۔ آدھا دوسری کو۔ تو ایک تیار ہو گئی اور دوسری رونے لگ گئی۔ کہنے لگی نہیں اس کو مت کاٹو نہیں دوسری کو دے دو کم از کم میں اپنے بچے کو دیکھ تو لیا کروں گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پہچان گئے کہ ان میں سے حقیقی ماں کون ہے۔ تو ماں کی محبت، ماں کی مامتا یہ اللہ رب العزت کی صفت رحمت کا ایک نمونہ ہوتی ہے۔ دنیا کے اندر جہاں بھی ماں ہوگی اسے اولاد سے محبت ہوگی۔ (ج19 ص97)

# مثالی ماں کا منفرد انداز تربیت

ایک بزرگ گزرے ہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ کاکی ہندی کا لفظ ہے اس کا مطلب ہوتا ہے ''روٹی'' جب یہ پیدا ہوئے ان کے ماں باپ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم بچے کی دینی تربیت کریں گے تاکہ بچہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا بن جائے۔ ماں نے کہا کہ ہاں میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔ چنانچہ بچہ جب مدرسے جانے کے قابل ہوا تو ایک دن اپنے مدرسے سے واپس آیا۔ امی بھوک لگی ہے۔ ماں نے کہا بیٹا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی روزی دیتے ہیں، آپ کو بھی وہی رزق دیتے ہیں۔ تو آپ اللہ سے مانگو ہم بھی اللہ سے

مانگتے ہیں۔ بیٹے نے کہا کہ امی کیسے مانگوں۔ ماں نے کہا بیٹا مصلیٰ بچھاؤ اور اللہ سے دعا مانگو۔ بچے نے مصلیٰ بچھایا دعا مانگی کہنے لگا امی اب کیا کروں۔ ماں نے کہا بیٹا کمرے میں جا کر دیکھو اللہ نے تمہارا کھانا کہیں بھجوایا ہوگا۔ تو ماں نے کھانا پکا کر کہیں چھپایا ہوا تھا۔ وہ بچے نے ڈھونڈا تھوڑی دیر میں مل گیا۔ بچہ بڑا خوش ہوا۔ اب یہ روز کا معمول بن گیا۔ پہلے مصلے پہ بیٹھ کے دعا مانگتا پھر اسے کمرے میں سے کھانا مل جاتا اب وہ کھانا کھاتے ہوئے امی سے پوچھتا اماں اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ماں کہتی جی، انسانوں کو بھی وہی رزق دیتے ہیں، حیوانوں کو بھی۔

ماں کہتی ہاں بیٹا کہتا اماں اللہ تعالیٰ کتنے اچھے ہیں، کتنے بڑے ہیں اب وہ اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتا۔ ماں جب بچے کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف سنتی وہ خوش ہوتی۔ اور سمجھتی کہ بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی جارہی ہے۔ اللہ کی شان دیکھیں ایک دن ماں خاندان کی کسی تقریب میں چلی گئی اور اسے وقت کا احساس نہ رہا۔ جب خیال آیا تو بچہ گھر آچکا تھا ماں بڑی پریشان ہوئی اسی وقت برقعہ لیا گھر کی طرف چلی رو بھی رہی ہے دعا بھی کر رہی ہے۔ اللہ میں نے تو اپنے بچے کا یقین بنانے کے لئے یہ سارا عمل کیا تھا۔ اگر میرا بچہ آج روٹی نہیں ڈھونڈ پائے گا تو کہیں اس کا یقین ٹوٹ نہ جائے۔ اللہ تو لاج رکھ لینا۔ اب دعائیں کرتے کرتے جب گھر پہنچی تو دیکھا کہ بچہ میٹھی نیند سویا ہوا ہے۔ ماں نے کھانا بنایا اور واپس آکر اپنے بچے کے رخسار کو بوسہ دیا اس کو جگایا میرے بیٹے تجھے تو آج بڑی بھوک لگی ہوگی اس نے کہا امی نہیں۔

کیوں بیٹے اماں میں مدرسے سے آیا تھا میں نے مصلیٰ بچھایا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے اللہ میں تھکا ہوا ہوں اور آج بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔ اور اماں بھی گھر پر نہیں ہے اللہ مجھے کھانا دے دے۔ اماں میں کمرے میں گیا تو وہاں مجھے ایک روٹی پڑی ہوئی ملی وہ میں نے کھائی مگر اماں جو مزہ مجھے آج اس روٹی میں آیا یہ مزہ مجھے پہلے کبھی نہیں آیا تھا اس روٹی کی وجہ سے ان کا نام قطب الدین بختیار کاکی پڑ گیا۔ اور یہ اتنے بڑے شیخ بنے کہ وقت کے بادشاہ بھی ان سے بیعت کیا کرتے تھے۔ (ج 19 ص 100)

# شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کا ایمان افروز واقعہ

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا، اس کو ایک مرتبہ کسی عورت نے بہانے سے گھر میں بلوایا کہ ایک مریض ہے اس کو پڑھ کر دم کر دیجئے۔ وہ سادہ آدمی تھا بیچارہ، جب گھر میں گیا تو دروازے بند۔ تب اس کو پتہ چلا کہ اس خاتون کی تو نیت ٹھیک نہیں۔ اب کیسے گناہ سے بچے؟ اس نے فوراً بہانہ کیا کہ مجھے Toilet جانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ Toilet میں چلا گیا۔ وہاں جا کر جو گندگی پڑی ہوئی تھی اس نے وہ گندگی اپنے جسم پر مل لی۔ جب باہر نکلا تو بُو کے بھبھوکے آرہے تھے۔ جب وہ اس عورت کے قریب آیا تو اتنی بو آرہی تھی۔ اس نے کہا مجھے کیا پتہ کہ تم اتنے کمینے اور اتنے بیوقوف انسان ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔

چنانچہ دروازہ کھولا، اس نے اپنا ایمان بچایا نکل آیا۔ اب رو رہا تھا کہ راستے میں لوگوں کو بو آئی تو میں کیا جواب دوں گا۔ سیدھا مدرسے پہنچا۔ وہاں جا کر غسل خانے میں کپڑے بھی پاک کیے، دھوئے، غسل بھی کیا اور گیلے کپڑے پہن کر حضرت کے درس کے اندر آ کر پیچھے بیٹھ گیا۔ یہ کبھی لیٹ نہیں آیا تھا، اس دن لیٹ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے درس دینے کے دوران رک کر پوچھا ارے تم میں سے آج اتنی تیز خوشبو لگا کر کون آیا۔ لڑکوں نے جب ادھر ادھر دیکھا۔ ایک لڑکے نے بتایا کہ جو یہ نیا لڑکا آیا ہے ابھی، دیر سے، اس نے خوشبو لگائی ہے۔

حضرت نے قریب بلایا۔ فرمایا کہ تم نے اتنی تیز خوشبو کیوں لگائی؟ جب بار بار پوچھا تو بتانا پڑا۔ اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے، اس نے واقعہ سنایا۔ کہنے لگا حضرت! میں نے تو دامن کو بچانے کے لئے عزت کو بچانے کے لئے اپنے جسم پر گندگی کو لگایا تھا لیکن اب میں نہا بھی چکا، دھو بھی چکا جہاں جہاں گندگی لگائی تھی۔ میرے جسم کے ان ان حصوں سے خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ جب تک یہ نوجوان زندہ رہا اس کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

کتابوں میں لکھا ہے اسی وجہ سے ان کا نام خواجہ مشکی پڑ گیا تھا۔ لوگ انہیں خواجہ مشکی کہتے تھے۔ کہ جہاں جہاں انہوں نے گناہ سے بچنے کے لئے گندگی لگائی تھی۔ ان کے جسم کی ان جگہوں سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ (ج19ص146)

## ذاتی مشاہدہ

ہم نے ایک مرتبہ مسجد کا لینٹر ڈالا، جولائی اگست کا مہینہ تھا۔ اتنی گرمی، اتنی گرمی، توبہ توبہ۔ دوپہر کے وقت تو دھوپ میں چند منٹ نہیں کھڑے ہوا جاتا تھا۔ ہم نے ایک بجے کے قریب چھٹی کر دی۔ کام کرنے والے لوگ دو تین گھنٹہ کے لئے آرام بھی کرلیں، نماز پڑھ لیں، کھانا کھالیں۔ اور Fresh ہونے کے بعد دوبارہ کام شروع کر دیں گے۔ تو میں نے دیکھا کہ باہر کنکریٹ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اب بتائیں کہ جب ٹمپریچر 50,49 ڈگری سلیئس ہو۔ اس وقت تو باہر زمین بھی گرم ہوتی ہے اور اگر کنکریٹ کا ڈھیر ہو تو کنکریٹ پتھر تو بہت گرم ہوتا ہے۔ تو میں نے اس کنکریٹ کے ڈھیر پر ایک مزدور کو آرام کی نیند سوئے ہوئے خراٹے لیتے ہوئے دیکھا۔ اس کو دیکھ کر بے اختیار میری زبان سے شعر نکلا۔

کتنی تسکین ہے وابستہ تیرے نام کیساتھ　　نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کیساتھ

تو جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں۔ ان کو گرمیوں کی کڑکتی دھوپ میں کنکریٹ کے ڈھیر پر بھی آرام کی نیند آتی ہے۔ اور جو من مانیاں کرتے پھرتے ہیں۔ ان کو ائیر کنڈیشنڈ ساؤنڈ پروف کمروں میں بھی نیند نہیں آتی۔ حقیقت کیا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دل پریشان کر دیتے ہیں۔ (ج19ص159)

## امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حسن معاشرت

ہمارے اکابر اپنے والدین کا کتنا احترام کرتے تھے سنیں اور دل کے کانوں سے سنیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی والدہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئی تھیں اور یہ وہ زمانہ تھا جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ کی نشست پر بیٹھ گئے تھے

اور حضرت کا فتویٰ چلتا تھا۔ یہ ۱۲۰ھ کی بات ہے۔ والدہ صاحبہ کی نظر میں بیٹا بچے کی مانند ہوتا ہے، کتنی ہی عمر ہو جائے۔ تو والدہ نے کبھی کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو وہ کہتی نعمان! مجھے فلاں عالم کے پاس لے جاؤ وہ ذرا بوڑھے ہیں، علم پختہ ہے، میں ان سے مسئلہ پوچھوں گی۔ امام صاحب والدہ کی یہ بات سن کر سواری کا انتظام کرتے، والدہ کو سواری پر بٹھاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر چلنا شروع کرتے۔ جب گلی میں گزر رہے ہوتے تو امام صاحب کے شاگرد چاروں طرف تھے وہ حیران ہوتے کہ امام صاحب کسی کی سواری کی لگام پکڑ کے خاموشی سے چلتے جا رہے ہیں۔ امام صاحب اس بزرگ کے پاس لے کر جاتے، دروازہ کھٹکھٹا کر کہتے میری والدہ صاحبہ آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی ہیں۔ اب جب مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کو پتہ نہ ہوتا۔ تو وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے کہ جی اس کا جواب کیا ہے۔ امام اعظم ان کو آہستہ آواز سے مسئلے کا جواب بتاتے اور کہتے کہ آپ اونچا کہہ دیں تاکہ میری والدہ سن لے۔ جتنا بھی عرصہ گزرا ان کی وفات تک وہ یہ عمل کرتے رہے۔ انہوں نے والدہ کو یہ کبھی نہ بتایا کہ اماں! جس سے مسئلہ پوچھنے جاتی ہے وہ بھی مجھ سے مسئلہ پوچھ کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ اگر میری والدہ کو تسلی اس طرح سے ہوتی ہے تو میں ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حسن معاشرت ہے۔ (ج19 ص188)

## حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز واقعہ

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث ان کو لکھا گیا ان کے پاس ایک آدمی آیا اور آ کر کہتا ہے کہ سات سو درہم میرے اوپر قرضہ ہے اگر آپ مجھے دے دیں تو میرا قرضہ اتر جائے گا اور پرسکون ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا کاغذ لیا اور اس کے اوپر لکھ دیا سات ہزار درہم۔ اور اس کو کہا کہ یہ لے جاؤ میرے سیکرٹری کے پاس اور اس سے پیسے لے لو۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ جی سات سو درہم مل جائیں گے۔ سیکرٹری کو جا کے کہا کہ جی حضرت نے کہا ہے کہ سات

سو درہم کا قرضہ ہے مجھے دے دے۔ سیکرٹری نے جب کھول کے پڑھا تو اس پر سات سو کے بجائے سات ہزار درہم لکھا تھا۔ وہ کنفیوز ہو گیا کہ کہیں ایک زیرو زیادہ تو نہیں لگ گئی۔ وہ کہنے لگا اچھا یار! یہ تو سات ہزار لکھا ہوا ہے تم تو سات سو کی بات کر رہے ہو۔ چلو حضرت سے پوچھتا ہوں۔ وہ حضرت سے پوچھنے کے لئے آیا۔ حضرت! آپ نے سات ہزار لکھا؟ فرمایا ہاں، میں نے سات ہزار لکھا۔ اس نے کہا اچھا میں دے دیتا ہوں۔ فرمایا لاؤ چیک میں ٹھیک لکھ دیتا ہوں۔

حضرت نے سات ہزار کو کاٹا اور سات ہزار کی جگہ چودہ ہزارہ لکھ دیا۔ اور کہا دے دو اس کو۔ اب اس بندے نے پیسے تو دے دیئے لیکن پھر دوبارہ آیا حضرت! مجھے آپ کی اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔ قرضہ تھا سات سو درہم، آپ نے لکھے سات ہزار درہم۔ جب میں پوچھنے کے لئے آیا تو سات ہزار کو کاٹ کے چودہ ہزار کر دیئے۔ حضرت نے اس وقت یہ بات بتائی فرمانے لگے دیکھو! میں نے نبی علیہ السلام کی ایک حدیث پڑھی ہے کہ جب کوئی بندہ کسی ایمان والے کو اچانک دل کی خوشی پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس عمل پر زندگی کے پچھلے سب گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

جب یہ بندہ میرے پاس آیا اور اس نے آ کے سات سو درہم مانگے۔ میں نے سوچا سات سو دیتا ہوں پھر سوچا سات سو لے کر اس کے دل کو اچانک خوشی نہیں پہنچے گی تو میں نے سات ہزار لکھ دیے۔ کہ اس کو Expectation بھی نہیں ہو گی اور Unexpected خوشی ملے گی تو میرے گناہ معاف ہوں گے اور تم نے میرا کام خراب کر دیا۔ سات ہزار کا پوچھنے آ گئے۔ اب سات ہزار بھی دے دیئے جاتے تو Unexpected خوشی اس کو نہ ہوتی۔ تو اب میں نے اس کو کاٹ کر چودہ ہزار کر لئے۔ توقع سات ہزار کی تھی۔ جب چودہ ہزار ملیں گے تب اس کے دل کو اچانک خوشی ملے گی اور اس عمل پر اللہ تعالیٰ میرے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ یہ ایمان والے لوگ تھے جو دوسروں کا اتنا لحاظ کرتے تھے۔ اتنا خیال کرتے تھے۔ دوسروں کو ذرا بھی تکلیف نہیں پہنچایا کرتے تھے۔ (ج 19 ص 195)

# ریا والے اعمال بے وقعت ہوں گے

جو بندہ ریا کاری کیلئے اعمال کرے گا اس کے اعمال قیامت کے دن ہلکے ہوں گے۔
چنانچہ شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:
اِنَّهٗ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَايَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ ثُمَّ قَرَاَ: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا
ایک بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ وہ بڑا ہوگا، صحت مند ہوگا۔ اس کا وزن اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی:
فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا قیامت کے دن ہم ان کے اعمال کا وزن لائیں گے بھی نہیں (یعنی ان کا وزن زیرو ہوگا۔ (ج ۲۰ ص ۷۳)

# خدائی حفاظت کا دلکش واقعہ

ہمارے سسر محترم حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے انڈیا میں دہلی کے قریب ایک جگہ مدرسہ بنایا...... یہ تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے...... اللہ کے فضل سے مدرسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ اس میں کئی سو طلبا پڑھتے تھے۔
اس کے بعد پارٹیشن ہوگئی۔ تقسیم کے وقت جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، وہاں مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کو مارتے تھے۔ جہاں سکھوں اور ہندوؤں کی اکثریت تھی، وہاں مسلمانوں کو مارتے تھے۔ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو کہہ دیا کہ آپ سب لوگ دروازے بند کر کے گھروں کے اندر ہی رہیں۔ چنانچہ انہوں نے اندر رہنا شروع کر دیا۔ ایک استاد صاحب کو کوئی کام پڑ گیا، دوسرے گاؤں میں اس نے جانا تھا۔ حضرت نے فرمایا: ٹھیک ہے تم جاؤ! وہ بے چارہ ڈرتا ہوا مدرسہ سے نکلا چھپ چھپا کے جا رہا تھا کہ سامنے ایک سکھ ملا۔ پہلے تو وہ اس کو دیکھ کر گھبرایا، پھر سوچنے لگا یہ بھی ایک ہے میں بھی ایک ہوں، ون ٹو ون اگر آمنے سامنے ہو بھی گئے تو کوئی بات نہیں۔ جب وہ اس

کے قریب سے گزرا تو اس نے کہا: ’’میاں جی! تسی فوج منگائی اے‘‘

پہلے تو وہ اس کی بات ہی نہ سمجھا۔ پھر جب اس نے دوبارہ پوچھا تو پھر سمجھ آئی کہ وہ کیا پوچھ رہا ہے؟ میں نے پوچھا: کیوں؟ آپ کس وجہ سے پوچھ رہے ہیں؟ سکھ نے کہا میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ قریب کی بستیوں والے تین مرتبہ تلواریں اور نیزے لے کر تمہارے تمام بچوں کو ختم کرنے کے لئے رات کو آئے۔ جب بھی آتے تھے ہمیں تمہارے مدرسے کے پیچھے سپاہی بندوق لئے کھڑے نظر آتے تھے، ہم تین مرتبہ آئے تینوں مرتبہ فوج کو دیکھا۔ انہوں نے آکر یہ واقعہ حضرت کو سنایا۔ حضرت نے فرمایا:

’’ہاں! ایک خدائی فوج تھی جسے اللہ نے ہماری حفاظت کے لئے متعین کردیا، اس لئے کہ میں اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کرتا تھا کہ ان میں کبیرہ گناہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ. ’’اور وہ (اللہ تعالیٰ) نیکوکاروں کا سرپرست ہے۔‘‘ (ج20 ص164)

## شکر کے مواقع

ہمیں ایک دفعہ بنگلہ دیش جانے کا موقع ملا۔ ہم بیان کے لئے ایک آبادی میں گئے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں کے اکثر لوگ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جوتا نہیں پہنتے۔ پوری زندگی میں ان کو جوتا پہننے کا تجربہ نہیں ہوتا۔ بس ننگے پاؤں ہی پھرتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ چھوٹے بڑے، مرد عورت سب ننگے پاؤں پھر رہے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس جوتا پہننے کے وسائل ہی نہیں تھے۔ یہ معاملہ دیکھ کر حیران ہوگئے، یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے کہ انہوں نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی جوتا پہن کر نہیں دیکھا......!! یہ لوگ اسی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں۔

اگر اس بات پر غور کریں تو دل میں اللہ رب العزت کی عظمت آتی ہے اور انسان بے اختیار ہو کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ میرے مالک! تو نے میرے استحقاق کے بغیر مجھے اپنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ (ج20 ص190)

# ایک حیران کن واقعہ

ایک صاحب تھے بھوک لگی ہوئی تھی یہ نہر کے کنارے چل رہے تھے ایک سیب تیرتا نظر آیا انہوں نے وہ سیب اٹھا کر کھا لیا۔ جب پیٹ میں کچھ پڑ گیا اب بات سمجھ میں آئی کہ یہ سیب میرا تو نہیں تھا یہ تو کسی اور کی ملکیت ہے اور میں نے بغیر اجازت کے کھا لیا قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ زیادہ بہتر ہے کہ ابھی جا کر میں معافی مانگ لوں، چنانچہ **up stream** جدھر سے پانی آرہا تھا وہ ادھر کو چل پڑے آگے ان کو ایک باغ نظر آیا جو سیب کے درختوں کا تھا وہ پہچان گئے کہ یہاں سے سیب گرا ہوگا۔ باغ کے مالک سے جا کر کہا کہ میں فقیر آدمی ہوں میرے پاس پیسے نہیں کہ میں **pay** کرسکوں آپ پلیز مجھے اللہ کے لئے معاف کردیں۔ اس نے کہا میں تو معاف نہیں کرتا یہ معافی مانگنے لگے وہ انکار۔ ادھر سے اصرار تو ادھر سے انکار تو انہوں نے کہا کہ اچھا بھئی کوئی صورت ہے کہ آپ مجھے معاف کردیں۔

اس نے کہا ایک صورت ہے میری ایک بیٹی ہے مگر **بکما اللسان** زبان سے گونگی ہے، **عمیا العینین** آنکھوں سے اندھی ہے، **صما الاذنین** دونوں کانوں سے بہری ہے، **قصیحۃ القلمین** اور دونوں پاؤں سے لولی لنگڑی ہے اگر تم اس میری بیٹی کے ساتھ نکاح کرو اور اس کی خدمت کرو ساری زندگی تو تب میں یہ اپنا حق معاف کردوں گا۔ اس اللہ کے بندے نے یہ سوچا کہ دنیا میں یہ مشقت اٹھانی آسان قیامت کے دن اس بندے کے حق کا جواب دینا یہ بڑا مشکل کام، تیار ہوگیا۔ اللہ کی شان نکاح ہوا جب اپنی بیوی سے ملاقات ہوئی دیکھتا ہے بہت خوبصورت آنکھوں والی، بولنے والی، سننے والی علم والی، عقل بھی اچھی، شکل بھی اچھی حیران ہوا پوچھا کہ تم اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہو کوئی اور بہن بھی ہے۔ اس نے کہا نہیں ایک ہی ہوں خیر وقت گزر گیا اگلے دن سسر سے ملاقات ہوئی۔ سسر نے پوچھا مہمان کو کیسے پایا کہنے لگا کہ جناب آپ نے تو معلومات کچھ اور ہی دی تھیں اور بیوی تو بہت اچھی خوبصورت، خوب سیرت ہے، اس پر اس کے

سسر نے کہا کہ ہاں یہ میری بیٹی بھی اس نے غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا میں نے کہا کہ یہ آنکھوں سے اندھی ہے۔ کبھی غیر محرم سے ہمکلامی نہیں کی میں نے کہا گونگی ہے۔ کبھی کسی کی بات نہیں سنی غلط میں نے کہا کہ یہ بہری ہے۔ کبھی بغیر اجازت گھر سے نکل کر نہیں گئی۔ میں نے کہا پاؤں سے لنگڑی ہے۔ ویسے یہ میری بیٹی قرآن کی حافظہ، حدیث کی عالمہ ہے میں چاہتا تھا۔ اس بیٹی کا رشتہ کسی ایسے بندے سے کروں جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا کہ وہ میری بیٹی کو عزت قدر کے ساتھ رکھ سکے۔ جب تم نے ایک سیب کی مجھ سے معافی مانگی میں پہچان گیا تیرے دل میں اللہ کا خوف ہے میں نے اپنی اس بیٹی کا نکاح اس وجہ سے تمہارے ساتھ کر دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ماں تھی اور یہ باپ تھا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام انہوں نے نعمان رکھا یہ بڑا ہو کر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوا۔ (ج 21 ص 74)

## ایک نوجوان کا واقعہ

ایک نوجوان کسی بزرگ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ موت سے بہت خوف آتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھئی یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال پیسہ ہے۔ کہنے لگا جی، انہوں نے کہا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور نیک اعمال کی پابندی کیا کرو۔ اس نے کہا بہت اچھا، کچھ عرصہ کے بعد پھر ان کی ملاقات ہوئی۔ بزرگوں نے پوچھا سناؤ بھئی اب طبیعت کیسی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ حضرت وہ موت سے خوف تو ختم ہو گیا مگر حیران اس بات پر ہوں کہ اب تو میرا مرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ایسا کیوں ہوا۔ تو ان بزرگوں نے یہ بات سمجھائی کہ دیکھو بندے کا دل وہیں لگتا ہے جہاں اس کا خزانہ ہوتا ہے۔ پہلے تم نے اپنے آگے کے لئے کوئی سرمایہ جمع نہیں کیا تھا تو تمہیں موت سے وحشت تھی۔ اب تم نے آگے یہ سرمایہ بھیج دیا ہے نیکیوں کا صدقے کا مال کا۔ تو جہاں سرمایہ ہوتا ہے بندے کا وہیں جانے کو دل کرتا ہے۔ تو رحمت کے نازل ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ انسان کا مرنے کو جی چاہتا ہے۔ موت اچھی لگتی ہے موت سے وحشت ختم ہو جاتی ہے۔ (ج 21 ص 92)

# صحبت بد کا مہلک نتیجہ

مام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ ایک ہمارا خادم تھا اور خادم لوگ جو ہوتے ہیں پھر ان کی رعایت بھی کرنی پڑتی ہے۔

هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

تو خادم صاحب کا ایک بھائی تھا وہ بیمار ہوا اور اس کے اوپر جان کنی کا عالم طاری ہو گیا۔ یعنی آخری وقت، آخری لمحات، آخری علامات پوری ہو گئیں۔ تو خادم نے آ کر کہا کہ حضرت میرا بھائی ہے، اگر آپ مہربانی فرمائیں تو آپ تشریف لے چلیں دعا بھی فرما دیں اور اس موقع پر اس پر توجہ بھی فرما دیں۔ اس کا معاملہ اچھا ہو جائے گا۔ خاتمہ بالخیر ہو جائے گا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ وہاں گیا۔ دعا بھی کی اور پھر توجہ بھی کی، لیکن توجہ کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے دل پر کوئی اثر نہیں۔ فرماتے ہیں میں بہت دیر بیٹھا رہا اور توجہات ڈالتا رہا مگر اس بندے کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

اس روحانیت کا بندہ اگر کسی بندے پر توجہ کر رہا ہو تو پھر دل پر اثر تو لازمی ہونا چاہئے مگر وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت دیر بیٹھ کر توجہ کی مگر اس بندے کے دل پر کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ فرماتے ہیں میں بہت پریشان ہوا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ میرے اللہ میرے مولیٰ رحمت فرما دے اور بات میرے اوپر واضح کر دے۔ فرماتے ہیں کہ پھر الہام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح فرمایا کہ اس بندے کی مصاحبت بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ تھی۔ اس بندے کا بیٹھنا اٹھنا بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ تھا، اس کی دوستی تھی کافروں کے ساتھ۔ اور کافروں کی دوستی کی وجہ سے یہ ان کی باتیں سنتا تھا اور ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتا تھا اس کی ظلمت ایسی تھی کہ وقت کے مجدد نے بھی توجہ ڈالی تو اس بندے کے دل پہ اثر نہ ہو سکا۔ (ج 21 ص 97)

# آج کی بچی دین سے دور کیوں؟

ایک مرتبہ ایک بچی ہمارے جامعہ میں آئی کہنے لگی میری امی نے میری شادی کی Date رکھ دی ہے تو میں آئی ہوں کہ میں آپ سے غسل کے مسائل پوچھوں۔ تو گھر والوں نے پوچھا کہ آپ کی عمر تو بائیس تیئس سال لگتی ہے۔ جی نماز تو بڑے عرصے سے فرض ہوگی۔ پندرہ سال عمر میں عام طور پر بچیوں پر نماز فرض ہو جاتی ہے۔ کہنے لگی ہاں! تو پندرہ سے بائیس سال تک درمیان میں غسل کیسے کرتی تھی؟

کہنے لگی درمیان میں کیسے غسل؟ ماہانہ جو ایام آتے تھے اس کے بعد بھی تو غسل کرنا ہوتا ہے۔ کہنے لگی وہ تو میں نہاتی تھی بس۔ سات سال اس لڑکی کے گزر گئے اور اس کو غسل کا پتہ ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ شاید شادی کے بعد ہی جا کر غسل کی ضرورت پڑتی ہے۔ (ج 21 ص 183)

# ایک بڑھیا کی حالت زار

ایک حاجی صاحب میرے پاس آئے کہنے لگے حالت یہ ہے میں بوڑھا ہو گیا لیکن ایک دن میاں بیوی نے ملاقات کی۔ میں فجر پڑھنے چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ بیوی بھی فجر پڑھ رہی ہے لیکن آثار نظر نہیں آتے تھے کہ اس نے غسل کیا۔ تو میں نے پوچھا کہ تم نے غسل کر لیا آج تو سردی تھی۔ کہنے لگی نہیں کیا۔ اللہ کی بندی! خاوند بیوی کی ملاقات اور اس کے بعد غسل نہیں کیا؟

کہنے لگی اپنے خاوند سے ملاقات کی ہے نا، غسل تو ہوتا ہے کہ جب غیر مرد سے ملاقات کرے۔ اب اندازہ لگائیں۔ معلوم ہوا کہ دین کے مسائل میں جہالت کی وجہ سے انسان ایسے گناہ کر لیتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی زندگی ہی ناپاک گزر رہی ہے۔ (ج 21 ص 184)

# حیران کن واقعہ

کہتے ہیں ایک تاجر تھا جسے اللہ نے بہت زیادہ مال سے نوازا تھا اس نے اپنے من پسند کی ایک خوبصورت لڑکی سے شادی کی۔ بڑا اچھا محل بنوایا۔ بیٹھا اپنی بیوی کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا۔ دروازے کے اوپر دستک ہوئی تو کسی سائل نے آواز دی۔ اجر کم علی اللہ بیوی کی عادت تھی وہ اپنے دروازے سے کسی سائل کو خالی نہیں جانے دیتی تھی۔ اس نے خاوند سے اجازت مانگی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان میں سے ایک روٹی سائل کو دے دیتی ہوں۔ اس نے کہا دے دو۔ اس نے جا کر اس کو ایک روٹی دی تو جانے آنے میں جو منٹ آدھا منٹ لگا تو خاوند کا موڈ آف ہو گیا۔

واپس آ کر کھانا کھانے لگی تو وہ بولنے لگا یہ بدمعاش لوگ ہوتے ہیں، بہانے بنا لیتے ہیں مانگنے کے، کماتے کیوں نہیں۔ غرض خوب اس نے باتیں کیں۔ بیوی نے کہا کہ بھئی وہ اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہے۔ اس کا معاملہ اللہ جانے۔ مگر اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں گفتگو کی۔ اور اللہ کو اس کا تکبر نا پسند آیا۔ یاد رکھنا جو پروردگار دینا چاہتا ہے وہ پروردگار لینا بھی جانتا ہے۔ حالات بدل گئے۔

چنانچہ کاروبار کے اندر نقصان ہونے لگ گیا۔ One way down نقصان ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ اس کو اپنا کاروبار ختم کرنا پڑ گیا۔ ایک وقت آیا کہ اپنا مکان بیچنا پڑا۔ اور ایسا بھی وقت آیا اس نے بیوی کو بھی طلاق دے کر فارغ کر دیا۔ وہ اللہ کی نیک بندی اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی۔ کہ اللہ میرے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے۔ کچھ عرصے کے بعد ایک اور تاجر تھا اس نے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھجوایا۔ چونکہ اس کو اللہ نے حسن و جمال بھی دیا تھا اور فضل و کمال میں نیکوکاری بھی عطا فرمائی تھی۔ ماں باپ نے نکاح کا پیغام قبول کر لیا اس کی شادی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصے کے بعد یہ اپنے خاوند کے

ساتھ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ کسی نے اللہ کے نام پر مانگا۔ اس نے خاوند سے اجازت چاہی عادت کے مطابق کہ اگر اجازت ہو تو میں سائل کو دے دوں اس نے کہا دے دو۔ یہ ایک روٹی لے کر گئی جب جا کر دروازہ کھولا تو اس نے کیا دیکھا کہ اس کا جو پہلے والا شوہر تھا اتنا بڑا تاجر۔

آج اس کے دروازے پر سائل بن کر کھڑا۔ اللہ کے نام پر مانگ رہا تھا۔ اس نے چیخ ماری۔ خاوند بھاگا میری بیوی کو کیا ہوا دیکھا تو رنگ پیلا بڑی پریشان۔ پوچھا کہ کیا بنا۔ اس نے کہا میرے دروازے پر میرا پہلا خاوند سائل بن کر کھڑا ہے۔ اس نے بھی اسے دیکھا۔ پہچانا اور کہنے لگا کیا تم نے مجھے پہچانا۔ میں وہی سائل ہوں جو ایک مرتبہ تمہارے دروازے پر سائل بن کر گیا۔ اللہ نے سائل کو گھر اور بیوی کا مالک بنا دیا۔ اور گھر کے مالک کو دروازے پر سائل بنا کر کھڑا کر دیا۔ (ج 21 ص 225)

## شکر کی وجہ سے رونا

ایک اللہ والے جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک پتھر کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو اس سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نے سنا ہے کہ جہنم میں پتھروں کو ڈالا جائے گا، مجھ پر یہ خوف غالب ہے کہ کہیں میں بھی انہی پتھروں میں سے نہ ہوں، اس لئے میں رو رہا ہوں۔ انہوں نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اے اللہ! اس پتھر کو جہنم میں نہ ڈالیے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہوں نے پتھر کو بتا دیا کہ تو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا اور وہاں سے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ کچھ عرصے کے بعد ان کا جب دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ پتھر پھر رو رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا: جی! اب رونے کا کیا مطلب؟ تو اس نے کہا:

ذلک بکاء الخوف وھذا بکاء الشکر والسرور.

''وہ خوف کا رونا تھا اور یہ شکر اور سرور کا رونا ہے۔'' (ج 22 ص 121)

# ایک تابعی کا یقین

ایک تابعی تھے۔ وقت کے بادشاہ نے بیٹی کو کہا کہ ہم اس قیدی کو اپنا بنانا چاہتے ہیں، اس کو اپنے دین پر لاؤ۔ وہ ایک مہینہ یا کم وبیش اپنے آپ کو بنا سنوار کر ان کے پاس جاتی اور ان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی، مگر انہوں نے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ایک مہینے بعد پوچھنے لگی: مجھ میں کیا کمی ہے؟ میں حسن و جمال کی پیکر ہوں۔ تنہائی ہے، میں خود تمہیں گناہ کی طرف بلاتی ہوں، تم میری طرف کیوں نہیں متوجہ ہوتے؟ تم مرد ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اس لئے متوجہ نہیں ہوتا کہ میرے رب نے مجھے اس کام سے منع کر دیا ہے۔ اس نے کہا: اچھا! تو پھر یہ طریقہ زندگی مجھے بھی سکھادو۔ چنانچہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتی ہے۔ ''شکار کرنے آئے تھے شکار ہو چلے'' یہ یقین کہلاتا ہے۔ (ج 22 ص 175)

# اسلام کی حقانیت کا دلکش واقعہ

ایک مرتبہ امریکہ میں میرے پاس دو تین علماء آئے۔ وہ کہنے لگے: جی! یہاں ایک Interfaith بین المذاہب کونسل بنی ہوئی ہے جہاں مختلف مذاہب کے سربراہ آتے ہیں۔ اور اپنے اپنے مذہب کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہم میں سے ایک دو بندوں نے وہاں جانا شروع کر دیا، لیکن وہ اتنے چالاک ہیں، اتنے سمارٹ ہیں، اتنے عیار ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی دین پڑھا ہوا بندہ جاتا ہے تو اس سے سائنس کی باتیں پوچھتے ہیں اور اگر کوئی سائنس پڑھا ہوا جاتا ہے تو اس سے دین کی باتیں پوچھتے ہیں۔ اور اگر کوئی بندہ جاتا جو دین اور سائنس دونوں کے بارے میں جانتا ہے تو اس سے وہ روحانیت کی باتیں پوچھتے ہیں اس طرح وہ ہر آنے والے بندے کو عاجز کر دیتے ہیں، اب ہم آپ کے پاس آئے ہیں آپ وہاں جائیں اس فریضہ کو پورا کریں۔

میں نے پہلے تو ان سے بڑی معذرت کی، لیکن وہ کہنے لگے: جی! ہم آپ کے

پاس چل کر آئے ہیں اور آپ سے کہہ رہے ہیں کہ اس وقت ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم وہاں جائیں اور اسلام کی نمائندگی کریں۔ خیر! ان کے اصرار پر میں وہاں چلا گیا اور ان کو بتادیا آئندہ یہ عاجز میٹنگ میں آتا رہے گا اور اگر آپ کو اسلام کے بارے میں کچھ پوچھنا ہوگا تو آپ مجھ سے پوچھئے گا۔ جواب آتا ہوگا تو میں خود بتادوں گا اگر نہیں آتا ہوگا تو میں اپنے بڑوں سے پوچھ کر یا کتابوں سے مطالعہ کر کے آپ کو بتادوں گا۔ اس بات پر وہ مطمئن ہو گئے اور میں نے جانا شروع کر دیا۔

وہاں ایک بات تو میں نے یہ دیکھی کہ ان میں سے جو یہودی عالم تھا جسے ربائی کہتے ہیں، وہ مجھے بڑے غور سے دیکھتا۔ خاص طور پر جب وہ میرے عصا کو دیکھتا تو لگتا یہ تھا کہ اس کا دل گدگداتا ہے، وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ سنت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے، یہ مسلمان اس کے وارث بن گئے اور ہم محروم ہو گئے۔ ایک دن مجھے کہنے لگا: You always come with a different respective look ''آپ ہمیشہ ایک باوقار شخصیت بن کر آتے ہیں۔''

مقصد اس کا یہ تھا کہ یہ جو عمامہ تھا، جبہ تھا، عصا تھا، ان کا اس کے دل پر اثر ہو گیا تھا۔

ایک دن سیکرٹری کہنے لگا: جی! اگلی میٹنگ کا ایجنڈا کیا ہوگا؟ میں نے کہا: جس دین والے کے پاس جو ورڈ آف گاڈ (اللہ کا کلام) ہے جو ان کے نبی پر اترا، ہر ایک وہ پڑھ کر سنائے گا۔ اس کو یہ آئیڈیا بڑا اچھا لگا اور اس نے فوراً کہہ دیا کہ اگلی میٹنگ میں ہر دین والے اپنے اپنے نبی پر اترنے والا اللہ کا کلام پڑھ کر سنائیں گے۔

جب اگلی دفعہ میٹنگ شروع ہوئی تو وہ صاحب مجھے ہی کہنے لگے: جی! آپ نے ہی آئیڈیا دیا تھا، لہٰذا اب آپ ہی شروع کریں۔ جیسے ہم کہتے ہیں جو بولے وہی کنڈی کھولے۔ خیر! میں نے سورت فاتحہ پڑھی اور پھر آسان انگریزی میں اس کا ترجمہ ان کے سامنے کر دیا۔

میں نے سورت فاتحہ کیوں پڑھی؟ اس لئے کہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ رب العزت نے پہلی کتابوں میں جو کچھ نازل کیا وہ سارا کچھ اللہ رب العزت نے قرآن

مجید میں نازل کردیا۔ پھر جو کچھ پورے قرآن میں اللہ نے نازل کیا، وہ سورۃ بقرہ کے اندر نازل فرمادیا۔ اور جو کچھ سورۃ بقرہ کے اندر نازل کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو سورۃ فاتحہ میں نازل کردیا۔ اس لئے اس کو "فاتحۃ الکتاب" بھی کہتے ہیں۔ یعنی یہ پورے قرآن مجید کا دیباچہ اور سمری ہے۔ تو چونکہ پورے قرآن مجید کی تعلیمات اس سورت کے اندر سمٹ کے آگئیں، لہٰذا اس کو پڑھنا گویا پورے قرآن کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کرنے کے مانند ہے۔

اس کے بعد ایک پادری (عیسائیوں کا عالم) بیٹھا ہوا تھا، اب اس کی باری تھی۔ اس نے تو اپنی انگریزی والی بائبل کھولی اور اس میں سے اس نے "پہاڑی کا وعظ" پڑھنا شروع کردیا۔ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک پہاڑی کا وعظ ہے جس کو وہ بہت ہی جھوم جھوم کے پڑھتے ہیں۔...... جب اس نے ایک دومنٹ پڑھا تو میں نے پوائنٹ ریز کیا اور میں نے سیکرٹری سے کہا: کہ میں ایک پوائنٹ شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: جی بتائیں۔ میں نے کہا: پچھلی مرتبہ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ ہر دین والے کے پاس جو ورڈ آف گاڈ (اللہ کا کلام) ہے وہ پڑھ کر سنایا جائے گا، اسی لئے تو میں نے عربی پڑھ کر سنائی کیونکہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا تھا۔ چنانچہ اب میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ بائبل، جو ان کے پاس ہے، یہ انگریزی زبان میں نازل ہوئی تھی؟ اب وہ بات کی تہہ تک پہنچا کہ ہم کہاں آکر پھنسے ہیں۔ چپ ہی رہا۔ اگر کہے کہ عبرانی زبان میں آئی ہے تو ہم نے کہنا تھا آپ تو انگریزی پڑھ رہے ہیں، عبرانی زبان میں بائبل پڑھو۔ تو پھر اس کا جواب یہی ہوتا تھا کہ وہ تو ہے ہی نہیں۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر یہودی ربائی آگے بڑھا، کیونکہ آگے اس کی باری تھی، اس کو بھی پتہ تھا کہ میں تورات کا انگریزی ترجمہ لایا ہوں، حبر وزبان میں تو میرے پاس کچھ بھی نہیں، اور یہ مجھ سے بھی یہی سوال کرے گا، تو وہ کہنے لگا: مسٹر احمد!...... وہ مجھے احمد کے نام سے پکارتے تھے اور میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا: مسٹر احمد! میں ایک بات آپ کے سامنے کلیئر (واضح) کرتا ہوں کہ پوری دنیا میں جتنے بھی ادیان

ہیں، آج ان میں سے فقط مسلمانوں کے پاس ''اللہ کا کلام'' اصلی شکل میں موجود ہے، باقی کسی کے پاس بھی اللہ کا کلام اصلی شکل میں موجود نہیں ہے۔ الحمد للہ، ثم الحمد للہ! اس دن دل کو اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ کفر اپنی زبان سے تسلیم کرتا ہے کہ صرف مسلمانوں کے پاس اللہ کا کلام قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہے۔ تو یہ جو قرآن مجید محفوظ ہے اس کی بنیادی وجہ نبی علیہ السلام کا یہ معجزہ، جب تک نبوت رہے گی تب تک معجزہ جاری رہے گا۔ کوئی اس کو ختم کر ہی نہیں سکتا۔ جو اس کو ختم کرنے کا سوچے گا، خود ختم ہو جائے گا قرآن مجید ختم نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی پہاڑ پہ سر مارتا ہے تو اس کی اپنی کھوپڑی دکھتی ہے پتھر کو کیا ہونا ہوتا ہے تو یہ اللہ کا کلام محفوظ کلام ہے۔ (ج 23 ص 89)

## دین کیلئے قربانی

اس عاجز کو سمرقند میں ایک گھر دکھایا گیا اور کہا گیا کہ جب مدارس بند تھے تو ہم نے اس گھر کے درمیان میں ایک بڑا اسارا ہال بنایا۔ اور اس میں ضرورت کی ہر چیز پہنچادی۔ اس کے گرد رہائش کے لئے کمرے بنالئے ایک کمرہ جہاں سے اس کا دروازہ تھا، اس کمرے کو ہم نے شراب خانے کی شکل دے دی تھی۔ یہ فلاں بوتل پڑی ہے، یہ فلاں بوتل پڑی ہے اور بے ہودہ قسم کی ننگی تصویریں لگادیں، کہ جو پولیس والا اس کو دیکھنے آتا وہ سمجھتا کہ یہ شرابی لوگ ہیں۔ انہوں نے گھر میں یہ شراب خانہ بنایا ہوا ہے، لہٰذا یہ کوئی ایسے خطرناک لوگ نہیں، وہ چلا جاتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں شراب کی بوتلوں کے پیچھے ہم نے دروازہ بنایا ہوا تھا جو پکا بند کر دیتے تھے۔ استاد اپنے شاگردوں کو لے کر اندر چلا جاتا۔ چھ مہینے کے لئے ہم دروازہ بند کر دیتے وہ اندر ہی کھاتے پیتے، ضروریات سے فارغ ہوتے، اندر ہی سب کچھ ہوتا۔ صحن میں ماں جھاڑو دے رہی ہوتی تھی اس کا اپنا بیٹا اندر ہال میں ہوتا اور ماں کو پتہ نہ ہوتا کہ میرا بیٹا رو رہا ہے یا نہیں رو رہا ہے، بھوکا ہے یا اس نے کچھ کھایا ہوا ہے۔ قربانی دی ماں باپ نے۔ چھ مہینے کے

بعد پھران کو باہر نکالا جاتا تو ایسا بھی ہوتا کہ جاتے ہوئے بچہ ایک لفظ نہیں پڑھا ہوا تھا، جب واپس آتا تو پورے قرآن کو ناظرہ پڑھنے والا بن جاتا۔ سن کر حیران ہوئے کہ مدرسے ختم کرنے والوں نے اپنی ہمت صرف کرلی لیکن مدرسے ختم نہ کرسکے۔ ہر عالم نے اپنے گھر کو ہی مدرسہ بنالیا۔ تو مدارس تو ختم نہیں ہوسکتے۔ (ج23ص96)

## صاحب علم کو مغالطہ لگنے کی مثالیں

ایک مرتبہ بہت بڑے شیخ الحدیث شہر تشریف لے گئے تو کہنے لگے بھئی کیا بات ہے؟ کراچی والوں کو سورۃ تبت زیادہ اچھی لگتی ہے، سورۃ اخلاص اچھی نہیں لگتی۔ انہوں نے کہا نہیں، ایسی بات تو نہیں ہے، آپ کیسے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ فرمانے لگے: میں ائیر پورٹ سے مدرسہ تک آیا ہوں تو ہر جگہ لکھا ہوا تھا، تبت سنو، تبت سنو، ان کو سورۃ تبت یدیٰ اچھی لگتی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت! یہ تبت سنو نہیں یہ ایک فیس کریم ہے، تبت سنو (tibet snow) اس کا نام لکھا ہوا ہے۔ تو صاحبِ علم کو بھی اسی طرح کا مغالطہ لگ سکتا ہے، تو پھر استاد بتاتا ہے کہ یہ اس طرح نہیں اس طرح ہے۔ اسی لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ (ج23ص131)

## ایک شیخ الحدیث کی حالتِ زار

ہمیں ایک دفعہ ایک شیخ الحدیث صاحب مل گئے مگر ایسے مدرسے سے پڑھے ہوئے تھے کہ جہاں پہلے دن بندے کو قرآن بھی پڑھانا شروع کردیتے ہیں اور ساتھ بخاری شریف بھی پڑھانا شروع کردیتے ہیں۔ پہلے ہی دن اور وہ بھی بچے کو۔ اس کو قاعدہ بھی شروع کروادیتے ہیں اور ساتھ بخاری شریف بھی۔ تو وہ اس مدرسے کے تھے۔ خیر پہلے تو انہوں نے آکے بیان سنا اور بیان سننے کے بعد کہنے لگے کہ آپ کی باتیں صفائی کے بارے میں بڑی اچھی تھیں، دل کو لگیں۔ مگر ان کا تذکرہ تو حدیث میں کہیں نظر ہی نہیں آتا۔

میں نے ان کو کہا: جو تذکرہ نظر آتا ہے وہ تو حاصل کرونا...... ہم یہ نہیں کہتے کہ جو تذکرہ تمہیں نظر نہیں آتا وہ کرو۔ میں نے پوچھا: احسان کی کیفیت کو حاصل کرنے کا تذکرہ ہے؟ کہنے لگے: ہے۔ میں نے کہا: یقین ہے یا نہیں ہے؟ (يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ) کا لفظ جو آ گیا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ دین کا حصہ ہے۔ اگر اس کو حاصل نہیں کریں گے تو دین کے اسی حصے کو آپ حاصل نہیں کریں گے۔ کہنے لگا ہاں یہ تو حدیث سے ثابت ہے۔ میں نے کہا: بتاؤ! پھر نماز میں یہ کیفیت حاصل ہوئی؟ کہنے لگا نہیں۔ تو دین نامکمل ہے ابھی تک۔ تم کرو اس کو مکمل۔ ہم کب کہتے ہیں کہ وہ کرو جس کا ذکر نہیں ہے ہم کہتے ہیں جو ہے وہ کر کے دکھاؤ۔

کہنے لگے: میں اسی مصیبت میں تو پڑا ہوا ہوں، اتنے سال گزر گئے، حدیث پڑھاتے ہوئے اور حالت میری یہ ہے کہ نہ میری آنکھ قابو میں ہے، نہ دل، نہ نماز۔ میں نے کہا: اسی لئے یہ تزکیہ نفس کا حاصل کرنا یا احسان کی جو کیفیت ہے اس کو حاصل کرنا بھی ہماری ضرورت ہے۔ یہ کوئی نفلی کام نہیں ہے۔ (ج 23 ص 134)

## ایک بادشاہ کی حسرت

ہارون الرشید کھڑکی سے مسجد کی طرف دیکھ رہا تھا۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں داخل ہونے کے لئے آئے تو دو طالب علم پیچھے پیچھے تھے کہ حضرت کے جوتے اٹھائیں۔ جب انہوں جوتے اٹھائے اور مسجد میں داخل ہوئے (عجیب بات یہ کہ ایک طالب علم کا ہاتھ ایک جوتے پر اور دوسرے طالب علم کا ہاتھ دوسرے جوتے پر آیا۔ ایک نے بھی ایک جوتا اٹھالیا اور دوسرے نے بھی ایک جوتا اٹھالیا۔ اب جوتے اندر لے کر کیسے جائیں؟ طلباء تھے سمجھدار تھے چنانچہ ایک نے رومال بچھایا اور ایک نے بھی جوتا اس میں رکھا اور دوسرے نے بھی، ایک نے ادھر سے رومال پکڑ لیا اور دوسرے نے ادھر سے رومال پکڑ لیا۔ وہ حضرت کے جوتے اس طرح لے کر مسجد میں گئے کہ دونوں کو حضرت کے جوتے اٹھانے کی سعادت مل گئی۔ ہارون الرشید نے یہ

دیکھا تو سرد آہ بھری اور کہنے لگا: ''یوں تو لوگ ہمیں بادشاہ سمجھتے ہیں، ہمارے جوتے اٹھانے کے لئے بھلا کون جھگڑتا ہے''۔

جو نیکی کا کام کرنے میں لگے ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ دنیا میں یوں عزتیں دیتے ہیں۔ اور جو گناہوں کے راستے کو اختیار کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی عزت لوگوں کے دلوں سے ہی نکال دیتے ہیں۔ (ج 23 ص 174)

## عبرت انگیز واقعہ

ایک جاگیردار تھا۔ اللہ نے اس کو بڑی زرعی زمین دی تھی۔ حتیٰ کہ ٹرین کے تین اسٹیشن اس کی زمین میں بنے ہوئے تھے۔ یعنی ٹرین کا پہلا اسٹیشن بھی اس کی زمین میں، پھر ٹرین چلتی تو دوسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین میں اور پھر تیسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین میں آتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ دوستوں کے ساتھ شہر کے ایک بڑے چوک میں کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ ان میں سے کسی نے کہا: آج کل ہاتھ بڑا تنگ ہے، بڑی پریشانی ہے۔ تو وہ بڑے عجب اور تکبر میں بات کرنے لگا: کیا تم ہر وقت روتے ہی رہتے ہو کہ آئے گا کہاں سے، اور مجھے دیکھو کہ میں پریشان رہتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ؟ میری تو چالیس نسلوں تک کافی ہوگا اس نے تکبر کا یہ بڑا بول بولا۔ اللہ کو اس کی یہ بات پسند نہ آئی۔ نتیجہ کیا نکلا؟ وہ اگلے چھ مہینوں میں کسی بیماری میں مبتلا ہوا اور دنیا سے چلا گیا۔

اس کا ایک بیٹا تھا، اس کی عمر سترہ سال تھی۔ وہ ساری جائیداد کا مالک بن گیا۔ بنک اکاؤنٹ بھی ہے، زمینیں بھی ہیں، کاریں بھی ہیں بہاریں بھی ہیں، روٹی بھی ہے، بوٹی بھی ہے۔ وہ تو سترہ سال کا نوجوان تھا۔ آپے سے باہر ہو گیا۔ ایسے نوجوان لڑکوں کے بدکار قسم کے دوست آسانی سے بن جاتے ہیں اور وہ اس کو غلط راہیں دکھاتے ہیں۔ چنانچہ کسی نے اس کو بری راہوں میں ڈال دیا...... وہ شراب اور شباب کے راستے پر چلنے لگ گیا...... وہ نوجوان زنا کا مرتکب ہونے لگ گیا۔ اب اس کو روز

نئے سے نئے مہمان مطلوب تھے۔ کسی کو لاکھ دے رہا ہے تو کسی کو دو لاکھ۔ اس نے پانی کی طرح پیسہ بہانا شروع کر دیا۔ جب کچھ سال اس طرح گزرے تو کسی نے اس کو باہر (بیرون ملک) کا راستہ دکھا دیا۔ چلو فلاں جگہ...... اس کو باہر کے کلبوں میں جانے کا شوق پڑ گیا۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ بنک اکاؤنٹ خالی ہو گیا۔ اب وہ واپس آتا زمین کے کچھ مربعے بیچتا اور پھر باہر کا چکر لگا کے آتا۔ پھر پیسے ختم ہو جاتے تو آتا اور زمین کا ایک اور ٹکڑا بیچتا اور پھر نائٹ کلبوں میں وقت گزارتا۔

جب اتنی برائی کا مرتکب ہوا تو اس نے اپنی صحت بھی برباد کر لی اور اس کو بری بیماریاں بھی لگ گئیں، جو فحاشی کا کام کرنے والوں کو عام طور پر لگ جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ اس کو اپنا مکان بھی بیچنا پڑ گیا پھر اس نوجوان کو وہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ جس چوک میں اس کے باپ نے کھڑے ہو کر کہا تھا: میں پریشان ہوتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ، میری تو چالیس نسلوں کو پرواہ نہیں، اسی چوک میں اس نوجوان کو کھڑے ہو کر بھیک مانگنی پڑی۔ (ج ۲۳ ص ۱۴۷)

## صدقہ کس کو دیں؟

ہمارے اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کے سامنے حرم شریف میں بیٹھے تھے، ایک آدمی آیا اور آ کر کہنے لگا: حضرت! یہاں بہت سے مانگنے والے ہوتے ہیں، کیا پتہ کون مستحق ہے؟ اور کون مستحق نہیں ہے؟ کس کو دیں اور کس کو نہ دیں؟ تو حضرت نے فرمایا: یہ بتاؤ اللہ رب العزت کے تمہارے اوپر کتنے انعامات ہیں؟ کتنی نعمتیں ہیں کیا تم ان سب نعمتوں کے مستحق تھے؟ کہنے لگا: نہیں۔ حضرت! میری اوقات تو اتنی نہیں تھی، اللہ نے مجھے میری اوقات سے بڑھ کر دیا۔ فرمایا: جب اللہ نے تمہیں تمہاری اوقات سے بڑھ کر دیا۔ ناپ تول کے بغیر تمہیں عطا کر دیا تو تم سے اگر کوئی مانگنے والا آئے تو تم بھی اسے دے دیا کرو۔ (ج 23 ص 183)

# ایک سبق آموز واقعہ

آج جھگڑوں میں سے اکثر جھگڑے اسی مال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ بلکہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا اس کے دو بیٹوں میں جائیداد تقسیم ہوئی بہت ساری زمین تھی۔ جائیداد کی تقسیم میں ایک درخت ایسا تھا جو دونوں زمینوں کی درمیان والی لائن پر تھا۔ ایک نے کہا: یہ میرا درخت ہے، دوسرے نے کہا: یہ میرا ہے۔ دونوں بھائی آپس میں جھگڑ پڑے، مقدمے شروع ہو گئے۔ اس درخت کے مقدمے کے اوپر دونوں نے وکیل بنا لئے خرچ اتنا ہوا کہ دونوں کو اپنی اپنی زمینیں بیچنی پڑ گئیں۔ وہ بیچتے رہے مقدمے لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ دونوں بھائیوں کی زمینیں بک گئیں اور عدالت نے فیصلہ دے دیا کہ جو درخت ہے اسے کاٹ کر آدھا ایک کو دے دیا جائے اور آدھا دوسرے کو دے دیا جائے۔ (ج23 ص186)

# عمر میں برکت کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ سفر کرنا تھا اور ان کو ماں نے نصیحت کی تھی: جب تم سفر میں نکلا کرو تو اللہ کے راستے میں کچھ نہ کچھ خرچ کیا کرو۔ چنانچہ وہ کچھ بیٹھے کھا رہے تھے ایک سائل آیا۔ انہوں نے اپنی روٹی سائل کو دے دی۔ جب گھر سے نکلے تو راستے میں دیکھا کہ ایک سانپ ہے اس کے اوپر ان کا ایک پاؤں پڑا اور بڑے پریشان ہوئے کہ کہیں ڈس نہ لے۔ جب پیچھے ہٹے تو کیا دیکھتے ہیں؟ کہ اس سانپ کے منہ میں کوئی چیز ہے جس نے اس کے منہ کو بند کیا ہوا ہے۔ یہ بڑے حیران ہوئے کہ اس کے منہ میں کیا چیز پھنسی ہوئی ہے؟ جب اس کو مارا تو دیکھا وہ روٹی کا ایک ٹکڑا تھا جو اس کے منہ میں پھنسا ہوا تھا۔

پھر کسی بزرگ نے بتایا کہ تم نے جو آدھی روٹی کسی فقیر کو دے دی۔ تمہاری موت کا وقت تو آج لکھا تھا لیکن اللہ نے تمہارے اس صدقے کی وجہ سے تمہاری عمر میں برکت دے دی اور وہی روٹی کا ٹکڑا گویا اس سانپ کے منہ میں جا کر پھنس گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان اللہ کے راستے میں جو خرچ کرتا ہے اس کی بلائیں اور مصیبتیں اس کے بدلے میں دور ہوتی ہیں۔ (ج23 ص188)

# حسن نیت پر نقد اجر

بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔اس کے وقت میں قحط پڑ گیا۔لوگ پریشان ہیں حیران ہیں اب کیا بنے گا؟ حتیٰ کہ بھوک کے مرنے لگ گئے، برا حال ہو گیا۔ایک آدمی تھا، وہ اپنے گھر سے نکلا۔شہر سے دور ویرانے میں اس نے سفر کرنا تھا۔ وہاں اس نے ایک پہاڑ دیکھا، اس کے دل میں صرف خیال آیا: کاش میرے پاس اتنا آٹا ہوتا میں شہر والوں میں تقسیم کر دیتا کہ سب کھانا کھالیں جو بھوکے نہ رہیں۔جیسے ہی اس نے ارادہ کیا اللہ رب العزت نے فوراً ایک فرشتے کو حکم دیا کہ میرے بندے نے اتنے خلوص کے ساتھ یہ نیت کی کہ اس کے نامۂ اعمال میں اس پہاڑ کے برابر گندم صدقہ کرنے کا ثواب لکھ دیا جائے۔ اللہ رب العزت بندے کی نیت کے اوپر فوراً اجر فرما دیتے ہیں۔(ج23ص189)

# شیر اور ہرن کا واقعہ

ہم نے ایک مرتبہ ایک جنگل سے گزرتے ہوئے شیر کے بالکل چھ سات میٹر پر ایک امپالا دیکھا۔ ہرن کو کھڑا دیکھا تو بڑی حیرت ہوئی، میرے ذہن میں تو کوئی اور تصور تھا۔ میں نے گائیڈ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ امپالا اتنا قریب ہے اور شیر جاگ بھی رہا ہے اور اسے کہہ کچھ نہیں رہا۔اس نے کہا کہ اس نے پہلے شکار کیا، اب اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے، جب تک اسے بھوک نہیں لگے گی یہ کسی کو کچھ نہیں کہے گا۔چنانچہ شیر کا جب پیٹ بھرا ہو تو اس کے پیٹ پر اگر چوہا بھی ناچتا پھرے تو وہ چوہے کو بھی کچھ نہیں کہتا۔(ج23ص210)

# بیوی کو زچ کرنے سے بچو

شریعت نے میاں بیوی کا تعلق بہت قریب کا بتایا ہے۔میاں بیوی جو زندگی کے ساتھی ہیں، ایک دوسرے کو معمولی باتوں کی وجہ سے دکھ دیتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جن کو انسان نظر انداز کر دیتا ہے۔

مثلاً بیوی کو طعنہ دینا۔ بعض خاوندوں کی یہ عادت ہوتی ہے، کبھی کوئی بھول ہوگئی، کوئی غلطی ہوگئی وہ بھی انسان ہے، بس ایک کی چھیڑ بنالی۔ اس کو زچ کرنے کے طعنہ دینا شروع کر دیئے، اسے دوسروں کے سامنے رسوا کیا، اپنے آپ کو بڑا دکھانے کے لئے کہ میرا بڑا رعب ہے، میں نے اپنی بیوی کو کیسے سیدھا کر کے رکھا ہوا ہے۔ ہر ایک کی عزت نفس ہوتی ہے، کسی کو رسوا تو نہیں کرنا چاہئے، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن کتنی بار ایسا ہوتا ہے، ذرا سی بات پر بولنا بند کر دینا۔ وہ بیچاری مناتی پھر رہی ہے، منتیں کر رہی ہے، کھانے پکا کے رکھ رہی ہے، وہ کہتے ہیں: نہیں۔ ہمارے اس عمل سے اس کا دل کتنا دکھتا ہے؟ ہم کبھی اس کا اندازہ تو نہیں لگا سکتے، بھئی وہ بھی تو اللہ کی بندی ہے۔

بسا اوقات مرد حضرات اپنے پیسے کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اپنی بیوی کو سیدھا کرنے کے لئے، خرچ میں تنگی کرتے ہیں، ایک ایک پیسے کو ترس رہی ہے۔ ہر ہر دفعہ اس کو مانگنا پڑتا ہے۔ اب کہنے کو تو چھوٹی سی بات ہے مگر اس طرح ڈاؤن ٹو ارتھ (زمین بوس) کر دینا کہ ضرورت کے لئے وہ خاوند کے ہی پاؤں پکڑے اور مانگتی پھرے، شریعت اس کی تو اجازت نہیں دیتی۔ ہاں یہ فرمایا کہ تم اپنی سہولت کے مطابق جتنی استعداد، طاقت ہو تم اس کو خرچ دیتے رہو۔ یہ رزق تمہیں بیوی بچوں کی وجہ سے تو ملا ہے، ہوسکتا ہے تمہارے بچے نہ ہوتے تو تمہیں اتنا رزق بھی نہ ملتا تو جن کی وجہ سے رزق ملا انہی کو ہم تنگ کر رہے ہوتے ہیں۔

کئی مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ شادی کے بعد نوجوان اپنی بیوی کو اپنے ماں باپ کا محتاج بنا دیتے ہیں۔ کیوں؟ آپ کے ماں باپ کے ساتھ یقیناً اس کو محبت کا تعلق رکھنا ہے کہ وہ گھر کی بیٹی ہے۔ مگر ذرا سی بات پہ یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ امی کرے گی۔ اور امی صاحبہ کیونکہ زندگی گزار چکی ہوتی ہیں وہ آنے والی بچی کو کئی مرتبہ اتنا پریشان کرتی ہے۔ کئی مثالیں ایسی ہمارے سامنے آئیں کہ گھر میں وہ بچی بہو فریج کا دروازہ نہیں کھول سکتی۔ اس پر بین (پابندی) ہے۔

جب لاتی ہے تو بڑی محبتوں کا اظہار کر کے لاتی ہے۔ اور جہاں وہ بچی گھر میں قدم رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک سرد جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ تو ساس کو چاہئے کہ وہ بڑی عمر کی ہے احساس کرے۔ اس کی بیٹی اگر کسی کے گھر جائے گی وہاں اگر اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟

چنانچہ ہم نے دیکھا جو عورتیں اپنی بہوؤں کو تنگ کرتی ہیں وہ ساتھ اپنی بیٹی کے لئے دعاؤں کا بھی کہہ رہی ہوتی ہے۔ میری بیٹی کے لئے دعا کرو اس کو سسرال نے بڑا تنگ کیا ہوا ہے۔ جو اس نے کسی کی بیٹی کے ساتھ کیا ہوتا ہے دوسرے بھی اس کی بیٹی کے ساتھ ویسا ہی کر رہے ہوتے ہیں مگر انسان اس پر غور نہیں کرتا۔ دیکھتا نہیں ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

کئی نوجوان اپنی بیویوں کو ذرا ذرا سی بات پر طلاق کی دھمکی دیتے ہیں اور اس دھمکی کی عادت ہی بنا لیتے ہیں۔ بیوی کے لئے یہ Divorce (طلاق) کا لفظ کوئی چھوٹا سا لفظ نہیں ہوتا۔ اس لفظ کو سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اس کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ اس کو اپنا مستقبل بالکل ہوا میں نظر آتا ہے۔ ذرا سی بات پر سولی پر لٹکا دیتے ہیں اس کو۔ شریعت نے یہ نہیں کہا کہ تم ذرا سی بات پہ ایسی دھمکیاں دینا شروع کر دو۔ اگر غور کریں تو مرد کتنے ہی معاملات میں اپنی بیویوں کا دل دکھاتے ہیں۔ (ج23ص215)

## بیویاں الجھنے سے بچیں

اور کچھ بیویاں بھی اسی طرح کرتی ہیں۔ خاوند ان کی ہر مراد پوری کرتا ہے، اس کا خیال رکھتا ہے، خوش اخلاقی سے رہتا ہے اور وہ خاوند کی امیدوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ چاہے بچوں کی تربیت ہو گھر کا ماحول ہو یا کوئی ایسی بات ہو۔ ذرا سی بات پہ الجھ پڑنا۔ تو ہم اگر اپنی ذاتی زندگی پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ہم بہت چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایک دوسرے کا دل دکھاتے ہیں۔ کہنے کو زندگی کے ساتھی ہیں مگر ایک دوسرے کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ (ج23ص217)

# بے اولادی کا طعنہ

بسا اوقات تو ایسی بات پر دل دکھاتے ہیں کہ دوسروں کے اختیار میں بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً ساس بہو کو طعنے دے رہی ہے کہ تیری اولاد نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو کیا وہ بے اولاد رہتی؟ یا یہ طعنہ دینا کہ تیرا بیٹا نہیں ہوتا بیٹیاں ہوتی ہیں اگر کسی کے اختیار میں ہوتا تو شاید کوئی عورت بیٹی جننے کی کوشش ہی نہ کرتی۔ مگر نہیں طعنہ دینا ہے۔ اس کا کیا کنٹرول ہے اس کے اوپر کہ بیٹی ہوتی ہے۔ کیا اس کے اختیار میں ہے۔ بلکہ کئی مرتبہ خاوند ہی بیوی کو کہتے ہیں کہ اگر اس مرتبہ بیٹی ہوئی تو تمہیں اپنے گھر سے یہاں نہیں آنا۔ اب بتاؤ! کہنے کو ہم کلمہ گو ہیں اور اللہ کے مسلمان بندے کہلاتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ ہم اپنے ساتھ والے کے دلوں پر کیا کر دیتے ہیں۔

ہمارے بزرگ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت حسن سلوک کی زندگی گزارتے تھے۔ حسن معاشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. ''تم اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرز سے زندگی گزارو''

آج اگر کوئی آئی جی سفارش کر دیں کہ اس کا خیال رکھنا۔ ہم بڑے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کی سفارش اللہ رب العزت نے کی کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ تو ہمیں تو کرنا چاہئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو دنیا میں اللہ رب العزت کی سفارش کو مانے گا قیامت کے دن اللہ رب العزت اس کے ساتھ بھی خیر کا معاملہ فرمائیں گے۔ (ج23 ص217)

# ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ

ہم دفتر کے کام کرتے ہیں۔ فیکٹریوں کے کام کرتے ہیں۔ کتنے لوگ ہوتے ہیں جو ہمارے ماتحت ہوتے ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ برتاؤ کیسا ہوتا ہے؟ ایک ہوتا ہے اصلاح کی خاطر کوئی بات کرنا۔ وہ تو اگر کسی کو بری بھی لگے تو بھی کرنی چاہئے۔

کیونکہ اصلاح کے لئے کر رہے ہیں، اس کی ضرورت ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے گند نکالنے کے لئے ڈاکٹر آپریشن کر دیتے ہیں۔ ان کو تو برا کوئی نہیں کہتا۔ بلکہ صحت پانے کے بعد سب اسے فرشی سلام کہہ رہے ہوتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے کسی کو خواہ مخواہ دکھ دے دینا شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔ (ج 23 ص 222)

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے تو سب سے آخری بات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگا کر سنی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمار ہے تھے: ''التوحید التوحید'' ایک تو آخری موقع پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توحید کا پیغام دیا اور فرمایا:

**وما ملکت ایمانکم.** اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال رکھنا۔

یوں سمجھیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی اور تعلیمات کا یہ نچوڑ ہے۔ جو آخری لفظوں میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانیت کو دے دیے۔ وہ یہ کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھنا۔ ہمارے ماتحتوں کے ساتھ ہمارا کیا معاملہ ہوتا ہے؟ کیسے ان کے ساتھ، ہم مل کر رہتے ہیں؟ اللہ اکبر کبیراً۔ (ج 23 ص 223)

## نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کس کے وکیل بنیں گے؟

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بات ارشاد فرمائی۔ حدیث پاک میں ہے ذرا دل کے کانوں سے سننے والی بات ہے۔ فرمایا: ''جو اپنے ماتحت پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے یا اس کی خوشی کے بغیر اس سے کچھ لے تو میں قیامت کے دن اس ماتحت کا وکیل بنوں گا اس کو اس بندے سے حق دلواؤں گا''۔

حدیث پڑھتے ہیں تو دل کانپنے لگ جاتا ہے۔ اب اگر قیامت کے دن اللہ رب العزت بیوی کے وکیل بنے ہوئے ہوں کہ یہ تمہاری ماتحت تھی اور تم نے اس کو رلایا۔ (ج 23 ص 223)

# حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمدردی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملنے کیلئے آتے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ انکے پاس کچھ لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں کہ یہ بیوہ عورت ہے، یہ اپاہج ہے، یہ ہینڈی کیپ ہے، اور انکی خدمت کرنی ضروری ہے۔ جنہوں نے ان کی خدمت کا ذمہ لیا ہوا تھا آگے انکے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔

کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص دوسرے محتاج کی خدمت کرتا ہے وہ اپنے جسم کی گویا زکوٰۃ نکال رہا ہوتا ہے۔ ہم تو آج کسی کی خدمت اپنے ذمے ہی نہیں لیتے۔ ماں کی نہیں کرتے، کسی اور کی کیا کرنی؟ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک بیوہ عورت کا نام لکھا ہوا ہے کہ اس کی خدمت کا کوئی کام ہے مگر آگے جگہ خالی ہے۔ انہوں نے اس کا نام، ایڈریس نوٹ کرلیا۔ اگلے دن فجر کی نماز کے بعد اس کے گھر گئے۔ دستک دی عرض کی اماں! میں خدمت کے لئے آیا ہوں۔ کیا خدمت ہوتی تھی؟ اس کے گھر کے اندر جھاڑو لگا دینا، برتن دھو دینا یا باہر سے پانی بھر کے مٹکوں میں ڈال دینا۔ تا کہ اس بوڑھی عورت کو باہر نہ جانا پڑے۔ اس بوڑھی عورت نے جواب دیا کوئی خدمت کرنے آتا ہے اور وہ یہ سارے کام کر کے جا چکا ہے۔ اب تو مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ فرمانے لگے: اچھا! اب میں فجر سے پہلے آجاؤں گا۔

اگلے دن عمر رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے گئے۔ جا کے پھر دستک دی اور فرمایا کہ میں کام کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا جو آنے والا تھا وہ تو کام کر کے جا چکا پھر انہوں نے اس بڑھیا سے پوچھا اماں! وہ کون ہے؟ وہ کہنے لگی مجھے تو اس کے نام کا نہیں پتہ میں نے تو اس کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ آتا ہے، دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، میں پردہ کر لیتی ہوں، وہ یہ سارے کام کر دیتا ہے۔ جب وہ جانے لگتا ہے تو پھر دروازہ کھٹکھٹا دیتا ہے، میں باہر آجاتی ہوں۔ نہ مجھے نام کا پتہ، نہ اس کی شکل کا پتہ ہے۔ وہ بھی عمر بن خطاب تھے فرمانے لگے: اچھا! اب اگلے دن انہوں نے تہجد کی نماز پڑھی اور جا کر راستے میں بیٹھ گئے کہ میں بھی

دیکھوں ناوہ کون ہے؟ جورات کے اندھیرے میں اس بڑھیا کے کام کر کے جاتا ہے۔

انہوں نے دیکھا کہ جب چاروں طرف خاموشی تھی، سب لوگ سوئے ہوئے تھے، بالکل اندھیرا۔ اس وقت ایک آدمی آہستہ آہستہ دبے پاؤں چلتا ہوا، اس بڑھیا کے گھر کے قریب آرہا ہے۔ تو جب وہ قریب آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: من انت تو کون ہے؟ تو جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔ امیر المؤمنین رات کے اس وقت میں اس بوڑھی کی خدمت کرنے کے لئے آپ آرہے ہیں۔ اور دیکھا انہوں نے جوتے بھی نہیں پہنے ہوئے ہیں تو پوچھا: امیر المومنین! کیا آپ نے Intentionaly (ارادۃً) جوتے نہیں پہنے یا جوتے تھے ہی نہیں؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جوتے تو تھے مگر چونکہ یہ لوگوں کے سونے کا وقت ہے، اس لئے میں گھر جوتے اتار کے آیا کہ میرے جوتوں کی آہٹ سے کسی دوسرے مسلمان کی نیند نہ خراب ہو جائے۔ (ج23 ص226)

## پختگی کس کے ایمان میں ہے؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے وجود پر سو دلائل لکھے ہیں۔ ایک مرتبہ جا رہے تھے تو شیطان نے کہا جی سناؤ! کیا کام کیا؟ تو کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کے وجود پر سو دلائل جمع کئے ہیں۔ وہ کہنے لگا: یہ کیا بات ہوئی، مجھے بیان کرو میں دلیلیں توڑ دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں جی! میرا ایمان بہت پکا ہے۔ کہنے لگا: مناظرہ کرنا ہے تو کرلو، پھر اس نے کہا دیکھو آپ کا ایمان کچا اور یہ جو دیہاتی ہے اس کا ایمان زیادہ پکا ہے۔ وہ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ سو دلائل میں نے لکھے ہیں، عالم میں ہوں اور تو کہتا ہے کہ آپ کا ایمان کچا اور یہ جو دیہاتی جا رہا ہے اس کا ایمان پکا۔ انہوں نے کہا: بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تو اس نے کہا: ابھی آپ کو دکھاتا ہوں۔ وہ شیطان دیہاتی کے پاس گیا اور جا کے اسے کہتا ہے کہ خدا موجود نہیں ہے۔ اس نے جوتا اتارا اور کہا: تیری ایسی تیسی۔ شیطان بھاگا وہاں سے اور آ کے کہتا ہے کہ دیکھا اس کا ایمان پکا ہے نا کہ اس نے سننا ہی گوارا نہیں کیا اور آپ نے

تو سن لیا اور بحث کے لئے تیار ہو گئے۔ میں کوئی زیادہ وزنی دلیل دیتا تو آپ چپ ہو جاتے اور بات مان لیتے تو آپ کا ایمان کچا اور اس دیہاتی کا ایمان پکا۔ تو ایمان ایسا مضبوط ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت کے وجود کا ایمان جتنا ہمارے دل میں پکا ہوگا اتنا ہی پھر ہم اس کی رضا کے لئے عمل کریں گے۔ (ج 23 ص 251)

## کدو بڑا اور آم چھوٹا پیدا کرنے میں حکمت

کسی نے دیکھا کہ ایک بیل ہے اور اس کے اوپر بڑے بڑے کدو لگے ہوئے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے کدو اور پتلی سی بیل۔ آگے گیا تو اس نے ایک آم کا درخت دیکھا۔ اتنا بڑا درخت اور چھوٹے چھوٹے آم۔ اس کو نیند آ رہی تھی۔ وہ وہاں لیٹا اور کہنے لگا کہ لوگ اللہ کو مانتے ہیں مگر اللہ کے تو کام بڑے بے ڈھنگے ہیں (نعوذ باللہ)۔ اتنا بڑا کدو اور چھوٹی سی بیل اور اتنا بڑا درخت اور چھوٹا سا آم۔ کام کا سلیقہ ہی نہیں۔ یہ سوچتے ہی سو گیا۔ بیچارہ سویا ہوا تھا کہ اوپر سے کسی پرندے نے جو آم گرایا تو اس کی کنپٹی پہ لگا۔ اٹھ کے دیکھا تو کہا: یا اللہ! تیرے کام بڑے اچھے ہیں۔ اگر اس درخت کے اوپر کدو کے برابر آم لگتے تو میرا کیا بنتا۔ جب ٹھوکر لگتی ہے تو ان کو بھی بات سمجھ آجاتی ہے۔ چاہئے کہ وہ اپنے دل کو سمجھائیں کہ ہم اللہ رب العزت کے وجود کو مانتے ہیں اور اس میں کوئی ذرہ برابر شک نہیں کرتے۔ کہہ دیں کہ انسان کئی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ کتنی چیزوں پہ ہم بن دیکھے ایمان لائے۔ (ج 23 ص 252)

## سید زوار حسین رحمہ اللہ کا دلکش واقعہ

حاجی اعلیٰ صاحب فرماتے ہیں: حضرت مولانا بدر عالم مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے شیخ الحدیث گزرے ہیں، انہوں نے ''ترجمان السنہ'' کتاب بھی لکھی ہے، ایک مرتبہ وہ تشریف لائے اور میں نے ان کی اپنے ہاں دعوت کی۔ جب حضرت نے آنا تھا تو میں نے دل میں سوچا کہ یہ (حضرت سید زوار حسین شاہ) بھی میرے پاس آتے

ہیں، بھلے آدمی ہیں، کم گو ہیں، چلو ان کو بھی دعوت پہ بلا لیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے شاہ صاحب کو بھی دعوت دے دی اور انہوں نے بھی جواب میں کہہ دیا کہ میں آجاؤں گا۔ بہرحال حضرت تشریف لائے اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔

کھانا کھانے کے بعد نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ ویسے ہی وجیہ تھا، خوبصورت تھا اور پُر نور چہرے والے تھے۔ چنانچہ جب مولانا بدر عالم نے شاہ صاحب کو دیکھا تو فرمایا: ''آپ بھی تو مولوی نظر آتے ہیں، آپ نماز کیوں نہیں پڑھا دیتے؟'' تو شاہ صاحب نے نماز پڑھائی۔

جب ان کے پیچھے نماز پڑھی تو سلام پھیرنے کے بعد مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کو پسینے آئے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت کی طبیعت دگرگوں ہے۔ چنانچہ میں نے پوچھا: حضرت خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے: حاجی صاحب! اگر محفل میں کوئی صاحب نسبت بندہ موجود ہو تو پہلے بتا دینا چاہئے تاکہ دوسرا بندہ بے ادبی کا مرتکب تو نہ ہو۔ آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں، اللہ اکبر! نماز میں ان کو باطن کی بصیرت سے پتہ چلا کہ امام بننے والا بندہ صاحب نسبت ہے۔ میں نے کہا: حضرت! مجھے تو نہیں پتہ، یہ تو چار سال سے میرے پاس آرہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تم پتہ کرو، یہ بندہ صاحبِ نسبت نظر آتا ہے۔

جب مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے تو پھر میں نے کھود کرید کرنا شروع کی تو مجھے پتہ چلا کہ ان کو تو کتنے سالوں سے نسبت حاصل ہے۔ شیخ نے ان کو اجازت و خلافت دی ہوئی ہے۔ مگر انہوں نے پتہ ہی نہیں چلنے دیا۔ (ج 24 ص 137)

## کفر کی ظلمت کیسے دور ہوتی ہے؟

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم تھا اس کا بھائی بیمار ہو گیا۔ اللہ کی شان کہ وہ سکرات موت کے قریب پہنچ گیا، علامات موت ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ حضرت کا خادم بھاگا ہوا آیا اور کہنے لگا: حضرت! میرے بھائی کا آخری وقت ہے، آپ

مہربانی فرما کر اس موقع پر کچھ توجہات ڈال دیں تا کہ اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے۔

خدام کی ایسی باتوں کو قبول کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے بیٹھ کر اس کے بھائی پر بہت دیر تک توجہ کی، مگر اس کے دل کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا۔ وقت کا مجدد الف ثانی، اتنی بڑی شخصیت، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پورا زور لگا دیا، مگر اس کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا کہ میرے مولا! معاملہ کیا ہے؟ پھر مجھ پر راز کھولا گیا کہ اس کی دوستی کفار کے ساتھ تھی اور اس دوستی کی وجہ سے اس کے دل پر ایسی ظلمت تھی جو توجہ کے ساتھ بھی کبھی زائل نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسی ظلمت یا تو توبہ سے دھل سکتی ہے یا پھر نار جہنم میں جا کر دھل سکتی ہے۔ (ج 24 ص 157)

## موت کے وقت عادی عمل کا اجرا

ایک صاحب نے طوطا پالا اور اس کو اللہ کا نام سکھایا۔ اب وہ طوطا اللہ اللہ کہتا، لوگ بڑے خوش ہوتے اور وہ دور دور سے اس کو دیکھنے کے لئے آتے۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ ایک دن اس نے طوطے کو پنجرے میں تو ڈالا مگر اس کا دروازہ بند کرنا بھول گیا۔ جب وہ ادھر ادھر ہوا تو پیچھے سے بلی صاحبہ تشریف لے آئیں۔ اس نے جب پنجرے کا دروازہ کھلا دیکھا تو اس نے طوطے کی گردن پکڑی اور بھاگ گئی۔

اس کو اس وقت پتہ چلا جب طوطے نے ٹیں ٹیں کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ وہ بھاگ کر اس کے پیچھے گیا مگر بلی لے کر بھاگ چکی تھی۔ اس کو طوطے کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا، چنانچہ کئی دنوں تک بڑا غمزدہ رہا۔

ایک دن وہ ایک اللہ والے سے ملا اور ان کو اس نے واقعہ سنایا۔ انہوں نے سمجھایا: بھئی! جو ہونا تھا وہ ہو گیا، اب کیا غمزدہ ہوتے ہو۔ یہ کہنے لگا: حضرت! چلو یہ تو کوئی بات نہیں، موت تو آنی تھی، اس کو بلی لے گئی تو کوئی بات نہیں لیکن یہ بات بڑی

عجیب ہے کہ میں نے اس طوطے کو ساری عمر اللہ اللہ کا لفظ سکھایا اور وہ اللہ اللہ ہی کہتا تھا لیکن جب بلی اس کو لے کر بھاگی تو وہ اللہ اللہ کے بجائے ٹیں ٹیں کرتا جا رہا تھا، حیرت تو مجھے اس بات پر ہے۔ اب ان بزرگوں نے اس کو سمجھایا، فرمانے لگے: دیکھو! اس طوطے کی زبان پر تو اللہ اللہ تھا مگر اس کے دل میں ٹیں ٹیں تھی۔ اور موت کے وقت وہی کچھ نکلتا ہے جو انسان کے دل میں ہوتا ہے۔

بھئی آج اگر ہم اپنے دل میں اللہ کو بسائیں گے تو موت کے وقت بے اختیار کلمہ زبان سے نکل آئے گا۔ (ج24 ص166)

## شیر کے انسان پر حملہ کرنے کی بنیادی وجہ

پچھلے دنوں ہم شیر کو دیکھ رہے تھے۔ وہاں ایک جرمن انگریز تھا۔ اس نے شیروں کے ساتھ آٹھ نو سال گزارے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں دکھانے کے لئے لے کر چلا۔ وہ جو گاڑی تھی اس پر جالی لگی ہوئی تھی۔ اس جرمن نے ہمیں بتایا کہ میں باہر نکلوں گا تو دیکھ لینا کہ شیر مجھے دیکھتے ہی میرے پاس آئے گا اور آکر جیسے کوئی ملتا ہے، ایسے رگڑے گا اس وقت مجھے مضبوط کھڑا ہونا ہے، مجھے گرنا نہیں ہے۔

چنانچہ جیسے ہی اس نے باہر قدم رکھا تو ویسا ہی ہوا۔ شیر دور سے آیا اور اس نے آکر اس کے ساتھ زور سے رگڑا۔ وہ بھی مضبوط کھڑا رہا۔ پھر اس نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر شیر اس کے سامنے نیچے گر گیا۔ جیسے دو دوست ہوتے ہیں۔ ایسے ہی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے رہے۔

ہم نے اس سے پوچھا: کیا یہ شیر تمہیں پہچانتا ہے؟ اس نے کہا: شیر کو شکل نظر نہیں آتی، اس کے لئے ایسے ہی ہوتا ہے کہ یہاں دو ٹانگوں والا کوئی اور جانور کھڑا ہے۔ پھر میں نے پوچھا: اگر یہ دو ٹانگوں والا جانور سمجھتا ہے تو پھر حملہ کیوں نہیں کرتا ہے؟ اس نے کہا: اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان کے اندر جب خوف آتا ہے تو اس کے جسم

سے ایک کیمیکل ''اینڈرالین'' نکلتی ہے اور وہ اس اینڈرالین کو سونگھتا ہے۔ اس کو سونگھنے کے بعد وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے اور یہ میرے اوپر حملہ کرنے والا ہے۔ اس لئے حفظِ ماتقدم (اپنا بچاؤ) کے طور پر وہ خود حملہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر انسان ڈرے نہیں تو شیر بھی اس کو کچھ نہیں کہے گا۔ تو اس نے کہا: میں ان سے ڈرتا نہیں ہوں۔ اسی لئے میں ان کے ساتھ کھیلتا ہوں، یہ مجھے گراتے ہیں اور میں ان کو گراتا ہوں۔ اور واقعی اس نے ایسا ہمیں کر کے دکھایا۔ (ج24 ص224)

## ایک سبق آموز واقعہ

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ وہ روز خواب میں جنت دیکھتا۔ اب جب کئی مرتبہ جنت دیکھی تو اس میں خود پسندی آگئی۔ آج تو لوگ اپنے بڑے عقیدت مند ہوتے ہیں، ایک خواب دیکھتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اپنے عقیدت مند بن جاتے ہیں۔ اب اس نے لوگوں میں بھی کہنا شروع کر دیا کہ میں تو جنت کی سیر کرتا ہوں، جنت کے مکان دیکھتا ہوں، یہ بات شیخ تک بھی پہنچ گئی جب ان کے پاس وہ مرید صاحب ملنے کے لئے آئے تو انہوں نے ان کو سمجھایا کہ بھئی! یہ جو آپ دیکھتے ہو یہ شیطان کا جال ہے وہ تمہیں خود پسندی کے راستے سے گرانا چاہتا ہے، ایسی باتیں لوگوں میں مت کیا کرو۔

اس نے شیخ کی بات تو سن لی مگر جب محفل سے اٹھا تو کہنے لگا: میرے شیخ بھی میرے ساتھ جیلس (حاسد) ہو گئے ہیں۔ میرا مقام اتنا بڑھ گیا ہے، شیخ کو اچھا نہیں لگتا۔ خیر! جب واپس آیا تو اگلی رات پھر اسی طرح خواب آیا مگر شیخ کی دعائیں اور توجہ تھی دوران خواب جب وہ بندہ جنت دیکھ رہا تھا اس کو خیال آیا کہ میرے شیخ نے کہا تھا کہ آئندہ خواب دیکھنا تو ذرا ''لاحول ولا قوۃ'' بھی پڑھ لینا۔

لاحول پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ شیطان بھاگ جاتا ہے۔ ایک دوست آئے کہنے لگے: میں آیا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے پھر میں واپس چلا گیا۔ ہم نے کہا: نماز پڑھ رہے تھے۔ لاحول تو نہیں پڑھ رہے تھے۔

اب کیا ہوا؟ جیسے ہی اس نے خواب میں لاحول پڑھا، کیا دیکھتا ہے؟ تمام مناظر اسی وقت ختم ہو گئے، چند ہڈیاں پڑی نظر آئیں، نجاست پڑی نظر آئی، آنکھ کھل گئی۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ میں تو جنت کے مناظر دیکھ رہا تھا ایک دم یہ کیا ہوا؟ اب اپنے شیخ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت! آپ نے کہا تھا لاحول پڑھنا۔ لاحول پڑھا تو یہ معاملہ ہوا، اب آگے سمجھائیں۔ انہوں نے بات سمجھائی کہ شیطان خواب میں تمہارے سامنے کسی خوبصورت باغ کو پیش کرتا تھا اور تمہارے دل میں یہ ڈال رہا تھا کہ تم جنت دیکھ رہے ہو۔ تم جنت نہیں دیکھ رہے تھے، تم تو کوئی اچھا سا منظر دیکھ رہے تھے، اور وہ تمہارے اندر خود پسندی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ "**واعجاب المرء بنفسه**".

یہ مہلکات میں سے ہے۔ انسان کو یہ برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

اب جنت کا منظر دیکھنا یا اس کو پہچاننا یہ کیسا جال ہے؟ ہر بندہ تو نہیں سمجھ سکتا۔ تو اس لئے شیطان کے جال عجیب طرح کے ہوتے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے۔ اس لئے پہلا اصول یہ ہے کہ اپنے اچھے حالات کھولیں یا نہ کھولیں، لیکن جو کوتاہیاں ہیں وہ ضرور بتا دیں، کہ یہ یہ بیماریاں ہیں، میں علاج چاہتا ہوں، اول تو شیخ سمجھا دیں گے کہ ان سے بچنا کیسے ہے؟ نہیں تو دعائیں دیں گے اور ان دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ بیماری سے بچنا آسان فرما دیں گے۔ (ج24 ص 241)

## فریضہ نماز میں کوتاہی

ہمارے ایک صاحب تھے کہنے لگے ہمارے ایک دادا جان ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے عمر ۸۵ برس ہوگئی ہے۔ آپ انکو کوئی نصیحت کر دیں، ہم نے کچھ نماز کے متعلق بات چیت شروع کی۔ آپ فارغ ہیں اللہ نے آپکو زندگی دی آپکے بچے بھی ہیں آپ نماز پڑھ لیا کریں تو وہ اپنے گھٹنے پکڑ کر کہنے لگے کہ اسکے اندر درد ہے بس اگر یہ ختم ہو جائے تو پھر میں نماز پڑھ لیا کرونگا۔ یعنی ۸۵ سال کی عمر میں ابھی اس انتظار میں ہیں کہ پہلے درد ختم ہو پھر میں نماز پڑھوں گا۔

یہ دنیا بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان جدائی ڈال دیتی ہے حتیٰ کہ نماز پڑھنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ (ج25 ص 77)

## لیٹ کر سونا کتنی بڑی نعمت ہے

جب انسان کھانا کھاتا ہے جو فوڈ کا پائپ ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک والو بنایا ہوا ہے وہ ون وے والو ہے یعنی جب غذا جاتی ہے تو اس کو جانے دیتا ہے اور اگر غذا باہر جاتی ہے تو اس کو روک لیتا ہے۔ چنانچہ ابھی ایک بندے نے خوراک کھائی اب اگر وہ الٹا ہوتا ہے تو اس کے منہ سے وہ غذا واپس نہیں آتی وہ والو اس کو روک لیتا ہے ہمیں احساس ہی نہیں کہ یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک تعلق والے دوست امریکہ میں رہتے تھے وہ ہمارے گھر ایک دفعہ مہمان آئے ہم نے ان کے لئے بستر بچھایا وہ کہنے لگے حضرت میں تو لیٹ کر سونے کی نعمت سے محروم ہوں۔ کہنے لگے حضرت جو خوراک کی نالی میں ایک والو ہوتا ہے وہ لیک ہو گیا ہے چنانچہ اگر میں لیٹ جاؤں تو میرے پیٹ کا جتنا بھی کھانا ہوتا ہے وہ منہ کے ذریعے باہر آجاتا ہے چنانچہ میں لیٹ نہیں سکتا۔ بلکہ پوری رات بیٹھ کے سوتا ہوں چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ساری رات وہ بندہ بیٹھ کر سویا اور ہم کو اس دن احساس ہوا کہ اے اللہ لیٹ کر سو جانا بھی آپ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ (ج 25 ص 168)

## پلک جھپکنا بھی نعمت ہے

ایک نوجوان کا ایکسیڈنٹ ہوا تو اس کی آنکھ کے اوپر جو کور cover تھا وہ کٹ گیا چنانچہ اس کی ایک آنکھ بالکل ننگی ہو گئی جیسے مچھلی کی آنکھ ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کو کہا کہ اب آپ کو یہ آنکھ تھوڑی دیر بعد دھونی پڑے گی اس نے کہا وہ کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ فضا کے اندر جو گرد ہوتی ہے اس کی چھوٹی سی تہہ اس کے اوپر جمے گی تو آپ کو اسے دھونا پڑے گا۔ چنانچہ اس نے دھونا شروع کر دیا۔ ہر ایک گھنٹے کے بعد اس کو دھونا چنانچہ ایک ماہ کے بعد مسلسل یہ عمل کرنے کی وجہ سے اس کے گال کا جو گوشت تھا وہ پانی لگنے کی وجہ سے درد کرنے لگ گیا۔ اس نے ڈاکٹروں سے

کہا کہ اس مصیبت سے کیسے میری جان چھوٹ سکتی ہے۔

ڈاکٹروں نے کہا دیکھیں اللہ رب العزت نے ہر انسان کی آنکھ کے نیچے جو پلکوں کا سسٹم ہے وہ آٹو میٹک بنایا ہے۔ اس سے جو آنکھوں کی سکرین ہوتی ہے۔ وہ صاف ہو جاتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ یہ ہماری آنکھوں کی ونڈ سکرین کا وائپر ہے اور وہ ہر وقت صاف ہوتی رہتی ہیں اور اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ پلک جھپکنا بھی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ جب ہم اتنے محتاج ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم ان نعمتوں کو اللہ سے مانگیں۔ اللہ سے ان نعمتوں کو مانگنا، اس عمل کو دعا کہتے ہیں۔ (ج25ص168)

## بچپن کا واقعہ

مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ ایک محلے کا دکاندار تھا اور میرے والد کے ساتھ اس کے تعلقات بہت اچھے تھے جب میں اس سے سودا لینے جاتا تو وہ جتنا دینا ہوتا وہ تول کر دیتا اور بعد میں کچھ اوپر زیادہ ڈال دیتا۔ مجھے یہ بات سمجھ نہ آئی۔ ایک دفعہ میں نے یہ بات اپنے والد صاحب کو بتائی تو والد صاحب نے کہا بچے جو وہ اوپر کچھ زیادہ ڈال کر دیتا ہے یہ اس کی محبت ہے یہ اپنی محبت کا حق ادا کرتا ہے۔ وہ بچپن کی بات آج یاد آتی ہے کہ اگر ایک بندہ جس کے ساتھ محبت کا تعلق ہے وہ اپنی شان سے زیادہ دے دیتا ہے اور اگر بندے کا اس اللہ سے بھی محبت کا تعلق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس کی توقعات سے بڑھ کر عطا کر دیتے ہیں۔ (ج25ص183)

## پھر مجھے اللہ کب دے گا؟

ایک بوڑھی عورت تھی۔ وہ بے چاری نادار تھی، معذور سی تھی۔ اسے روٹی ملتی نہیں تھی۔ وہ تڑپتی تھی اور گھروں سے جا کر مانگتی تھی۔ کبھی کسی کے پاس کچھ ہوتا تو وہ دے دیتا اور جس کے پاس نہ ہوتا، وہ کہتا: اچھا بی بی! اللہ دے گا۔ اللہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس بڑھیا کی وفات ہو گئی۔ کسی کو خواب میں ملی تو اس نے پوچھا: سنائیں آگے کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگی: میں

اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوئی فرشتوں نے مجھ سے پوچھا: کیا لائی ہو؟ میں رونے لگ گئی۔ میں نے کہا: میں تو ساری زندگی در در کی ٹھوکریں کھاتی رہی، جدھر ہاتھ پھیلاتی تھی، وہی کہتا تھا: اللہ دے گا، اللہ دے گا۔ اب میں اللہ کے حضور آئی ہوں، میں تو ساری عمر سنتی رہی کہ اللہ دے گا، اور تم پوچھتے ہو کہ کیا لے کر آئی ہو، تو مجھے اللہ کب دے گا؟ میری یہ بات اللہ کو ایسی پسند آئی کہ اسی بات پر اللہ نے میری مغفرت کردی۔ (ج 26 ص 54)

## حضرت غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھے، ان کا نام تھا غلام رسول۔ شجاع آباد ملتان کی طرف ایک بڑا شہر ہے، وہاں سے آگے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ پونٹا، اس کا نام ہے، دیہات میں انہوں نے مدرسہ بنایا تھا اور ان کا مدرسہ روڈ سے تیس کلومیٹر کے اندر تھا اور فصلوں کے اندر سے سر پر بستر رکھ کر جانا پڑتا تھا۔ نہ تانگہ نہ ریڑھی کچھ بھی نہیں ملتا تھا، چل ہی نہیں سکتے تھے۔ طلبا تیس کلومیٹر بستر سر پر رکھ کر جاتے تھے اور جمعرات کو کبھی آنا ہوتا تو تیس کلومیٹر پیدل چل کر واپس آتے تھے پھر سڑک ملتی تھی۔ اگلا سفر بعد میں اور اس دیہات میں جہاں ان کے پاس زندگی کی سہولیات بھی نہیں تھیں۔ تین سو طلبا پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

آپ اتنے بڑے نحوی تھے کہ خیر المدارس کا سالانہ جلسہ ہوا اور اس میں پورے پاکستان کے بڑے بڑے مشاہیر علماء تشریف لائے۔ مفتی اعظم پاکستان اور دوسرے حضرات، بڑے بڑے شیوخ الحدیث اور مفسر قرآن سب تشریف لائے۔ اس وقت حضرت مولانا خیر محمد جو حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے اور بہت بڑے عالم بھی تھے اور اس مدرسے کے بانی بھی تھے، انہوں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر حضرت غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور اعلان فرمایا: شمس النحات غلام رسول پونٹوی دامت برکاتہم تشریف لائیں۔ اب جس کو پورے ملک کے علماء کے سامنے شمس

النحات کہا جارہا ہو وہ کتنے بڑے عالم ہوں گے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عزتوں سے نوازا آخر آپ کو یہ علم کیسے ملا؟ (ان کی ایک کتاب شرح مائۃ عامل پونٹوی اکثر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے)

فرمایا: مجھے اپنے استاد کے ادب کی وجہ سے ملا۔ حضرت! استاد کا ادب تو سارے بچے کرتے ہیں، فرمایا: نہیں میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے جب بخاری شریف پڑھتا تھا تو حضرت نے اپنے کمرے سے دارالحدیث میں چل کر آنا ہوتا تھا تو میں استاد کی محبت میں رات کو طلبا سے چھپ کر اس راستے کو صاف کیا کرتا تھا۔ کہ میرے شیخ الحدیث ہیں میں نے ان سے علم حاصل کرنا ہے۔ اور فرمایا کہ ایک دن جھاڑو نہیں تھا تو میں نے اپنے عمامہ کو اتارا اور پگڑی سے اس راستے کو صاف کیا۔ اللہ کی شان کہ اسی رات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑکی سے جھانکا اور ان کی نظر پڑ گئی، انہوں نے بلالیا۔

غلام رسول! کیا کر رہے ہو؟ بات کھولنی پڑ گئی کہ حضرت! میں روز اس راستہ کو صاف کرتا ہوں۔ آپ تشریف لاتے ہیں، میں آپ سے علم حاصل کرتا ہوں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بہت خوشی ہوئی تو حضرت نے دعا دی۔ قبولیت کا لمحہ، ایک لمحے میں اللہ تعالیٰ وہ درجے طے کروا دیتا ہے جو انسان سالوں کی محنت سے حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ نے وہ مقام دیا کہ طلبا کو فرمایا کرتے تھے اگر پوری دنیا میں سے شرح جامی کو ضبط کر لیا جائے، ختم کر دیا جائے، کہیں نہ ملے اور کوئی طالب علم میرے پاس آ کر کہے کہ حضرت شرح جامی کی ضرورت ہے۔ فرماتے تھے کہ اپنی قوتِ یادداشت سے اس کتاب کو میں دوبارہ لکھوا سکتا ہوں۔ (ج 26 ص 70)

## حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد

ہمارے حضرت کے مدرسہ میں ایک استاد تھے جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ

سے کیا تھا۔ کوئی بیس سال انہوں نے مسلم شریف پڑھائی اور نیک بزرگ تھے، تہجد گزار تھے۔ حضرت کے بڑے مداح تھے، اللہ کی شان کہ دو سال حضرت کے دارالعلوم میں رہے مگر بیعت کیلئے جرأت نہ کی۔ بس یہی سمجھتے رہے کہ محبت تو مجھے ہے، حضرت سے میں درس بھی سنتا ہوں، بیان بھی سنتا ہوں، باتوں پر عمل بھی کرتا ہوں تو مقصود تو حاصل ہے۔ مگر وہ ایک تعلق جو جوڑا جاتا ہے اصلاح اور تربیت کا وہ نہ جوڑ پائے۔ حضرت کی وفات ہوگئی تو جس دن حضرت کی وفات ہوئی بس اس دن تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بہت دن تک گریہ وزاری کرتے رہے۔ اب وہ ادھر ادھر دیکھتے تھے کہ کس سے بیعت ہوں؟ اب تو مجھے حضرت جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ آپ مجھے بیعت کرلیں۔ اس عاجز نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ آپ حدیث پڑھانے والے، ہمارے حضرت کے خدمت کرنے والے، میں تو بچہ ہوں آپ کا۔ کہنے لگے: نہیں! طبیعت کی مناسبت آپ کے ساتھ ہے لہٰذا میں آپ سے یہ تعلق جوڑوں گا۔ خیر میں نے دو تین مرتبہ نہ کی تو ان کی آنکھوں سے آنسو آگئے، بات ماننی پڑی۔

وہ بسا اوقات عجیب باتیں سناتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ حضرت! میں آپ کو آنکھوں دیکھا واقعہ سناؤں! میں نے کہا کہ ضرور سنائیں۔ کہنے لگے کہ ہم دارالعلوم دیوبند میں تھے، حدیثِ پاک کا سبق ختم ہونے کا وقت قریب تھا، سعودی عرب سے کچھ علماء کا ایک گروپ آیا ایک جماعت آئی کہ جی ہم حکومت کی طرف سے آئیں ہیں، آپ لوگوں سے علمی نکتہ پر بحث مباحثہ کرنے کے لئے، ہمارے سوال کا جواب دیں۔

ناظم تعلیمات نے پوچھا کہ کیا سوال؟ کہنے لگے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "بِنَا عَلَى الْقُبُوْرِ" کی اجازت نہیں۔ یعنی قبر کے اوپر جو عمارت بنادیتے ہیں اس کی اجازت نہیں، کھلے آسمان کے نیچے ہونی چاہیے۔ اسی لئے ہمارے اکابر کے ہاں قبر کے اوپر مقبرہ نہیں بناتے اور اگر کہیں آپ دیکھیں گے بھی سہی تو اوپر سے چھت خالی رکھتے ہیں۔ وہ بیٹھنے والوں کے لئے بناتے ہیں، جو قریب آکے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔

تو کہنے لگے کہ ہم نے بقیع شریف سے اس طرح کے سارے قبے جو بنے ہوئے تھے، جو ترکوں نے بنائے تھے وہ سب ہٹا دیے۔ اب سوال اٹھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبدِ خضرا ہے۔ جب حدیث میں اجازت نہیں کہ قبر کے اوپر عمارت بنائی جائے تو پھر اس کو بھی کیوں نہ ہٹا دیا جائے؟ تو حکومت نے ہمیں کہا کہ نہیں تم مختلف ملکوں میں جاؤ اور وہاں کے علماء سے بات چیت کرو۔ اگر سب متفق ہوں گے تو قدم اٹھائیں گے ورنہ نہیں۔ اسی سلسلے میں ہم آپ کے پاس آئیں ہیں۔ ناظم صاحب نے کہا کہ ہمیں تین دن کا وقت دیں ہم اور علماء کو بھی مشورے کے لئے بلالیں۔ ناظم صاحب نے علماء کو اطلاع دی تو یہ بات تو جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ کہنے لگے: جس دن عصر کے بعد کا وقت متعین تھا، اس دن سے پہلی رات ہم نے دارالعلوم میں ایسی دیکھی کہ پہلے کبھی دیکھی نہیں تھی۔ تقریباً پانچ سو بڑے بڑے علما کا مجمع تھا، جید علمائے کرام جو استاذ الاساتذہ تھے ان کا مجمع تھا۔ کوئی آپس میں بیٹھ کر تکرار کر رہے ہیں، کوئی حدیث پاک پڑھ رہے ہیں، کوئی شروحات دیکھ رہے ہیں، کوئی نفل پڑھ رہے ہیں، کوئی اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں، ساری رات علما کی روتے تڑپتے گزر گئی کہ اس کا جواب ہم کیا دیں۔

عصر کی نماز پڑھی گئی تو پانچ سو علماء کا جو مجمع تھا سب بیٹھ گئے۔ تو جو عرب علماء آئے تھے، ان میں سے ایک کھڑے ہوئے اور انہوں نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ ہم آپ سے ایک علمی نکتہ پوچھنے کے لئے آئے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ بناء علی القبور جائز نہیں۔ اب آپ بتائیے کہ گنبد خضرا کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگے کہ اس نے یہ سوال پوچھا اور بیٹھ گئے اور آگے سناٹا، بالکل خاموشی، کوئی جواب دینے کے لئے اٹھ نہیں رہا تھا۔ کہتے ہیں ہم طلبا تھے ہم نے اردگرد دیکھا کہ اکثر علماء کی آنکھوں میں سے آنسو تھے۔ بہت بڑی ذمہ داری تھی، سسکیاں لے کر رو رہے تھے۔ اس وقت حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور جوابی خطبہ پڑھ کر فرمایا: الحمد للہ اللہ رب العزت نے

میرا شرح صدر فرما دیا۔ فرمانے لگے: یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کے رواۃ کے اوپر بھی کوئی جرح اور تعدیل کا مسئلہ نہیں، متن صحیح ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ضعف کہیں سے نہیں آتا کہ بالکل صحیح حدیث ہے، بنا علی القبور کی اجازت نہیں۔ عرب علماء وہاں کھڑے ہوگئے، کہنے لگے: جب آپ بھی کہتے ہیں کہ یہ بخاری شریف کی بالکل صحیح حدیث ہے کوئی ضعف نہیں تو پھر ہم جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔ فرمایا نہیں یہی تو اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کر دیا کہ حدیث پاک بھی صحیح ہے مگر آپ گنبد خضرا کو گرا بھی نہیں سکتے۔ وہ بڑے حیران، کہنے لگے کہ کیا مقصد ہے آپ کا؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر جواب میں فرمایا کہ دیکھو! حدیث پاک صحیح ہے لیکن گنبد خضرا کو آپ نہیں ہٹا سکتے کیونکہ یہ بنا علی القبور نہیں ہے۔ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا، بنا پہلے تھی قبر بعد میں بنی، قبر پر چھت نہیں بنائی گئی پہلے سے یہ چھت تھی، جب اس کے اندر قبر مبارکہ کو بنایا گیا تو اب کوئی کون ہوتا ہے اس چھت کو ہٹانے والا؟ ایسی ان کی تسلی ہوئی کہ وہ کہنے لگے کہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ حضرات واپس چلے گئے، آج بھی یہ گنبد خضرا اپنی جگہ پر کھڑا ہے، یہ علمائے دیوبند کی خدمات کی ایک نشانی نظر آتا ہے۔

تو ادب سے انسان کو علمِ نافع نصیب ہوتا ہے علم نافع سے انسان کو عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور عمل سے انسان کو حکمت نصیب ہوتی ہے۔ (ج 26 ص 73)

## بدعت کا بھیانک انجام

زمانہ جاہلیت میں ایک مرد اور عورت تھے۔ عورت کا نام نائیلہ اور مرد کا نام مسا تھا، دونوں کے ناجائز تعلقات تھے۔ دونوں کہیں طواف کرنے کے لئے آئے اور بیت اللہ شریف کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ اللہ رب العزت کا غضب ہوا اور دونوں پتھر کے بن گئے۔ اب اہل مکہ نے جب دیکھا تو ان کو بڑا غصہ آیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسرا بیت اللہ شریف کے اندر۔ اب انہوں نے مشورہ کیا کہ ان دونوں کو ایسی سزا دینی چاہیے جو اس سے پہلے کبھی نہ دی گئی ہو۔ مل

بیٹھے، مشورہ کیا۔ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا۔ ایک صاحب نے مشورہ دیا کہ دیکھو! حج کا عمل تو قیامت تک رہے گا، ہم ان میں سے ایک کو صفا پر رکھ دیتے ہیں ایک کو مروہ پر رکھ دیتے ہیں، جو حج کرنے کے لئے آئے، سعی کے لئے جائے تو جب صفا پر جائے تو اس کو جوتے مارے، مروہ پر جائے تو اس کو جوتے مارے، اس طرح قیامت تک ان کو ذلت ملتی رہے گی۔ اب دیکھیں! اپنے دماغوں میں انہوں نے بڑی اچھی بات سوچی لیکن اس چیز کو بھول گئے کہ شریعت کے ایک حکم میں ہم ایک چیز کا اضافہ کر رہے ہیں۔ یہ سعی کا حصہ تو نہیں تھا لیکن انہوں نے بنا لیا۔ نتیجہ کیا نکلا کہ پہلے ایک دو پشتیں تو یوں ہوا کہ لوگ آتے رہے، ادھر جوتا مارتے، ادھر جوتا مارتے۔ جس کے پاس جوتے نہیں ہوتے تھے وہ ادھر تھپڑ لگاتے ادھر تھپڑ لگاتے۔ جب ان کی اولادیں آئیں تو انہوں نے کہا: بھئی اصل تو ہے اس کو ہاتھ لگانا اور اس کو بھی ہاتھ لگانا۔ وہ صفا و مروہ پر چڑھنا اس وقت تک کامل نہ سمجھتے جب تک ان کو ہاتھ نہ لگا لیں۔ اس سے اگلی آنے والی نسل نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی بزرگ بندے ہیں اور برکت کے لئے ہاتھ لگاتے ہیں۔

اب وہ برکت کے لئے ادھر بھی ہاتھ لگاتے، ادھر بھی ہاتھ لگاتے۔ کچھ اور بھی ہوتے ہیں ضعیف الاعتقاد، انہوں نے اور زیادہ عقیدت کا مظاہرہ کیا اور انہیں چومنا بھی شروع کر دیا۔ صفا پر اس کو چومتے، مروہ پر اس کو چومتے۔ حتی کہ بعض وہاں پر دعائیں مانگتے۔ یہاں تک کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب تشریف لائے تو یہ مشرکین جب حج کرتے، صفاء پر جاتے تو اس کو سجدہ کرتے تھے اور مروہ پر جاتے تو اس کو سجدہ کرتے تھے۔ اب دیکھئے کہ بدعت شروع کہاں سے ہوئی اس کا انجام کتنا بھیانک نکلا!!!! (ج26 ص98)

## گناہ کو معمولی سمجھنا سخت غلطی ہے

بنی اسرائیل کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ تھے، اپنی بستی سے باہر نکلے تو پہاڑوں کو دیکھا جن پر سبزہ نہیں تھا۔ وہ پہاڑ ایسے تھے کہ کوئی سبزے کا نام و نشان نہیں تھا۔ تو دل میں خیال آیا کہ یا اللہ اگر یہاں سبزہ ہوتا، آبشاریں ہوتیں، بہاریں ہوتیں، کتنا اچھا

لگتا (جو بڑے ہوتے ہیں اور قریبی ہوتے ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی ان کی پکڑ ہو جاتی ہے) اب ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا، الہام دل میں ڈالا گیا کہ میرے بندے تو نے بندگی چھوڑ دی، اب تو میرا مشیر بن گیا ہے، مجھے مشورے دیتا ہے، میری تخلیق میں تجھے عیب نظر آیا؟ ان کو تب احساس ہوا کہ اوہو! مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ چنانچہ بڑے نادم اور شرمندہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے نفس کو سزا دینے کی نیت کر لی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے معافی کی واضح کیفیت معلوم نہیں ہو جائے گی، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ایسی پابندی اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے بندہ لگا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کسی بستی میں گئے، بستی والوں کی تقریب تھی، کھانے پکے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: کھانا کھا لیجئے۔ بزرگوں نے کہا: نہیں کھانا۔ پوچھا: کیوں نہیں کھانا۔ انہوں نے بتایا کہ مجھ سے یہ کوتاہی ہوگئی۔ کہنے لگے: یہ کونسی بات ہے؟ اس غلطی کی سزا ہم بھگت لیں گے آپ کھانا کھا لیجئے۔ جیسے ہی بستی والوں نے یہ کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام ڈالا کہ میرے پیارے! اس بستی سے فوراً نکل جائیے، میں اس بستی کو عذاب دینا چاہتا ہوں۔

کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کو ہلکا سمجھا کہ اس کی سزا ہم مل کر بانٹ لیں گے۔ اس بات پر بستی والوں کو سزا ملی، انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو جلال آیا، میرے عذاب کو کیوں چھوٹا سمجھا؟ تو یہ جو ہوتا ہے نا گناہ کو چھوٹا سمجھنا کہ جی بات ہی کوئی نہیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ جیسے کچھ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا۔ یہ تو گناہ کو معمولی سمجھنا ہے۔ اسی طرح اور کئی گناہ ہیں۔ کسی کی نظر قابو میں نہیں، کسی کی زبان قابو میں نہیں۔ سگریٹ پینے والے کو جب بتایا جائے کہ بھئی یہ چیز اچھی نہیں، تو آگے سے کہتا ہے۔ او جی! میں سگریٹ ہی پیتا ہوں، ہیروئن تو نہیں پیتا۔ اب وہ اس کو چھوٹی سی چیز سمجھ رہا ہے۔ یہ جو گناہ کو چھوٹا سمجھنا ہے اسی وجہ سے گناہ بڑا بن جایا کرتا ہے۔ (ج 26 ص 104)

# کسی کی نہ ماننے والے

ایک مرتبہ نیویارک میں اس عاجز نے بیان کیا تو وہاں پر ایک مقامی آدمی تھا، اس نے آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ کہنے لگا: جی میرا کوئی نام رکھ دیں۔ ہم نے کچھ انبیاء کرام کے نام، صحابہ کرام کے نام اس کو سنائے۔ مگر اس کا دل کہیں مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ اچانک وہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ جی آپ کا کوئی بیٹا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، الحمدللہ، بیٹا ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: حبیب اللہ، سیف اللہ۔ کہنے لگے کہ حبیب اللہ کے معنی کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ (اللہ کا دوست) تو جیسے ہی میں نے کہا نا ''فرینڈ آف اللہ'' تو کہنے لگا: ہاں یہ نام میں پسند کرتا ہوں۔ اس کے سینے میں ایمان کا نور تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کا نام حبیب اللہ رکھ دیا۔ اب میں نے اس کو ارکانِ اسلام کے بارے میں بتایا کہ بھئی یہ دین کی بنیادیں ہیں، یہ دین اسلام کے پلر (ستون) ہیں۔ پھر اس کو کہا کہ اب وقت زیادہ ہو چکا ہے آپ کل عشا کے وقت میرے پاس آنا تو میں آپ کو ضروریات دین کے بارے میں کچھ بنیادی چیزیں سمجھاؤں گا۔ طہارت، وضو، نماز اور جو بھی بنیادی چیزیں ہیں ہمارے دین کی ان کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔ چنانچہ اگلے دن وہ آ گیا۔ اب اس نے بغل میں کوئی چیز دبائی ہوئی تھی اور بیٹھا بات بھی سن رہا تھا۔ میں نے پوچھا: حبیب اللہ یہ کیا ہے؟ کہتا ہے: ''بخاری، بخاری''۔ پہلے تو میں نہ سمجھا، پھر اس نے مجھے دکھایا تو وہ ''بخاری شریف'' کا انگریزی ترجمہ تھا۔ میں نے پوچھا: حبیب اللہ! یہ تمہارے ہاتھ میں کس نے دے دی؟ تو کہنے لگا: کل جب مجلس برخاست ہوئی تو ہمارے ایک عرب بھائی اسی مسجد میں تھے، وہ میرے پاس آئے اور مجھے کہنے لگے کہ مبارک ہو آپ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ کسی کے پیچھے چلنے کی ضرورت نہیں، کسی کی ماننے کی ضرورت نہیں، یہ کتاب ہے، اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرتے رہنا تم دین کے اوپر چلنے

والے بن جاؤ گے۔اب اندازہ لگائیں کہ جو بندہ آج کلمہ پڑھ رہا ہے، اس کو دین کا کچھ پتہ نہیں، کیا وہ اس قابل ہے کہ وہ بخاری شریف کو پڑھ کے اس پر عمل کر سکے؟

وہ بخاری شریف جس کو پڑھانے کے لئے ہمارے مدارس میں پہلے سات سال لگواتے ہیں اور آٹھویں سال بخاری شریف پڑھاتے ہیں اور اس میں بھی کئی احادیث کو تطبیق دینا اور اس کے اشکالات کو دور کرنا، اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔اس کتاب کو ایک بالکل نابلد اور نو آموز شخص کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ اس پر چلنا اور عمل کرنا۔اب وہ گمراہ نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔(ج26ص110)

# گناہوں کی معافی

جو شخص صلح رحمی کرنے والا ہو تو اللہ رب العزت اس کے نیک عمل کی برکت سے اس کے کئے ہوئے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔تو صلہ رحمی بڑے بڑے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔فرمایا: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (هود:۱۱۴)

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں تو اگر یہ نیکیاں انسان کرے تو کتنے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔(ج26ص211)

# بدگمانی کا آپریشن

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک آدمی کسی سے غصے ہو کر کہہ رہا تھا کہ اس دنیا میں صرف میں ہی ٹھیک لگتا ہوں اور تو کوئی ٹھیک ہے ہی نہیں۔ یہ فقیر پاس بیٹھا ہوا تھا۔جب علیحدگی ہوئی تو پھر فقیر نے اس کی اچھی طرح کھال اتاری۔فقیر نے کہا کہ میں ذرا تمہیں تمہارا آئینہ تو دکھاؤں۔عموماً ایسا کرتے نہیں ہیں لیکن کبھی کبھی ایسی دوائی دینی پڑ جاتی ہے۔فقیر نے اسے علیحدگی میں کہا: آپ یہ کرتے ہو؟ کہنے لگا: ہاں، فقیر نے کہا یہ بھی کرتے ہو کہنے لگا ہاں۔فقیر نے جب گردان پڑھی تو پھر بس اس کے پسینے چھوٹ گئے اس نے فقیر کے پاؤں پکڑ لئے کہ حضرت معاف کر دو۔فقیر نے کہا کہ یہ تو

وسعتِ ظرفی سمجھو فقیر اس وقت چپ کر گیا اور تمہیں کچھ نہیں کہا، آپ ہر کسی کو اندھا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بدگمانی والے گناہ سے توبہ کی۔ (ج26ص236)

## دھوبی کے پاس میلا کپڑا ہی آتا ہے

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نوجوان آتا تھا جس پر مختلف الزامات تھے۔ لوگوں نے آ کر کہا کہ حضرت! آپ اس کو اپنے پاس آنے سے منع فرمادیں، بدنامی ہو رہی ہے۔ حضرت کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور فرمایا کہ دیکھو! میری مثال تو دھوبی کی سی ہے جو کپڑے کو دھوتا ہے اور دھوبی کے پاس تو گندے کپڑے ہی تو آیا کرتے ہیں، صاف ہوگا تو وہ دھوبی کے ہاتھ میں آئے گا ہی کیوں؟ بھئی اگر یہ سارے ہی اچھے ہوں تو پھر گھر میں بیٹھ کر آرام سے وقت گزاریں۔ یہ تو آتے ہی اس لئے ہیں کہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں دھلنے کی ضرورت ہے، کسی واشنگ مشین میں رہ کر اپنے دل کے داغ دور کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ گھروں کو چھوڑنا کوئی آسان کام ہے؟ بیوی بچوں کو چھوڑنا، اپنی مصروفیات کو ترک کرنا آج کہاں آسان ہے؟ ملک سے غیر ملک سے جب کوئی چل کر آتا ہے تو اس کے دل میں کوئی احساسِ ندامت ضرور ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اس پر نہ روئیں جس نے گناہ کیا، اپنے اوپر روئیں کہ میرا دل اتنا بدگمانی کرنے والا ہے ہی کیوں؟ (ج26ص237)

## اہلِ بصیرت کی باتیں

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور وہ ہندو تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے کشف القلوب حاصل ہے۔ کشف القلوب کا کیا مطلب؟ کہ دلوں میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ یہ کشف کی ایک قسم ہے اور اللہ والوں کو بھی اللہ تعالیٰ دے دیتے ہیں۔ اور اگر غیر مسلم بھی اگر ریاضت اور مجاہدہ کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو بھی یہ دے دیتے ہیں کہ چل دنیا میں تمہیں بھی تھوڑا منظر دکھادیں۔ اس ہندو کو

یہ حاصل تھا اور وہ کہنے لگا کہ مجھے کشف القلوب حاصل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میرا دل دیکھو! اس نے دل دیکھا، کہنے لگا کہ جی دل میں تو بالکل سیاہی ہی سیاہی نظر آرہی ہے۔ حضرت نے فرمایا: اچھا تمہیں یہ نعمت کیسے ملی؟ کہنے لگا کہ میں نے ہر کام اپنے نفس کے خلاف کیا جس وجہ سے مجھے یہ چیز مل گئی۔ حضرت نے تھوڑی دیر بعد بات بدلی اور فرمایا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ کہنے لگا کہ میرا جی نہیں چاہتا، حضرت نے پکڑا کہ اچھا کہ جب تم نے باقی کام جی (نفس) کے خلاف کیے تو یہ بھی جی کے خلاف کرو۔ اب وہ پکڑا گیا اصل میں توجہ پڑ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا، کلمہ پڑھنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب میرے دل میں ذرا جھانک کر دیکھو! تو کہنے لگا کہ حضرت ہر طرف نور ہی نور نظر آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھئی! میرا دل آئینے کی مانند تھا، جب تم نے پہلے دیکھا، چونکہ تم پہلے کافر تھے تمہیں اپنے دل کی سیاہی اس آئینے میں نظر آئی، اب کلمہ پڑھ لیا اور جھانک کر دیکھا تو تمہیں اپنے دل کا ایمان نور کی شکل میں نظر آیا۔ تو دوسروں کی شخصیت میں انسان کو اپنی تصویر نظر آرہی ہوتی ہے۔ (ج 26 ص 241)

## اللہ والوں کا ظرف

اللہ والے لوگ جو ہوتے ہیں وہ کسی پر بدگمان ہی نہیں ہوتے۔ عجیب بات ہے کہ کبائر کے مرتکب بھی ان کے سامنے آتے ہیں لیکن وہ ان سے بھی بدگمان نہیں ہوتے۔ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور اس لئے ان کی ہدایت کا سبب بن جاتے ہیں۔ اور اگر مشائخ ان عیبوں کو دیکھ کر دھتکارنے والے ہوتے تو پھر میں اور آپ جیسے ان اللہ والوں کے قدموں میں بیٹھنے کے قابل ہی نہ ہوتے، جاتے ہی جوتے پڑتے۔

ہم نے حضرت بابو جی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کئی دفعہ ان کی ایسی کیفیت ہوتی تھی کہ جو بندہ جاتا اسی کے عیب اس کے سامنے کھولتے تھے۔ اس سے توبہ کرو! اس سے توبہ کرو! حالت یہ تھی کہ ڈر کے مارے لوگ جاتے نہیں تھے۔ مگر ان کا ایک مقام

تھا۔ ایک دفعہ ڈی سی آ گیا۔ انہوں نے ڈی سی کو سب کے سامنے کہا: جھوٹ مت بولا کرو۔ وہ کہنے لگا: میں تو نہیں بولتا۔ آپ نے اس کی طرف ایسی شیر کی نگاہ دیکھی اور فرمایا کہ دیکھو! میں اپنے قلب کی آنکھ سے تمہارے قلب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے آنکھوں سے میں تمہارے چہرے کو دیکھتا ہوں۔ میرے سامنے جھوٹ بولتے ہو، مان گیا کہ جی ہاں جھوٹ بولتا ہوں۔ یہ تو اللہ والوں کا ظرف ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے دلوں میں کیا کیا باتیں کھل رہی ہوتی ہیں مگر پھر بھی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ (ج ۲۶ ص ۲۴۲)

# بدگمانی مہلک مرض ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کرنے کی وجہ سے پانچ مہینے تہجد کی نماز سے محروم رہا۔ کسی نے پوچھا کہ کونسا گناہ؟ فرمایا کہ ایک بندہ رورو کر دعائیں مانگ رہا تھا، میں نے اس کی طرف دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ ریاکاری کر رہا ہے۔ میرے دل میں فقط گمان گزرا کہ یہ ریاکاری کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر پکڑ کر لی کہ تم نے یہ سوچا ہی کیوں کہ یہ ریاکاری کر رہا ہے۔ مجھے پانچ مہینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رات کی مناجات سے محروم کر دیا کہ تم میرے ساتھ مناجات کرنے کے قابل ہی نہیں۔ تو بدگمانی ایسا مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بیماری سے محفوظ فرمائے آمین ثم آمین۔ (ج 26 ص 248)

# ایک سیکرٹری صاحب کو دھوکا

ایک مرتبہ ایک سیکرٹری صاحب تھے جو پنجاب کا بجٹ بناتے تھے۔ اس لیول کے سمجھدار آدمی جو پورے صوبے کا بجٹ بناتے تھے اور بہت قابل اور شریف النفس انسان تھے، بہت با اخلاق انسان تھے۔ ان کے ہاں جانا ہوا، پتہ چلا کہ نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پوتے سے نوازا، اس وقت ان کی ریٹائرمنٹ ہو چکی تھی۔ اب جب بندے کی ریٹائرمنٹ ہو جائے تو صاف ظاہر ہے وہ ساٹھ

پینسٹھ سے اوپر پہنچ چکے تھے۔ پوتے کو انہوں نے اٹھایا ہوا تھا، ان کے سامنے میں نے نماز کی بات کی تو سن کے کہنے لگے: حضرت! آپ نے بہت اچھی بات کہی، اور میں نے بھی نیت کی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا نیت کی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے یہ نیت کی ہے کہ اپنے اس پوتے کو حافظ بنانا ہے، جس دن اس نے پہلی مرتبہ نماز پڑھانی ہے، میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی پکی نیت کر لی ہے۔ اب اس کو دھوکا نہ کہیں تو کیا کہیں؟ اتنا لکھا پڑھا بندہ، اتنا تجربہ کار بندہ، یعنی ہزاروں میں ایسا تجربہ کار بندہ کوئی نہیں ہو گا جیسے وہ تھے مگر دھوکا لگا ہوا تھا۔ کیا ان کو یقین تھا کہ بچہ حافظ بن جائے گا؟ کیا ان کو یقین تھا کہ بچے کے بالغ ہونے تک وہ زندہ رہیں گے؟ اس لئے دنیا کو کہا گیا کہ یہ دھوکے کا گھر ہے۔ اور یہ دھوکا لگتا ہے، اکثر کو لگتا ہے۔ اس کی پہچان کیا کہ اللہ کے حکموں کو توڑتے ہیں، نبی علیہ السلام کی سنت سے رخ موڑتے ہیں، من مرضی کرتے ہیں۔ بعض دفعہ بالکل جانوروں کی طرح زندگی گزارتے ہیں، جیسے ہمیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ اسی لئے فرمایا:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. (العمران:۱۸۵)(ج26ص256)

## محل کے دو عیب

ایک بادشاہ نے محل بنوایا اور اعلان کیا کہ اس میں اگر کوئی عیب نکالے گا میں اس کو انعام دوں گا۔ کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا، ایسا بہترین اور خوبصورت محل تھا۔ ایک بزرگ نے دیکھا، کہنے لگے: میں بتاتا ہوں اس میں دو عیب ہیں۔ لوگ اس کو لے گئے بادشاہ کے پاس۔ بادشاہ نے کہا: تمہیں اس میں کون سے دو عیب نظر آتے ہیں؟ اس نے کہا: بادشاہ سلامت! دو عیب یہ ہیں، ایک تو یہ محل ہمیشہ نہیں رہے گا اور دوسرا آپ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ (ج26ص260)

## عذر گناہ بدتر از گناہ

ایک رشوت لینے والے سے کسی نے پوچھا: جی آپ رشوت کیوں لیتے ہیں؟ تو کہتے ہیں: مولوی صاحب! ہم نے تو دو روٹی کھانی ہے، بس اتنا ہے کہ اولاد اچھا پڑھ جائے اور اچھا کھا جائے۔ دیکھیں کہ اولاد کی خاطر اپنے لئے جہنم کمائی، اسی لئے اولاد کو فتنہ کہا گیا۔
اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ. (التغابن:۱۵) یہ تمہارے لئے آزمائش ہے۔
تو اگر اللہ رب العزت یہ نعمت کسی کو دیں تو چاہئے کہ اس نعمت کو اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرے، آخرت کے لئے اس کو خرچ کرے۔ (ج26 ص263)

## تعجب کی پہلی بات

تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا پتہ ہو اور پھر بھی وہ گناہ کرے۔
جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔
اِشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّھَا فَقَالَتْ رَبِّ اَکَلَ بَعْضُ بَعْضًا. (سنن الترمذی:۲۵۱۷)
جہنم کی آگ نے اللہ کے سامنے یہ شکایت کی کہ یا اللہ! میرے بعض حصے اتنے گرم ہیں کہ وہ میرے بعض دوسرے حصوں کو کھا گئے۔ اتنی گرم آگ! اس آگ کے اندر انسان کو بھی جلایا جائے گا۔ (ج۲۶ ص۲۶۵)

## تعجب کی دوسری بات

فرمایا: تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھتا ہے اس کے باوجود اسی کی اطاعت کرتا ہے۔ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ شیطان دشمن ہے اور اللہ رب العزت نے بھی بتلا دیا:
اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا. شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی بنا کے رکھو
ہم کہتے تو ہیں کہ شیطان ہمارا دشمن ہے لیکن باتیں بھی اسی کی مانتے ہیں اور یہ شیطان ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ دیکھیں! ذرا دو باتوں پر غور کرو! اگر کوئی شخص ہو

جو کسی کے ماں باپ کے جسم سے کپڑے اتروا دے تو کتنا اس کے اوپر غیرت کے ساتھ غصہ آئے گا کہ ایسا دشمن ہے کہ ہمارے ماں باپ کے جسم سے کپڑے اتروا دیے۔ اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ جی ان کے کپڑے اتروا کر گھر سے بھی نکلوا دیا تو پھر غصہ اور بڑھ جائے گا کہ اس نے ماں باپ کو گھر سے نکلوا دیا۔ شیطان ہمارا وہ دشمن ہے، جس نے ہمارے ماں باپ آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کے جسم سے جنت کی پوشاک بھی اتروائی اور ان کو جنت سے نکلوا کر بالآخر دنیا میں پہنچا دیا۔ اس نے قسمیں کھا کر دھوکا دیا تھا۔ وَقَاسَمَهُمَا قرآن گواہی دے رہا ہے، جھوٹی قسمیں کھائی تھیں۔ جس نے قسمیں کھا کے ہمارے ماں باپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو وہ ہمارا کتنا بڑا دشمن ہے۔ اور وہ ہمارا بھی، اچھا نہیں چاہتا، ہمیں بھی جہنم میں دھکا دینے کے لئے ہر وقت کوشش کر رہا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ شیطان ہمارا وہ دشمن ہے جو کبھی رشوت قبول نہیں کیا کرتا، ایسا بد بخت دشمن ہے جو خوشامد بھی قبول نہیں کرتا۔ یہ نہیں کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھ کے خوشامد کرلیں اور یہ کہے کہ اچھا جی میں آپ کو نہیں بہکاؤں گا۔ یا آپ رشوت دے دیں کہ بھئی رشوت لے لو میری جان چھوڑو! نہیں۔ جب یہ ایسا دشمن ہے تو پھر ہمیں چاہئے کہ شیطان کی بات ماننے کی بجائے ہم رحمان کے بندے بن کر زندگی گزاریں۔ تو ہم اپنی محفلوں میں شیطان کو برا کہتے ہیں، اپنی جلوتوں میں شیطان کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں اسی شیطان کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ. اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (یٰس: ۶۰)

اے بنی آدم! کیا ہم نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی نہیں کرو گے، عبادت نہیں کرو گے۔ وہ تمہارا ظاہر باہر کا پکا دشمن ہے۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ. هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یٰس: ۶۱)

ایک میری عبادت کرو یہ ہے سیدھا راستہ۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا. اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (یٰس :۶۲)

تم میں سے ایک بڑی جماعت کوشیطان نے بہکا دیا تمہارے اندر عقل کی رتی نہیں۔

تو ہم اللہ کی پناہ مانگیں کہ اللہ اس شیطان مردود سے ہمیں محفوظ فرمادے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ اپنے بڑھاپے میں دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے چوری اور زنا سے بچالیجئے! کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے بوڑھے ہیں اور اس بڑھاپے میں بھی آپ یہ دعا مانگتے ہیں کہ اللہ مجھے چوری اور زنا سے بچالے تو انہوں نے فرمایا:

كَيْفَ اٰمَنُ عَلٰى نَفْسِىْ وَالشَّيْطَانُ حَىٌّ.

جب شیطان زندہ ہے تو میں اپنے نفس پر کیسے مطمئن ہوسکتا ہوں۔

تو جب تک شیطان زندہ ہے ہمیں اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اللہ کی نیک بندی تھی، تہجد میں اٹھ کے دعا مانگتی تھی۔ تو ایک دعا تو یہ مانگتی تھی:

اللہ! دن چلا گیا، رات آگئی، سب بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیے، تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ میں تیرے سامنے اپنا دامن پھیلاتی ہوں۔

اور اس کے بعد یہ دعا مانگتی تھی کہ اے اللہ! جس طرح آپ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک دیا ہے، شیطان کو مجھ پر مسلط ہونے سے روک دے۔

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھیں اور اللہ سے یہ دعا مانگیں اے اللہ!! شیطان کو ہم پر مسلط ہونے سے روک دیجئے! ہمیں بچالیجئے! اللہ کی مدد کے بغیر ہم گناہ سے نہیں بچ سکتے۔ اے اللہ! شیطان ہمیں دیکھتا ہے ہم تو اسے نہیں دیکھ سکتے ، ہم اس سے غافل ہو جاتے ہیں، شیطان چوبیس گھنٹے ہمارے پیچھے لگا ہوتا ہے۔ اے اللہ!! یہ ایمان کا ڈاکو ہے اس سے ہمیں بچالیجئے! ویسے بھی دنیا کا ایک دستور ہے کہ کوئی قافلہ لٹ گیا ہو یا کسی کا مال لٹ گیا ہو تو اس پر سب کو ترس آتا ہے۔ اے اللہ! ہم لٹے ہوئے قافلے کی مانند ہیں، اس شیطان بدبخت نے ہماری کی ہوئی نیکیوں کو ضائع

کروادیا۔ کبھی ریا کے ذریعے، کبھی حسد کے ذریعے، کبھی کسی طریقہ سے ہمارے کئے ہوئے عمل ضائع کروائے۔ ہم لٹے پٹے لوگ ہیں، مولا! دنیا کے لوگ بھی لٹے ہوؤں پر ترس کھا لیتے ہیں تو بھی ترس فرما لے اور اس مردود سے اللہ ہمیں محفوظ فرما لے۔

اور آخری وقت میں تو یہ شیطان پورا ضرور لگا دیتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جب آخری وقت ہوا تو زبان سے نکلا: لا، پھر کہا: لا چند مرتبہ لا کا لفظ کہا پھر خاموش ہو گئے۔ شاگرد حیران! امام المحدثین ہیں، وقت کے فقیہ ہیں، ایسی شخصیت، مسئلہ خلق قرآن میں پہاڑ کی طرح استقامت کا مظاہرہ کیا مگر آخری وقت میں لا کا لفظ کیوں زبان سے نکل رہا ہے۔ اللہ نے کیا طبیعت سنبھل گئی، تو کسی شاگرد نے پوچھا: حضرت! یہ لفظ کیسے زبان سے نکل رہا تھا؟ فرمایا: شیطان اس وقت میرے سامنے آیا اور مجھے کہنے لگا: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو ایمان بچا کے اس دنیا سے چلا گیا اور میں اس بدبخت کو کہہ رہا تھا لا (نہیں)۔ جب تک میرا آخری سانس نہیں نکل جاتا، بدبخت میں تیرے حملے سے نہیں بچ سکتا۔ اس طرح ہمارے اکابر شیطان کے حملوں سے بچتے تھے۔ (ج۲۶ص۲۶۸)

# تعجب کی تیسری بات

تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ رب العزت کی ذات کو جانتا ہے پھر کسی اور کی یاد سے اپنا دل بہلاتا ہے۔

آج دلوں کو دیکھو تو مخلوق کی یادیں بھری پڑی ہیں، ایک دوسرے کو پیغام بھیجتے ہیں: میں آپ کو بہت مس کرتا ہوں۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ کو بھی مس کرتے ہیں؟ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے بھی اداس ہوتے ہیں؟ جو اللہ کی عظمت کو جانتا ہے جس کو اللہ کی یاد کا لطف اور مزہ نصیب ہو گیا، اس کو اللہ کی یاد کے سوا چین اور اطمینان نہیں آتا، وہ کہتا ہے:

اللہ! تیری یادوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

اے اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ، رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔ ہماری بھی زندگی ایسی بن جائے

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں، غم سے تیرے، دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زبان اے میرے اللہ
لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ ،لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ
نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

(ج ۲۶ ص ۱۷۱)

## سات مہینے میں حفظ

ہمارے بچیوں کے جامعہ میں داخلہ لینے کے لئے ایک لڑکی آئی اور وہ ڈبل ایم اے تھی۔ ایم اے جغرافیہ اور ایم اے کیلیگرافی، ڈبل ایم اے کیا ہوا تھا۔ کہنے لگی کہ حافظہ بننا ہے تو جو منتظمہ تھی انہوں نے ان سے کہا: حفظ کی بچیاں تو چھوٹی عمر کی ہوتی ہیں۔ آپ اکیلی بڑی عمر کی بچی عجیب محسوس کروگی تو بہتر یہ ہے کہ آپ بخاری شریف پڑھنے والی جو عالمات فاضلات کی کلاس ہے، اس میں داخلہ لیں۔ وہ کہنے لگی کہ جب میں بعد میں داخلہ لے لوں گی۔ دل میں حفظ کا بہت شوق ہے میں پہلے حافظہ بننا چاہتی ہوں۔ اس کے شوق کو دیکھ کر انہوں نے داخلہ دے دیا۔ سات مہینے کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ جو ایک بچی آئی تھی، ڈبل ایم اے، آج سات مہینے گزرے اور اس نے قرآن مجید کو مکمل حفظ کرلیا ہے۔ اللہ کی شان سات مہینے سے بھی کم میں واقعات موجود ہیں۔ بعضوں نے چار مہینے میں کرلیا، بعضوں نے تین مہینے میں بھی کرلیا۔ (ج 27 ص 76)

# تین دنوں میں حفظ

مفتی تقی عثمانی صاحب کی ایک کتاب ہے ''تراشے''۔اس میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ چند بڑے بڑے علما بیٹھے ہوئے تھے۔تذکرہ چھڑ گیا کہ فلاں عالم بھی ہے حافظ بھی ہے، فلاں فقط عالم ہے،توان میں سے ایک آدمی تھااس کا نام تھاہشام کلبی۔اس کے بارے میں کہا کہ یہ عالم تو بہت بھاری ہے مگر حافظ نہیں ہے۔تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ اچھا مجھے مکمل حافظ ہونا چاہئے۔وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے حفظ کا ارادہ کرلیا اور تیسرے دن میں پورے قرآن مجید کا حافظ بن چکا تھا۔ایسی بھی مثالیں موجود ہیں۔(ج 27ص 78)

# حصول علم کا شوق

ہمارے اپنے تعلق والے ایک صاحب ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ جب قرآن مجید مکمل کیا تو مجھے حکم دیا کہ جی آپ نے دستار بندی کے لئے آنا ہے۔حاضر ہو گیا۔ اللہ کی شان کہ جب ان کی دستار بندی کا وقت آیا تو میں نے ان کی طرف دیکھا۔ان کے سر کے بال بھی سفید تھے،داڑھی کے بھی سفید تھے،مونچھوں کے بال بھی سفید تھے اور بھنوؤں اور پلکوں کے بال اور یہ جو کلائیوں پر بازو بال ہوتے ہیں یہ بھی سفید تھے۔ان کے پورے جسم پر کوئی کالا بال نظر نہ آتا تھا۔شاید نوے کے قریب ان کی عمر تھی،اس عمر میں اللہ نے اس کو قرآن کا حافظ بنا دیا۔تو پانچ سال کی مثالیں بھی موجود اور نوے سال کی مثالیں بھی موجود ''اللہ اکبر کبیرا''۔(ج 27ص 80)

# ضبطِ حفظ کی عجیب وغریب مثالیں

بعض لوگوں کے اندر ایسی بات ہوتی ہے کہ واقعی قرآن مجید کو انہوں نے صحیح معنوں میں ضبط کیا ہوتا ہے۔چنانچہ ہم ایک مرتبہ رمضان مبارک میں مری گئے تو وہاں پر ایک جگہ ایک قرأت کانفرنس ہوتی ہے۔وہاں ہمیں بتایا گیا کہ یہاں ایک ایسا مصلّی ہے،

چھتیس سال سے وہاں تراویح پڑھائی جارہی ہیں، چھتیس سال میں ایک مرتبہ بھی امام کو وہاں لقمہ دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حافظ ہی ایسے کھڑے کئے جاتے ہیں کہ جن حفاظ کو پیچھے سے لقمہ دینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، ایسا قرآن مجید یاد ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، ایک شاگرد آیا انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ بھئی تمہیں قرآن مجید یاد ہے یا نہیں؟ وہ کہنے لگا: حضرت! یاد تو بہت اچھا ہے البتہ جہاں وقف آتا ہے وہاں آخری لفظ پر کہیں کہیں متشابہ لگ جاتا ہے۔ جیسے **بما تعملون خبیر** ہے یا **بصیر**۔ یا کہیں **تعملون** ہے یا **یعملون** آخری لفظ کے اوپر مجھے متشابہ لگ جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: اچھا! میں تمہیں سناؤں کہ ہر آیت کا آخری لفظ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ سنائیں۔ تو حضرت نے فقط آخری لفظ پڑھنا شروع کردیا مثلاً **العالمین**...... **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرحیم** ...... **الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** ایک ایک حرف پڑھتے پڑھتے **الم** سے شروع کر کے **والناس** تک پورا قرآن شریف ختم کردیا۔ ایسے لگتا ہے جیسے سکرین پر ان کے سامنے قرآن پاک لکھا ہوا ہے وہ آنکھوں سے دیکھ کے پڑھتے جا رہے ہیں۔ ایسے بھی قرآن مجید کے حافظ موجود ہیں۔

چنانچہ ہمارے ایک تعلق والے دوست ہیں، عالم ہیں، ان کی والدہ ہمارے ساتھ حج میں تھیں۔ وہ قرآن مجید کی عاشقہ ہیں، بوڑھی عورت ہیں، مگر اللہ نے ان کے دل میں قرآن مجید کی عجیب محبت بھری ہے۔ اتنی پکی حافظہ ہیں کہ ان کو حیرانی ہوتی ہے کہ لوگ قرآن مجید بھولتے کیسے ہیں؟ وہ اس پر ایک مرتبہ حیران ہو رہی تھیں۔ کہنے لگیں کہ اچھا! قرآن مجید بھولتے ہیں؟ یہ ان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ قرآن مجید میں بھول کیسے ہو جاتی ہے؟ اتنی قرآن مجید کی اتنی پکی حافظہ ہیں۔

ہمیں ایک مرتبہ ایک صاحب سے ملنے کا موقع ملا، ایک تقریب تھی، نکاح تھا، اس میں اکٹھے ہوئے تو کسی نے کہا کہ جی یہ قاری صاحب ہیں، قرآن مجید کے کمپیوٹر ہیں۔ مجھے عجیب سی بات لگی کہ پتہ نہیں کہ لوگوں کے دماغوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہر بات

میں کمپیوٹر کا لفظ ضرور گھسا دیتے ہیں، یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ پکے حافظ ہیں، بڑے قاری ہیں، یہ کیا جی قرآن مجید کے کمپیوٹر ہیں۔ خیر جب محفل ختم ہوئی تو ان کے قریب محفل کے پندرہ بیس حفاظ اکٹھے ہو گئے۔ ہمارا بھی پہلا موقعہ تھا ان کے ساتھ، چنانچہ ہم بھی قریب آ گئے اور پھر ہم نے واقع ہی محسوس کیا کہ وہ قرآن مجید کے کمپیوٹر تھے۔ وہ کیسے؟ حفاظ جب عام طور پر ایک دوسرے سے کچھ پوچھنا ہوتا ہے تو یہ پوچھتے ہیں اچھا بھئی فکیف اس لفظ سے آگے آیت پڑھو! اب کیف تو کتنی جگہوں پر آ گیا۔ فتکون سے آگے پڑھو! تو پھر آیت آگے پڑھنی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ ایک دوسرے کا ٹیسٹ لیتے ہیں۔ تو یہ تو آسان ٹیسٹ ہے، اکثر لوگ لے لیتے ہیں۔ فتکون سے مختلف آیتیں پڑھ لیتے ہیں مگر وہاں تو معاملہ کچھ اور تھا۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ اچھا جی فتکون کا لفظ کہاں ہے؟ انہوں نے آیت نہیں پڑھی۔ قاری صاحب نے فتکون کا لفظ سنتے ہی کہنے لگے: فلاں پارے فلاں سورۃ کی فلاں نمبر آیت کے اندر ہے، پھر فلاں پارے فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے اندر ہے، وہ آیتوں کے نمبر بھی بتا رہے تھے۔ اچھا چند لوگوں کے پاس قرآن پاک تھے، وہ اس کو دیکھ کر تصدیق کر رہے تھے کہ واقعی جو آیات کا نمبر وہ بتا رہے تھے اسی آیت میں وہ لفظ موجود ہوتا تھا میں نے کہا یا اللہ قرآن مجید کے حافظ تو بڑے بندے دیکھے تھے ایسا بندہ تو نہیں دیکھا کہ جس کو آیتوں کے نمبر تک بھی یاد تھے تو پڑھنے والے عاشقوں نے قرآن مجید کو ایسے بھی یاد کیا۔ (ج27ص82)

## قرآن کا فیض نسل در نسل

لاہور کی بات ہے، ایک عالم تھے، انہوں نے ناشتے میں بلایا۔ کہنے لگے کہ حضرت! میرے والد قرآن مجید کے عاشق تھے۔ ہم نے کہا: بھئی! ہمیں بھی کچھ واقعات سناؤ! کہنے لگے کہ جی ایک مرتبہ کسی نے انہیں بتایا کہ اگر آپ دو سال روزانہ

ایک قرآن مجید پڑھتے رہیں تو قرآن مجید کا فیض آپ کی آنے والی Generation (نسل) کے اندر جاری ہو جائے گا۔ کہنے لگے کہ میرے والد صاحب نے پڑھنا شروع کر دیا، روز ایک قرآن مجید مکمل پڑھ لیتے، سردی بھی، گرمی بھی، صحت بھی، بیماری بھی، خوشی بھی، غمی بھی، دیس بھی، پردیس بھی، کتنے مختلف حالات ہوتے ہیں مگر انہوں نے پورے دو سال روزانہ ایک قرآن مجید مکمل کیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں قرآن مجید اس طرح جاری کیا کہ آج میرے والد کے جتنے بیٹے اور جتنی بیٹیاں اور ان کے آگے جتنے بیٹے جتنی بیٹیاں سات سال سے اوپر کی عمر کے ہیں سب کے سب قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ میرے والد کی نسل سے کوئی بچہ بچی ایسی نہیں جو سات سال سے اوپر ہو اور وہ قرآن مجید کا حافظ نہ ہو۔ (ج27 ص85)

## ایک سوال کا امتحان

ایک مرتبہ ہم سرحد کی طرف گئے تو وہاں ایک مدرسہ ہے جس میں گردان حفظ کو پکا کرنے والی بہت اچھی کرواتے ہیں۔ ہمارے اپنے تعلق والے ہیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ بتائیں آپ کا طریقہ کار کیا ہے؟ انہوں نے تفصیل بتائی کہ ہم بچوں کو اس وقت سلاتے ہیں، اس وقت جگاتے ہیں، یہ کھلاتے ہیں، یہ سمجھاتے ہیں، ساری انہوں نے ترتیب بتائی۔ جب میں نے سب سن لیا تو میں نے کہا جی آپ پھر ان کا امتحان کیسے لیتے ہیں؟ کہنے لگے: بس ایک سوال پوچھتے ہیں۔ میں حیران ہوا کہ قرآن مجید کا حافظ بن کے امتحان دینا ہے۔ اور ایک ہی سوال پوچھتے ہیں میں نے کہا کہ کیا سوال پوچھتے ہیں؟ کہنے لگے کہ جی چار پانچ حفاظ اس کے گرد بیٹھ جاتے ہیں ہر ایک کے پاس قلم اور کاغذ ہوتا ہے اور ہر ایک نے الگ الگ اس کی غلطی کو نوٹ کرنا ہوتا ہے۔ الفاظ کی غلطی کہاں؟ حروف کی ادائیگی کی غلطی کہاں؟ یہاں غنہ نہیں کیا، یہاں مد ٹھیک نہیں کھینچی، فلاں نہیں کیا، صفات کا بھی خیال رکھتے ہیں، تجوید کا بھی اور ہر ایک اپنا اپنا لکھتا رہتا

ہے۔ چار پانچ ممتحن اس کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس سے صرف ایک سوال پوچھتے ہیں، کون سا سوال پوچھتے ہیں؟ کہنے لگے کہ جی وہ پانچ حافظ ایک وقت میں بیٹھ کر اس بچے کو کہتے ہیں کہ بچہ ہمیں پورا قرآن سنا دو اس بچے کو " الم " سے لے کر " والناس " تک پورا قرآن پانچ استادوں کے سامنے پڑھنا ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے ایک بچے کو پیش کیا کہنے لگے: اس بچے نے دو دن پہلے امتحان دیا، جب ہم نے اسے کہا کہ بچہ قرآن سنا دو! تو اس نے الحمدللہ سے پڑھنا شروع کیا۔ ایسے اس نے پڑھا جیسے پانی پر کوئی چیز تیرتی جاتی ہے۔ سناتے ہوئے نہ کہیں اٹکا نہ بھولا، نہ کہیں متشابہ لگا، نہ کہیں لوٹایا۔ اس نے اس طرح **الحمد** سے **والناس** تک پورا قرآن پاک سنا دیا۔ تو آٹھ گھنٹے کے اندر آج ایک بچہ اللہ کے قرآن کو بیٹھ کر سنا دیتا ہے۔ جس طرح مردوں نے اسے اپنے سینوں میں محفوظ کیا، عورتوں نے بھی اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا، یہ کون تھے؟ یہ قرآن مجید کی سافٹ کاپیز تھیں اور اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ (ج 27 ص 85)

## دہریوں کے ملک میں حفاظتِ قرآن

ہمارے ایک دوست تھے غالباً 1973ء کی بات ہے۔ اس زمانے میں ایک ایسا وقت آ گیا تھا کہ جب سوشلزم، دہریت، کیمونزم والے بڑے ایکٹو ہو گئے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ ایشیا سرخ ہے، کوئی کہتا تھا کہ ایشیا سبز ہے، وہ عجیب سا سلسلہ تھا۔ اس زمانے میں ہم یونیورسٹی میں تھے، ہمارے ایک دوست سٹیل مل کراچی کے اندر جاب کر رہے تھے۔ مل والوں نے ان کو رشیا بھیجا ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا میں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے مسجد دکھاؤ، میں مسجد میں جا کر نماز پڑھوں۔ لوگوں نے کہا کہ جی یہاں باقی مسجدیں تو بند ہیں بس ایک دو مسجدیں ٹورسٹ (سیاحوں) کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ آپ یہیں اپنی جگہ پر پڑھ لیں۔ میں نے کہا نہیں میرا دل کافی اداس ہے میں مسجد کے لئے جاتا ہوں مسجد میں۔ میں گیا، وہاں مسجد کا خادم ملا، میں نے کہا کہ مسجد کھولو! اس نے کہا: کہ جی کھول تو میں دیتا ہوں اگر

آپ کو پولیس پکڑ کر لے گئی تو ذمہ دار میں نہیں ہوں گا۔ میں نے کہا: کہ مجھے پرواہ نہیں ہے۔ میں اپنے ملک میں بھی مسلمان تھا، یہاں بھی مسلمان ہوں، میں اگر اپنی نماز ادا کروں گا تو کون مجھے پکڑ سکتا ہے؟ میں مہمان ہوں، بھاگ کے تو نہیں آیا۔ کہنے لگے: کہ میں نے اذان دی، نماز پڑھی۔ قریب کے گھروں کے جو بچے تھے انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں کو جا کے بتا دیا، جب میں نماز پڑھ کے نکلنے لگا تو قریب کے چند مرد وعورتیں تھیں، وہ آئے، انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ ہمارے پاس چائے کی دعوت قبول فرمائیں۔ میرے پاس بھی وقت تھا، میں نے کہا: بہت اچھا۔ کہنے لگے کہ میں ان کے گھر چلا گیا تو انہوں نے کنڈی لگالی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب باہر کا بندہ کوئی نہیں تو وہ بڑے مطمئن ہو گئے کہ چلو سب اپنے ہیں، اب کوئی انٹیلی جنس والا نہیں جو شکایت لگا کر مصیبت کھڑی کرے گا۔ کہنے لگے کہ انہوں نے کھانا کھلایا، چائے پلائی، پھر پاکستان کے بارے میں، مسلمانوں کے بارے میں باتیں پوچھنے بیٹھ گئے۔ اب صورت حال ایسی تھی کہ جہاں میں بیٹھا تھا میرے آگے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، ان کے پیچھے مرد تھے اور مردوں کے پیچھے گھروں کی عورتیں بھی تھیں۔ قدرتاً میرے دل میں خیال آیا میں نے آگے بیٹھے بچے سے پوچھا کہ بچے تم قرآن پاک پڑھنا جانتے ہو؟ اس نے سر ہلایا کہ ہاں میں جانتا ہوں، میں نے اپنی جیب سے چھوٹا قرآن مجید نکالا اور اس کے سامنے یوں کر کے کہا کہ اچھا یہاں سے پڑھو! اب وہ بچہ کبھی قرآن مجید کو دیکھتا ہے کبھی مجھے دیکھتا ہے، میں نے کہا: کہ پڑھو نا:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحریم:۶)

جیسے ہی میں نے دو لفظ پڑھے تو بچے نے پڑھنا شروع کر دیا اور پڑھتا ہی جا رہا تھا۔ مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کہ پہلے پڑھتا ہی نہیں تھا، اب پڑھنا شروع کیا تو رکتا ہی نہیں۔ میں نے اس کے والد سے پوچھا کہ یہ کیا مسئلہ ہے؟ تو اس کے والد نے کہا کہ جی بات یہ ہے کہ آپ لوگ خوش نصیب ہیں، مسلمان ہیں، مسلمانوں کا ملک ہے، آپ کے گھروں میں مسجدوں میں ہر جگہ پر اللہ کا کلام موجود ہے، جہاں چاہو بیٹھ کر

پڑھو، کوئی روکنے والا نہیں۔ ہم جس ملک میں ہیں یہاں ہم گھروں میں نہیں رکھ سکتے، مسجدوں میں نہیں رکھ سکتے، اگر کسی کے ہاں سے ایک ورق بھی مل جائے تو اس گھر کے لوگوں کو پھانسی کی سزا ملتی ہے۔ چنانچہ ہم نے تو اپنے بچوں کو کبھی قرآن پاک دکھایا بھی نہیں اور دیکھا بھی نہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ہمارے جو پرانے حافظ تھے، جب انقلاب آیا تو ہم اپنے بچوں کو ان کے پاس شاگرد بنا کر بھیج دیتے تھے کہ یہ درزی ہیں اور ہمارا بچہ درزی کا فن سیکھے گا۔ استاد اس کو کپڑے سینا بھی سکھاتا اور ساتھ ساتھ نابینا بچے کی طرح دو دو تین تین آیتیں زبانی بتا دیتا۔ وہ بچہ زبانی یاد کر لیتا، چنانچہ زبانی سن کر یاد کرتے کرتے ایسا وقت آجاتا کہ بچہ قرآن پاک کا حافظ تو بن جاتا اس کو قرآن پاک ناظرہ پڑھنا نہیں آتا تھا۔ اس لئے کہ دیکھا تو کبھی نہیں تھا۔ تو جب آپ نے پہلے دکھایا کہ جی یہاں سے پڑھو تو اسے کیا پتہ، اس نے تو کبھی قرآن پاک دیکھا ہی نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں حیران ہوا کہ لوگو! تم کاغذ پر لکھے ہوئے قرآن پر تو پابندیاں عائد کر سکتے ہو، جو سینوں میں لکھا ہوا ہے، تم اس پر کیسے پابندی عائد کر سکتے ہو؟ (ج 27 ص 87)

## مدارس......قرآن مجید کے کاپی سنٹر

یہ حفاظ قرآن مجید کی (Soft Copies) سوفٹ کاپیز ہیں۔ اسی لئے حافظ کا ہمیشہ احترام کرنا چاہیے، حافظ کو محبت کی نظر سے دیکھنا چاہیے، احترام کرنا چاہیے، وہ اللہ رب العزت کے کلام کو سینے میں لے کے پھر رہا ہوتا ہے اور حافظ کو بھی اپنے اس کلام کی قدر کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سوفٹ کاپیز کو آج کل مدارس کے اندر بنایا جاتا ہے۔ کاپی سنٹر ہوتے ہیں نا جیسے فوٹو کاپی سنٹر ہوتے ہیں۔ تو یہ جو مدارس ہیں نا ان کا ٹیکنیکل نام ہے قرآن کا پی سنٹر کہ ایک بندے کو اللہ نے قرآن مجید کا حافظ بنا دیا تو وہ بیٹھ کر ماشاء اللہ دوسرے بچوں کے ذہن میں، دلوں میں، اس کو کاپی کر دیتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھروں میں کوئی بچہ بچی قرآن مجید کا حافظ ہو۔ (ج ۲۷ ص ۸۹)

# کتابتِ قرآن کے مختلف انداز

ہم نے سمرقند کی ایک لائبریری میں قرآن مجید کو لوہے کی پلیٹوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ پلیٹیں تھیں جیسے چار فٹ بائی آٹھ فٹ کی پلیٹ، پوری لوہے کی شیٹ بیڈ سائز جتنی بڑی تھی اور چھت تک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ایک پلیٹ ایک صفحہ تھا۔ اور اس کے اوپر انہوں نے انگریو کیا ہوا تھا، یعنی پینٹ سے لکھنے کی بجائے اس کو کھودا گیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ قرآن مجید کی کاپی کیسی؟ وہ کہنے لگے: جی دیکھیں کہ لوگوں کے ہاں ٹائم کا ایک سٹینڈرڈ ہوتا ہے۔ یہ گرین وِچ ٹائم ہے، یہ فلاں ٹائم ہے، جس نے گھڑی ملانی ہو فلاں ٹائم کے ساتھ ملالو۔ اسی طرح پہلے وقت کے علماء نے اس کو لوہے پر کھود کر لکھوالیا تا کہ قرآن پاک محفوظ ہو جائے صدیوں سلامت رہے اور اگر کبھی کہیں قرآن مجید میں کسی لفظ کے لکھنے میں کوئی شبہ وارد ہو تو اس قرآن مجید کے لفظ کو اس سٹینڈرڈ کے ساتھ لاکر ملالیا جائے۔ وہ قرآن مجید کا سٹینڈرڈ بھی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ چھوٹے چھوٹے نسخے بھی موجود ہیں۔ کئی ایسے کاتب تھے جو باریک لکھنے میں ماہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف صفات دی ہیں۔ وہ باریک لکھنے میں ماہر تھے، چنانچہ ایک کاتب کے بارے میں آتا ہے کہ چاول کے ایک دانے کے اوپر قل ھو اللہ کی پوری سورۃ کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ایک چاول کے اوپر کتنا باریک لکھتے ہوں گے، اتنا باریک نویس کہ ایک چاول کے اوپر پوری سورۃ قل ھو اللہ احد کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ایسے بھی کاتب تھے۔

چنانچہ ہم نے سمرقند کی ایک لائبریری میں ایک چھوٹا سا قرآن مجید دیکھا، بالکل اتنا چھوٹا سا جیسے کوئی تعویز سا ہوتا ہے۔ اور لکھنے والے نے اس کو ہاتھ سے لکھا تھا۔ اور پھر ہم نے وہاں پر ایک اور قرآن مجید بھی دیکھا، وہ پتوں کے اوپر لکھا ہوا تھا۔ بالکل اس کا صفحہ ہم نے دیکھا جیسے بڑے پتوں کا کوئی درخت ہو تو اس کے پتے لے لئے جائیں، خشک کر لئے جائیں۔ اللہ کی شان انہوں نے پتوں پر کوئی کیمیکل لگایا تھا یا

کیا؟ پتوں کی رگیں نظر آتی تھیں، پتے صاف نظر آتے تھے۔ اور اس کے اوپر قرآن پاک لکھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اس کی تاریخ بنتی ہے جب کاغذ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اس وقت لوگ پتوں پر قرآن مجید لکھ کر اس کی جلد بنا کے رکھا کرتے تھے۔ وہ قرآن مجید بھی آج دنیا میں موجود ہے۔ تو یہ قرآن مجید لکھنے کا بھی سلسلہ عجیب ہے۔ (ج 27 ص 92)

## مسلمان ہونے کی وجہ

ایک آدمی مسلمان ہوا۔ پوچھا کہ بھئی کیسے مسلمان ہو گئے؟ کہنے لگے کہ میرے ذہن میں خیال آیا کہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم ٹھیک ہیں، عیسائی کہتے ہیں کہ ہم ٹھیک ہیں، مسلمان کہتے ہیں ہم ٹھیک ہیں، دنیا کے تین بڑے مذاہب تو یہی ہیں نا تو میں نے کہا کہ مجھے کیا پتہ کون ٹھیک ہے؟ تو میں ویری فائی تو کروں۔ تو کہنے لگا کہ میں نے انجیل لی اس کو کاتب کے ذریعے سے میں نے لکھوایا، اس کو کہا کہ یار کہیں کہیں تھوڑا اپنی مرضی سے اونچ نیچ کر لینا اور یاد رکھنا کہ کہاں تم نے اس میں گڑ بڑ کی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب لکھوائی اور ایک عیسائی پادری کے پاس لے کر گیا، میں نے کہا: جی میرے پاس یہ لکھی ہوئی کتاب ہے میں آپ کو تحفہ دینے آیا ہوں اور جب میں نے اس کو تحفہ دیا تو وہ بڑا خوش ہوا۔ ایک سال میں نے انتظار کیا، ایک سال میں وہ میرے پاس نہ آیا کہ اس میں کوئی کمی بیشی ہے۔ تو میں سمجھ گیا کہ اس کتاب کی حفاظت بالکل نہیں اگر ہوتی تو اس میں اس کو غلطی کا پتہ چل جاتا۔ تو میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ غیر محفوظ کتاب ہے۔

پھر میں نے ایک تورات لی اس کو بھی میں نے لکھوایا اور اس میں بھی اسی طرح گڑ بڑ کروائی اور ایک ربائی کو جا کر میں نے ہدیہ دیا۔ ایک سال میں نے انتظار کیا ایک سال تک وہ بھی اس کو ہر ہفتے کے دن پڑھ پڑھ کے سناتا تھا اپنے عبادت خانے میں لیکن اس کو بھی کہیں پتہ نہ چلا کہ اس میں کہیں کمی بیشی ہوئی کہ نہیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ کتاب بھی غیر محفوظ ہے۔

پھر میں نے قرآن پاک لیا اور اس کی کاپی بنوائی اور کاتب کو کہا کہ اس میں بھی کہیں کہیں اپنا کرتب دکھا دینا۔ کاتب بھی تو تب دکھاتے ہیں نا۔ (ج ۲۷ ص ۹۴)

چنانچہ ایک کاتب تھا جس کو لکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ اونچ نیچ کر دینے کا شوق تھا، وہ کوئی نہ کوئی کمی بیشی کر ہی دیتا تھا۔ لوگ مسودہ لے کر آتے تھے اور وہ اپنی مرضی سے کچھ تبدیلی کر دیتا تھا۔ ایک بندے نے اس سے قرآن پاک لکھوانا تھا، اس نے کہا کہ بھئی! میں نے سنا ہے تم کچھ اپنی مرضی سے ہیر پھیر کر دیتے ہو، خبردار! اس میں اپنی طرف سے کچھ نہ کرنا۔ اب وہ جاہل تھا، اتنا علم تو تھا ہی نہیں۔ کاتب نے قرآن پاک لکھ دیا۔ کچھ دنوں بعد وہ قرآن پاک لینے آیا تو پوچھا کہ اس میں تم نے کوئی گڑ بڑ تو نہیں کی؟ کہا نہیں نہیں، گڑ بڑ میں نے کوئی نہیں کی، بس ایک دو جگہ ایسے ذرا مجھے کچھ محسوس ہوا تھا، اس نے کہا کیا؟ کہنے لگا کہ لکھا ہوا تھا ﴿فَخَرَّ مُوسیٰ﴾ تو خر تو گدھے کو کہتے ہیں اور گدھا تو عیسیٰ علیہ السلام کا تھا جبکہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا تو وہاں میں نے موسیٰ کی جگہ عیسیٰ کا نام لکھ دیا۔ اور عصیٰ آدم اور عصا تو تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو نام آدمؑ کا لکھا ہوا تھا تو نے آدم کی جگہ موسیٰ کا نام لکھ دیا۔ اس نے پوچھا اور کیا کیا۔ اس نے کہا: میں نے اور کیا کرنا تھا ایک دو جگہ میں نے دیکھا کہ فرعون کا نام تھا، قارون کا نام تھا تو وہ مجھے اچھے نہ لگے کہ دیکھو! یہ کافر ایمان والوں کے دشمن لوگ ہیں ان کے نام قرآن میں تو نہیں ہونے چاہئیں چنانچہ میں نے تمہارے باپ اور دادا کا نام لکھ دیا۔ اس نے کہا اور کیا کیا؟ کہنے لگا یار بس مجھے تین چار جگہ شیطان کا نام بھی ملا تو میں نے کہا کہ اس مردود کا نام تو بالکل نہیں ہونا چاہئے تو کیونکہ تم لکھوا رہے تھے تو میں نے اس کی جگہ تمہارا نام لکھ دیا۔

تو جب یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایڈیشن نہیں ہو سکتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب کوئی ایسی کاپی پرنٹ ہی نہیں ہو سکتی جس میں کسی لفظ کی غلطی نہ ہو، ایسا ممکن ہے لیکن غلطی اس میں قرار نہیں پکڑ سکتی۔ کوئی بندہ چھاپنے والا چھاپ سکتا ہے۔ جس میں غلطی سے کوئی حرف چھوٹ گیا ہو، کوئی نکتہ رہ گیا ہو، کوئی زیر زبر کی غلطی رہ گئی ہو۔ لیکن وہ غلطی قرار نہیں پکڑ سکتی۔ جیسے ہی کسی کے پاس آئے گا تو وہ بندہ اس کو دیکھے گا تو حافظ فوراً

اس کو بتادے گا کہ بھئی یہ تو یہاں سے ٹھیک نہیں۔ تو غلطی اس میں قرار نہیں پکڑسکتی۔

وہ کہنے لگے کہ میں نے قرآن پاک لکھوایا جس میں میں نے کاتب سے کرتب بھی ڈلوایا اور میں اسے ایک حافظ قرآن کے پاس لے کر گیا اور کہا کہ یار! میرے پاس یہ ایک کتاب تھی تو میں تمہیں ہدیہ دینے آیا ہوں۔ کہنے لگے کہ تین دن نہیں گزرے تھے کہ میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا، میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب ذرا سیریس ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ یہ کاپی آپ نے کس سے لکھوائی تھی۔ میں نے کہا کہ ایک کاتب سے لکھوائی تھی۔ اس نے کہا: کہ اس نے سوتے ہوئے لکھی تھی، یا جاگتے ہوئے لکھی تھی۔ میں نے کہا کہ یار جاگتے ہوئے ہی لکھی ہوگی۔ کہنے لگا: کہ اس میں اس نے اتنی غلطیاں کیں! کہنے لگا: کہ پہلے صفحے سے اس نے کھولنا شروع کیا ہر ہر جگہ پر جہاں جہاں اس نے کچھ کمی بیشی کی تھی اس جگہ پر نشان لگا کر پورے قرآن پاک میں جو اس نے غلطیاں کی تھیں سب کو الگ کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ واقعی دنیا کی یہ وہ کتاب ہے جس کے اندر کسی اور چیز کی ملاوٹ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا کلمہ پڑھ کر میں مسلمان ہو گیا۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: ۹)

بیشک اس قرآن مجید کو ہم نے ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ (ج ۲۷ ص ۹۵)

## کفر کا اعترافِ حقیقت

عاجز کچھ دنوں پہلے واشنگٹن میں تھا تو وہاں پر ایک کمیٹی بنی ہوئی تھی **Interfaith Counsil** (انٹر فیتھ کونسل) اس کا نام تھا۔ کسی نے آ کے بتایا کہ جی اس میں ہندو بھی ہیں، یہودی بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، فلاں بھی ہیں مگر مسلمان کوئی بھی نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جب اکٹھے مل بیٹھتے ہیں نا تو ظاہر تو کرتے ہیں کہ ہم نے مختلف ادیان کو سمجھنے کے لئے یہ بنائی ہے، مگر نزلہ سارا اسی پر گرتا ہے جو موجود نہیں ہوتا تو وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ تو اسلام کے خلاف بہت ہی زیادہ کام کر رہے

ہیں لہٰذا کسی نہ کسی کو وہاں جانا چاہئے۔ اب علاقے کے علماء سے مشورہ کیا گیا کہ بھئی وہاں جانے کے لئے تو ایسا بندہ ہو کہ جس کو اگر کچھ دین کا علم ہے تو ساتھ اس کو موجودہ علوم بھی حاصل ہوں تاکہ ان سے بات بھی کر سکے۔ انگریزی میں بات کر سکے سائنٹفک بیک گراؤنڈ ہو وہ سائنسی سوالات کریں تو وہ ان کو نمٹا سکے۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان کہ انہوں نے اس عاجز کو اس کام کے لئے متعین کر دیا۔ انکار تو کیا، لیکن جب انہوں نے کہا کہ ہم سب علماءِ ل کے کہہ رہے ہیں کہ آپ جائیں تو اس عاجز نے ہمت کر لی۔ لو جی ہم نے بھی وہاں جانا شروع کر دیا۔

پہلی بات تو یہ کہ جب میں وہاں جاتا تھا تو یہی عمامہ، یہی جبہ، یہی عصا، بالکل اسی حالت میں جاتا تھا۔ جب پہلے دن جا کے ان کو بتایا کہ جی میں مسلمان ہوں ہم آئے ہیں کہ اگر آپ کو اس کے بارے میں کوئی سوال پوچھنا ہو تو پوچھ لیا کریں، مجھے پتہ ہوگا تو میں جواب دے دوں گا اور اگر مجھے نہیں پتہ ہوگا تو میں اپنے بڑوں سے پوچھ کے آپ کو جواب دے دوں گا، مقصد تو آپ کو Satisfy (مطمئن) کرنا ہے۔ تو وہ تھوڑا محتاط ہو گئے۔ چنانچہ اگلی لسٹ میں اسلام کا نام سب سے پہلے لکھنا شروع کر دیا۔ اب یہ ایک روٹین بن گئی ، ہم جاتے رہتے۔ میں نے دیکھا کہ جو یہودی ربائی تھا، بڑے غور سے مجھے آتے جاتے دیکھتا تھا۔ شاید دل میں سوچتا ہو، یہ میرا گمان ہے کہ بھئی عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت تھی آج، ہمیں اس بندے کے ہاتھ میں وہ سنت نظر آ رہی ہے۔ اور ایک دن اس کی تصدیق ہوگئی کہ جب میں آ کے اس کے پاس بیٹھا کرسی پہ تو کہنے لگا:

**You always whith a different respective look.**

"آپ ہمیشہ ایک باوقار شکل میں آتے ہیں"

یہ اس کے الفاظ تھے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سنت نے اس کے دل کے اوپر بھی ایک رعب قائم کر دیا۔ اللہ کی شان۔ ایک دن کی بات ہے کہ سیکرٹری نے کہا کہ جی اچھا اگلی میٹنگ کب ہو اور اس کا کیا ایجنڈا ہو؟ تو میں نے انہیں کہا کہ اگلی میٹنگ کا

ایجنڈا یہ ہونا چاہئے کہ ہر دین والا اپنے ہاں جو اللہ کا کلام ہے اس کو اگلی میٹنگ میں پڑھے اور تھوڑا سمجھائے تا کہ ہمیں سب آسمانی کتابوں کو سننے سمجھنے کا موقعہ مل جائے۔تو Word of God (اللہ کے کلام) کو پڑھے اور ہمیں بتائے۔بس اتنی تھوڑی سی بات کرنے کی ضرورت تھی۔وہ سیکرٹری تو بہت خوش ہو گیا۔کہنے لگا: ہاں اگلی میٹنگ کا ایجنڈا یہی ہے، ہر دین والا اپنی جو کتاب ہے Word of God ہے اس کو پڑھے گا اور اس کے بارے میں سمجھائے گا۔

اگلی میٹنگ میں گئے تو سیکرٹری نے سب سے پہلے نام ہی میرا لیا۔کیونکہ انہوں نے ہی Suggestion (تجویز) دی تھی۔لہٰذا اسٹارٹ یہی کریں۔لو جی ہم نے قرآن مجید میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی اور اس کے بارے میں کچھ سمری ان کو بتا دی کہ کیوں سورۃ فاتحہ تلاوت کی؟ حدیث پاک میں آتا ہے: جو تمام آسمانی کتابوں میں تھا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرما دیا اور جو پورے قرآن مجید میں تھا اس کو سورۃ بقرہ میں نازل فرما دیا اور جو کچھ سورۃ بقرہ میں تھا اس کو سورۃ فاتحہ میں نازل فرما دیا تو سورۃ فاتحہ یہ سمری ہے پورے قرآن مجید کی لہٰذا ہم نے اس کی تلاوت کی اور تلاوت کر کے اس کے بارے میں بتا دیا چلیں بات مکمل ہو گئی۔اب آگے وہ بیٹھے ہوئے تھے پادری صاحب۔ان کی باری آئی تو انہوں نے اپنی بائبل کھولی اور پہاڑی کا خاص وعظ ہے یہودی بڑے مزے سے پڑھتے ہیں اس وعظ کو، تو انہوں نے وہ پہاڑی کا وعظ پڑھنا شروع کر دیا۔جب پڑھا تو میں نے کہا کہ جی میرا اس پر Question (سوال) ہے سیکرٹری نے پوچھا کیا؟ میں نے کہا کہ ایجنڈا میں یہ بات پاس ہوئی تھی کہ ہر دین والا جو کچھ ان کے پاس اللہ کا کلام ہے وہ پڑھ کے سنائے گا۔یہ تو انگریزی پڑھ رہے ہیں، تو کیا بائبل انگریزی میں آئی تھی؟ اب جب میں نے یہ پوائنٹ کھولا تو ان کو فیل ہو گیا کہ اوہو ہم تو ٹریپ ہو گئے۔اب وہ عیسائی پریشان۔کسی کے پاس کوئی جواب نہیں، اس لئے کہ وہ تو عبرانی زبان میں تھی۔اب تورات

والا بھی پریشان، وہ بھی پریشان، آدھا منٹ تقریباً خاموشی رہی۔ آدھے منٹ کے بعد وہ جو یہودی ربائی تھا، وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ مسٹر احمد (مجھے احمد کہتے تھے) میں اس بات کو آج سب کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ اس وقت پوری دنیا کے مذاہب میں سے صرف مسلمان ایسے ہیں جن کے پاس Word of God (اللہ کا کلام) اصلی حالت میں موجود ہے۔ ہمارے پاس تو فقط ٹرانسلیشن موجود ہے۔ اتنی خوش ہوئی، اس دن اتنی خوشی ہوئی کہ اللہ! پوری دنیا کے لوگ بالآخر اس بات کو ماننے پے مجبور ہو گئے کہ تیرا ایک قرآن ہی محفوظ ہے اس کے سوا کوئی اور کتاب محفوظ نہیں ہے۔ میں نے کہا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۹)

"ہم نے ہی اس قرآن مجید کو نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں۔" (ج27 ص97)

## تھوڑے وقت میں زیادہ کام

ایک عام دستور کی بات ہے کہ آدمی کو ادھار کی چیز ملے تو وہ تھوڑی دیر میں زیادہ کام نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے صبح اٹھ کر دفتر جانا ہے، بیوی نے کپڑے استری کرنے شروع کئے اور استری خراب ہو گئی۔ اب کیا کیا جائے نئی تو بازار سے اتنی جلدی آ نہیں سکتی، وہ جو ساتھ آپ کے بھائی کا گھر ہے، ان سے بچے کے ذریعے سے منگوائے گی۔ اگر وہ استری دے دیں گے تو وہ آپ کے ہی کپڑے استری نہیں کرے گی بلکہ ساتھ اپنے بھی کر لے گی اور بچوں کے بھی کر لے گی۔ ایک دن کے نہیں دو چار دنوں کے کر لے گی۔ کہے گی: ہو سکتا ہے کہ آنے میں دیر لگ جائے، بار بار تو چیز نہیں مانگی جاتی۔ معلوم ہوا کہ ادھار کی چیز سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام نکالا جاتا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو اس ادھار کے مال سے مختصر زندگی میں زیادہ اعمال نکالنے کی کوشش کرے اور ہمارے اکابر یہی کیا کرتے تھے دن رات اپنے جسم کو تھکا دیتے تھے، نیکی کر کر کے تھکتے تھے اور تھک تھک کر پھر نیکی کرتے تھے۔ (ج27 ص118)

# ایک نوجوان کی احتیاط

ایک نوجوان سالک تھے، جب نوکری کرتے تھے تو ان کی ڈیوٹی فرض کرو آٹھ سے چار تھی۔ دن میں کئی مرتبہ ان کو دفتر کے کام کے لئے باہر جانا پڑتا۔ باہر کام کیا اور دیکھا کہ پونے چار ہو گئے تو پونے چار بجے وہ نوجوان چھٹی کر کے گھر نہیں آتا تھا کہ چار تو بجنے ہی والے ہیں، پونے چار دفتر کی طرف چلتا تھا، دفتر کا فاصلہ ہوتا آدھے گھنٹے کا تو آدھا راستہ گاڑی ڈرائیو کرنے کے بعد جب چار بجتے تب اپنے گھر کی طرف رخ کرتا تھا۔ جن کو رزق حلال کی فکر ہوتی ہے وہ اپنے ایک ایک لمحے کا حساب رکھتے ہیں کہ یہ میرا نہیں یہ کسی کا ہے۔ (ج 27 ص 126)

# رزق میں برکت کا دلکش واقعہ

ہمارے ایک دوست تھے پرچیز منیجر تھے ایک دن کہنے لگے: کہ میری شادی کو آٹھ سال گزر گئے تھے لیکن کوئی اولاد نہیں تھی، بیوی نے کہا کہ کسی بزرگ کے پاس جا کر دعا کرواؤ۔ مجھے لاہور میں ایک بزرگ کا پتہ چلا کہ میں ان کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوا۔ خادم نے بلایا ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور مجھے لا کے شربت کا گلاس بھی پلایا، میں بڑا حیران کہ میں واقف بھی نہیں اور یہ اتنے مہمان نواز کہ ہر آنے والے مہمان کو شربت پلا رہے ہیں۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ ایک سفید ریش اندر صحن میں مصلے پر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، شاید چاشت پڑھ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہیں آ گئے، مجھ سے ملے، بات کی۔ کہنے لگے: میں کسی کام میں مصروف تھا اسی لئے دیر ہو گئی۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ مخلص بندہ نظر آتا ہے جو اپنے عمل کو چھپا رہا ہے ورنہ تو کہتا کہ ہم عبادت میں مصروف تھے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں کام میں مصروف تھا اس لئے دیر ہو گئی۔ میں نے بتایا کہ یہ مسئلہ ہے دعا کر دیں، انہوں نے دعا کر دی۔ اٹھتے ہوئے میں نے ان کو پانچ روپے ہدیہ دیے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں اس کی تو ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ جی آپ کے ہاں ہر آنے والے کو شربت دیا جاتا ہے، خرچے بھی ہیں، مہمان داری بھی ہے، آپ قبول

فرما لیجئے۔ تو میری بات سن کر وہ کہنے لگے کہ نہیں، میں نے دینی کتابوں کی ایک دکان بنا رکھی ہے۔ اور کتابیں بکنے سے مجھے ماہانہ پندرہ روپے اس میں سے بچت ہو جاتی ہے اور میرے تو پندرہ روپے ختم ہی نہیں ہوتے۔ کہنے لگے کہ بیس سال اس واقعے کو گزر گئے، آج تک مجھے وہ منظر یاد ہے کہ اللہ کے بندے نے کیسے کہا کہ میرے تو بیس روپے ختم ہی نہیں ہوتے۔ تو جہاں برکت ہوتی ہے ان کے بیس روپے بھی ختم نہیں ہوتے۔ کیوں؟ ڈاکٹر کا خرچہ زیرو، ادھر ادھر کے نقصان زیرو، بچوں کی بیماریوں کا خرچہ زیرو، ماشاء اللہ! اللہ رب العزت ان کے رزق میں برکت ڈالتے ہیں۔ (ج27ص128)

## اطاعتِ خداوندی کا انعام

حجاج بن یوسف کا ایک بھتیجا واسق اپنے علاقے کا گورنر تھا۔ نوجوان تھا، خوبصورت تھا، مگر عیاش تھا۔ اس کو بڑا مان تھا کہ میں حجاج بن یوسف کا بھتیجا ہوں اور گورنر ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو کہا ہوا تھا کہ کہیں اگر تمہیں بہت خوبصورت عورت کا پتہ چلے تو تم مجھے اطلاع دو! جہاں اسے پتہ چلتا تو وہ حیلے بہانے سے کسی نہ کسی طرح اس کے ساتھ برائی کا مرتکب ہوتا تھا۔ ایک غریب گھر کی نوجوان لڑکی جسے اللہ نے شکل کی حور پری بنایا ہوا تھا، اس کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنے پیغامات بھیجنے شروع کر دیے۔ اس نے انکار کر دیا اس نے اس کی طرف تحفے تحائف بھیجنے شروع کر دیئے اب دو فتنے ہوتے ہیں، ایک جمال کا فتنہ، ایک مال کا فتنہ، مرد لوگ جمال کے فتنے میں زیادہ پھنستے ہیں اور عورتیں مال کے فتنے میں زیادہ پھنستی ہیں اس کے پاس دونوں فتنے تھے۔ ایک عرصہ تک وہ اسے خفیہ طور پر پیغام پہنچاتا رہا۔ وہ آگے سے جواب دیتی کہ اگر تم مجھ سے ملاقات چاہتے ہو تو میرے بھائیوں سے بات کرو اور مجھے اپنے نکاح میں لے لو۔ یہ کہتا تھا کہ نہیں، میں ویسے ہی تم سے چھپی آشنائی چاہتا ہوں، وہ انکار کرتی۔ اب سوچئے یہ کتنا بڑا مجاہدہ ہے اس بچی کے لئے کہ وقت کا گورنر ہے، خوبصورت ہے، مال کی بہتات ہے، پانی کی طرح وہ

مال بہار ہا ہے مگر یہ بچی اپنی جگہ عزم کا پہاڑ ہے، انکار کر دیا۔

جب اس نے دیکھا کہ اس نے تنگ کرنے کی انتہا کر دی، اس نے اپنی والدہ کو بتایا، اس نے اپنے بیٹوں کو بتا دیا۔ ان کو یقین نہ آئے کہ علاقے کا اتنا بڑا حاکم اور گورنر اور یہ پیغام بھیجتا ہے۔ اس نے ثبوت کے طور پر بھائیوں کو وہ تحفے تحائف بھی دکھائے، بھائیوں کو پھر بھی ابھی تردد رہا۔ ایک دن اس بچی نے کہا کہ اس نے پیغام بھیجا ہے کہ آج رات وہ ہمارے گھر آئے گا۔ کیونکہ بھائیوں نے سفر پر جانا تھا لہٰذا وہ سفر پر جانے کی بجائے وہ قریب کے گھر میں چھپ گئے۔ یہ صاحب اپنے پروگرام کے مطابق رات کو آئے اور اس گھر میں داخل ہو گئے۔ اتنے میں بھائی بھی آ گئے۔ انہوں نے جوش میں آ کر، غیرت میں آ کر اس کو وہیں پر قتل کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس لاش کے ٹکڑے کر کے انہوں نے بوری میں ڈالا اور جا کر حجاج کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ کے بھتیجے وقت کے گورنر صاحب ہیں۔ حجاج بن یوسف نے تفتیش کی۔ جس سواری پر گیا تھا اس کو کنٹرول کرنے والا جو غلام تھا اس کو بھی بلایا، جو لڑکی نے کہا وہی بھائیوں نے کہا، وہی اس کے نوکر نے کہا، اس کو تصدیق ہو گئی کہ واقعی یہ لوگ اپنی بات میں سچے ہیں۔ حجاج بن یوسف کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے کہا کہ میں اس کو دفن کرنے کے لئے نہیں بھیجوں گا، اس کی لاش کے ٹکڑوں کو کتوں کے آگے ڈلوا دوں گا۔ وقت کے گورنر کی لاش کو اس نے کتوں کے آگے ڈلوا دیا اور پھر اس نے کہا کہ آج میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ اس نے مال کے ذریعے تمہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی کہ تم غریب بچی تھی، اس کی جتنی جائیداد ہے میں اس کی جائیداد ساری کی ساری اس لڑکی کے حوالے کرتا ہوں۔

اب دیکھئے اگر یہ لڑکی مال کے اوپر فریفتہ ہو کے عزت گنوا بیٹھتی جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لیتی اور مال وہی ملنا تھا جو نصیب میں آنا تھا۔ اب اگر یہ پکی رہی تو اللہ نے عزت بھی رکھ لی، جو مال نصیب میں آنا تھا وہ مال بھی قدموں میں ڈال دیا۔ لیکن حلال طریقے سے۔ تو بندہ ذہن میں سوچ لے کہ مجھے اللہ رب العزت کے حکم کو نہیں توڑنا چاہئے۔ اس کے لئے مجھے کتنا ہی مجاہدہ کیوں نہ کرنا پڑے۔ (ج 27 ص 156)

# نصیب مل کر رہتا ہے

قاضی ابو بکر بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے قاضی گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ عہدۂ قضا ملنے سے پہلے میں حرم میں تھا، سارا دن عبادت کرتا، طواف کرتا، نوافل پڑھتا، میرے پاس کبھی کھانے کو ہوتا کبھی نہ ہوتا، فاقے پہ فاقے آتے تھے۔ مجھے ایک دن طواف کرتے ہوئے شام کو ریشم کی تھیلی ملی اور اس میں بڑا خوبصورت ہار تھا۔ اتنا قیمتی کہ دل میں خیال آیا کہ اگر میں اس کو بیچوں گا تو میری پوری زندگی کا خرچہ نکل آئے گا۔ کہنے لگے کہ صبح ہوئی تو ایک بوڑھے آدمی نے حرم میں آ کر اعلان کیا کہ بھئی؟ میرا ہار گم ہوا ہے اگر کسی کو ملے تو وہ مجھے دیدے۔ میں پانچ سو دینار انعام بھی دوں گا اور شکریہ بھی ادا کروں گا۔ کہنے لگے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ غیر کا مال ہے امانت میں کیوں خیانت کرتا ہے؟ علم کس لئے پڑھا تو نے؟ میں نے اپنی ضرورت کو چھوڑ دیا اور میں نے اس کو وہ ہار بھی واپس کر دیا اور پانچ سو دینار بھی واپس کر دیئے۔ مجھے انعام نہیں چاہیے، میرا فرض تھا کہ تیری امانت واپس کروں۔

اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَهْلِهَا . (النساء:۵۸)

کہنے لگے کہ وہ بوڑھا بڑا خوش ہوا اور دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد خیال آیا کہ کیوں نہ میں رزق کی تلاش میں نکلوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بصرہ جاتا ہوں۔ راستے میں ایک سمندر تھا اس میں ایک جہاز میں بیٹھ گیا، اللہ کی شان سمندری طوفان آیا اور ہمارا جہاز کسی چیز سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ کوئی کسی تختے پر جان بچا کے لوٹا کوئی کسی پر۔ مجھے اللہ نے ایک بڑے جزیرے میں پہنچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ کلمہ گو تو ہیں مگر ان کو علم سکھانے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔ تو دل میں خیال آیا کہ میں نے علم پڑھا ہی اس لئے تھا، اگر یہاں عالم کوئی نہیں تو میں یہیں رہوں

گا۔میں نے وہاں رہنا شروع کر دیا، اس جزیرے کے تمام مردوں عورتوں بچوں کو میں نے اللہ کا قرآن پڑھایا، دین سکھایا، دین سکھانے کی وجہ سے سب کے دلوں کے اندر میری محبت بھی پیدا ہو گئی۔ اس دوران دو تین سال گزر گئے، ایک دفعہ دو تین بندے میرے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ جی آپ کو تین سال یہاں آئے ہوئے ہو گئے آپ ہم سب کے محسن بھی ہیں، معلم بھی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ نکاح کر لیں۔

میں نے کہا کہ بھئی میں نکاح کیسے کروں؟ میرے پاس تو اسباب بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسباب کی بات نہیں، یہاں پر ایک انتہائی نیک بزرگ تھے، حج کرنے گئے، واپس آئے اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ ان کی ایک بیٹی جو بہت خوبصورت ہے اور نیک بچی ہے، یتیم ہے، ہم اس کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں، ہمیں اس کے لئے آپ سے بہتر رشتہ نظر نہیں آتا۔ کہنے لگے کہ لوگوں کے کہنے پر میں نے شادی کر لی۔ جب میری پہلی مرتبہ بیوی سے ملاقات ہوئی تو میں حیران رہ گیا کہ وہ ہار جو مجھے حرم میں ملا تھا، وہ میری بیوی نے گلے میں پہنا ہوا تھا۔ میں اس ہار کو حیرت سے دیکھے جا رہا تھا کہ میری بیوی نے کہا: میری طرف دیکھتے نہیں، میرے ہار کی طرف دیکھتے جا رہے ہو، کیا مسئلہ ہے؟ پھر میں نے اس سے کہا کہ بھئی اس کے ساتھ تو ایک واقعہ وابستہ ہے۔ پھر اسے سارا واقعہ سنایا۔

واقعہ سن کر اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے، میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ کہنے لگی کہ میرے والد جب حج کر کے آئے تھے، چاہتے تھے کہ میرا نکاح کر دیں، مگر کہا کرتے تھے کہ مجھے حرم میں ایک نوجوان ملا تھا جس کے دل میں خوفِ خدا تھا۔ کاش اگر وہ کہیں مل جاتا تو بیٹی میں تیرا نکاح اس کے ساتھ کر دیتا۔ تو میرا والد تو فوت ہو گیا، اللہ نے آپ کے ساتھ میرا نصیب جوڑا تھا، اللہ نے مجھے بھی آپ کی خدمت کے لئے پیش کر دیا، یہ ہار بھی اللہ نے آپ تک پہنچا دیا۔ (ج 27 ص 168)

# خزانہ نہ لینے پر مقدمہ

رزق حلال کے معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کیا کرتے تھے حتیٰ کہ تابعین کا واقعہ ہے اور بعض حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے زمین خریدی اور دوسرے نے بیچی۔ جب خریدنے والے نے اس میں ہل چلائے تو ایک جگہ سے اس میں خزانہ نکل آیا۔ اب وہ مالک کے پاس گیا کہ میں نے آپ سے زمین خریدی زمین کے اندر کا خزانہ تو نہیں خریدا، تو آپ اس کو لے لیجئے۔ وہ کہنے لگا کہ جناب جب میں نے زمین بیچ دی تو زمین کے اندر سے جو کچھ نکلے گا وہ تمہارا ہے، قسمت تمہاری، یہ تمہارا مال ہے۔ اب دونوں کا یہ اصرار تھا کہ یہ تمہارا مال ہے۔ اب فیصلہ کون کرے؟ قاضی کی عدالت میں مقدمہ آیا۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ مسلمانوں کی زندگی ایک وقت میں ایسی تھی کہ مقدمہ یہ آیا کہ ہر آدمی کہہ رہا ہے کہ یہ دوسرے کا مال ہے اس کو دیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے قاضیوں کو بھی دید و دانش عطا کی تھی۔ چنانچہ قاضی صاحب نے عجیب قسم کا مقدمہ سنا اور اس کے بعد ان سے حالات زندگی پوچھے۔ پتہ چلا کہ ایک کا بیٹا جوان ہے اور ایک کی بیٹی جوان ہے، قاضی نے مشورہ دیا کہ تم اپنے بیٹے اور بیٹی کا آپس میں نکاح کر دو اور یہ خزانہ جہیز میں ان کو دے دو۔ ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کی زندگی میں حلال کے لئے اتنی کوششیں ہوا کرتی تھیں۔ (ج 27 ص 200)

# حج مقبول کا یادگار واقعہ

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب واقعہ سناتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کا موسم تھا چلچلاتی دھوپ تھی دوپہر کا وقت تھا۔ حتیٰ کہ پرندے بھی درختوں کے پتوں کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے تھے، انسان اپنے گھروں میں ٹھہر گئے تھے، جانور بھی نظر نہیں آتے تھے، پرندے اڑتے نظر نہیں آتے تھے، اتنی سخت گرمی کا عالم تھا۔ فرماتے ہیں: میں نے ایک نوجوان کو دیکھا، وہ دونوں پاؤں سے معذور تھا، وہ

دونوں ٹانگوں سے معذور تھا، وہ تپتی دھوپ میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے آگے آگے کھسک رہا تھا۔ فرماتے ہیں: جب وہ میرے قریب آیا اور میں نے اس نوجوان کو دیکھا، اس کا شگفتہ چہرہ تھا مگر دونوں پاؤں سے معذور تھا اور گرم زمین پر دونوں ہاتھ رکھے آگے آگے گھسٹ رہا تھا، پسینے میں شرابور تھا، میں نے اسے سلام کیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا کہ میں اللہ کے گھر کے دیدار کے لئے جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کہاں سے چلے؟ کہنے لگا کہ میں فلاں ملک سے چلا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کتنا وقت لگا؟ کہنے لگا کہ مجھے اپنے گھر سے چلے ہوئے دو سال ہوگئے ہیں۔ میں دو سال سے اپنے ہاتھوں سے گھسٹ گھسٹ کر اپنے مالک کے گھر کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم تھوڑی دیر آرام کیوں نہیں کر لیتے؟ کہنے لگا مالک بن دینار! میں تمہیں عقلمند سمجھتا تھا مگر تم نے کہا کہ آرام کرلو، ارے! جس کو اپنے محبوب کو راضی کرنے کی فکر لگی ہوئی ہو تو وہ کیسے آرام سے بیٹھ سکتا ہے؟

اور تم تو پاؤں سے چل کر جا سکتے ہو اور مجھے تو گھسٹ گھسٹ کر جانا ہے، میرے پاس وقت تھوڑا ہے، اس لئے میں اپنے وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اسے کہا کہ اے نوجوان! اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو کیوں نہیں سواری کا بندوبست کر لیتے آرام کے ساتھ پہنچ جاؤ گے۔ کہنے لگے: اس نے میرے اوپر ایک عجیب اچٹتی ہوئی نظر ڈالی اور پھر کہا: مالک بن دینار! میں تمہیں عقلمند سمجھتا تھا، اب پتہ چلا کہ آپ عقل سے بالکل خالی ہیں۔ میں نے پوچھا: نوجوان! وہ کیسے؟ کہنے لگا: جب کوئی غلام اپنے آقا کو ناراض کر بیٹھے اور پھر اس کو منانے کیلئے چلے تو بتاؤ وہ سواریوں پر سوار ہو کر جایا کرتا ہے یا پیدل چل کر جایا کرتا ہے۔ اس کی بات سن کر میں حیران ہوا، چنانچہ وہ اسی طرح گھسٹتا گھسٹتا میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ فرماتے ہیں میں کافی دیر سوچتا رہا کہ اس بچے کے دل میں اللہ نے کیسی اپنی محبت ڈال دی۔

فرماتے ہیں اللہ کی شان مجھے اسی سال حج پر جانے کا موقع نصیب ہوگیا۔ میں

منیٰ کے میدان میں تھا اور میں شیطانوں کو کنکریاں مار کر فارغ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ لوگوں کا بڑا مجمع لگا ہوا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، کہنے لگے کہ یہاں پر ایک نوجوان ہے اللہ کی محبت میں عجیب وغریب باتیں کر رہا ہے اور ہم سب اس کی باتیں سن رہے ہیں۔ فرماتے ہیں میں مجمع کو چیر کر آگے بڑھا،

میں نے دیکھا، وہی نوجوان احرام باندھے ہوئے زمین پر بیٹھا ہوا ہے، آسمان کی طرف دیکھ کر اللہ رب العزت سے محبت کی باتیں کر رہا ہے۔ وہ یہ کہہ رہا تھا میرے مولیٰ! تیری توفیق سے میں ہاتھوں کے بل گھسٹتا گھسٹتا تیرے گھر پہنچا، اللہ! تو نے مجھے طواف کی بھی توفیق دی۔ میرے مولیٰ! تو نے مجھے عرفات کے میدان میں بھی دعائیں مانگنے کی توفیق دی۔ تو نے مجھے مزدلفہ کا وقوف بھی عطا کیا۔ اللہ! میں نے شیطان کو کنکریاں مار کر اپنی بیزاری کا بھی اعلان کر دیا اور میرے مولیٰ! اب قربانی کا وقت ہے، یہ سارے غنی لوگ ہیں، یہ اپنے اپنے جانور قربان کر رہے ہیں، مگر اللہ! تو جانتا ہے میں فقیر آدمی ہوں، میرے جسم پر کپڑوں کے سوا کچھ نہیں، میرے پاس تو میری جان ہے، کتنا اچھا ہو، اس قربانی کے بدلے تو میری جان کو قبول کر لے، فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ اس نے کہے اور کلمہ پڑھا اور اس کی جان جان آفرین کے سپرد ہوگئی۔ یہ ہوتے ہیں اللہ رب العزت سے محبت کرنے والے جو اپنی جان اپنے پروردگار کے نام پر قربان کر دیا کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی ایسی محبت عطا فرمائے اور ہمیں بھی اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرما دے۔ (ج 27 ص 214)

## عبد اللہ بن مبارکؒ رحمہ اللہ کے حالات

حیران شہر میں ایک ترکی تاجر کا باغ تھا، جس میں سیب لگے ہوئے تھے، انار تھے، انگور تھے۔ یہ تاجر اللہ کے فضل سے خوب مالدار بھی تھا، دین دار بھی تھا۔ اس کو اللہ نے ایک چاند سی بیٹی عطا کی جو نیک بھی تھی اور اپنی شکل صورت میں رشکِ قمر بھی تھی۔ اس کے حسن و جمال کی عورتیں ایک دوسرے کو مثال دیا کرتی تھیں۔ تاجر اس سوچ میں پڑا

ہوا تھا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح کس سے کروں؟ بڑے بڑے امرا نے اس کے لئے اپنے بیٹوں کے رشتے بھیجے لیکن اس تاجر کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ ابھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا، ایک دن دل میں خیال آیا، کیوں نہ میں جا کر اپنے باغ کی سیر کر آؤں! یہ اپنا باغ دیکھنے کے لئے گیا۔ اس دوران اس کو پیاس لگی، اس نے باغ کے نگران کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تم میرے لئے انار کا جوس لے کر آؤ! وہ گیا اور ایک خوبصورت سا انار توڑ کے لے آیا۔ جب اس نے اس کا شربت پیا تو وہ انتہائی کڑوا تھا۔ اس نے اس کو نصیحت کی کہ تم چوبیس گھنٹے باغ میں رہتے ہو تمہیں ابھی تک اتنا بھی پتہ نہیں چلا کہ کس درخت کے پھل میٹھے ہیں اور کس کے کھٹے ہیں۔

اس پر اس نوکر نے جواب دیا کہ جناب! آپ نے مجھے اس باغ کی نگرانی کے لئے رکھا ہے، باغ کے پھل کھانے کے لئے تو نہیں رکھا۔ مجھے جتنے سال بھی یہاں گزرے میں نے آج تک باغ کے کسی پھل کو نہیں چکھا۔ یہ بات اس تاجر کے دل کو لگ گئی کہ اس شخص کے دل میں اتنا تقویٰ! اتنا خوف خدا! اس قدر امانت کا لحاظ! کہ اس نے اتنے سالوں میں انار کو چکھا تک نہیں۔ ایسا آدمی بندوں کی خدمت کے لئے نہیں ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لئے مخصوص ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ اس نے اس سے کہا کہ تم یہاں سے بوریا بستر سمیٹو اور میرے ساتھ چلو۔ میرے گھر میں جا کر رہو اور سارا دن اللہ کی عبادت کرو۔

اس تقویٰ کی وجہ سے اس خادم کے دن بدل گئے، اب وہ سارا دن عبادت میں بھی گزارتا اور اسے تنخواہ بھی ملتی۔ ایک دن یہ تاجر اپنے اس خادم کے ساتھ بیٹھا تبادلہ خیالات کر رہا تھا، اس دوران اس نے کہا کہ آج کل میں بہت پریشان ہوں، میری بیٹی کے رشتے بہت جگہوں سے آرہے ہیں، میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ میں کہاں رشتہ کروں؟ اس نے اس کو جواب دیا کہ دیکھئے! یہود کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ مال کے پرستار ہیں، نصاریٰ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جمال کے پرستار ہیں جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور جمال کو مقدم نہیں کیا بلکہ اعمال کو مقدم کیا اور یہ فرمایا کہ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ. (الحجرات:۱۰) "اللہ کے نزدیک تو وہ معظم ہے جو متقی ہے"
لہٰذا کوئی نیک رشتہ اگر آپ کو ملے تو نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر آپ عمل کر لیں۔ تاجر کے دل کو یہ بات اچھی لگی، اس نے جا کر اپنی بیوی کو یہ بات بتائی تو دونوں نے اس نقطہ نظر سے رشتوں کو دیکھنا شروع کر دیا کہ نیک کون ہے؟ چنانچہ بیوی نے کہا: پھر یہی ہمارا جو باغ کا خادم ہے، نیکی میں تو اس جیسا نوجوان ہمیں مل ہی نہیں سکتا، کیوں نہ ہم بیٹی کا رشتہ اس سے کر دیں؟ بالآخر اس ترکی تاجر نے اپنی اس نیک صورت، نیک سیرت بیٹی کا نکاح اس خادم کے ساتھ کر دیا۔ اس کا نام تھا مبارک۔ مبارک کی شادی ہوگئی۔ (ج 27 ص 220)

اب خاوند بھی نیک اور بیوی بھی نیک، اللہ رب العزت نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا۔ چونکہ یہ نام اللہ رب العزت کو بہت پسند ہے۔ یہ اسلام کے بہت روشن دور کا واقعہ ہے جسے تابعین کا دور کہتے ہیں۔ (ج 27 ص 221)

دوسروں کا دل خوش کرنے کی ان کو اتنی فکر ہوا کرتی تھی کہ ایک مرتبہ ایک آدمی ان کے پاس آیا، اس کے اوپر سات سو درہم کا قرضہ تھا۔ اس نے کہا کہ جی میں سات سو درہم کا مقروض ہوں مجھے کچھ دے دیجئے۔ انہوں نے سات ہزار درہم کی چٹ بنا کر اپنے خادم کی طرف بھیج دیا۔ اس نے خادم کو جا کر چٹ بھی دکھائی کہ جی مجھے رقم دے دیجئے۔ خادم نے پوچھا کہ کتنا قرضہ ہے؟ اس نے کہا کہ سات سو دینار۔ بھئی ادھر تو سات ہزار لکھا ہوا ہے، غلطی تو نہیں ہوگئی میں ذرا جا کر پوچھ لوں۔ خادم ان سے پوچھنے کے لئے آیا کہ جی کہیں غلطی سے تو سات ہزار نہیں لکھا۔ انہوں نے وہ چٹ لے لی اور دوسری چٹ چودہ ہزار کی بنا دی کہ جاؤ اسے یہ دے دو۔ اس نے پیسے تو دے دیئے لیکن بڑا حیران کہ اس اللہ کے بندے نے کیا کیا؟ جب وہ نوجوان چلا گیا جس نے قرض لیا تھا تو اس نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر پوچھا کہ سات سو کی جگہ سات ہزار کیوں لکھا؟ انہوں نے کہا: اس لئے کہ تم نے اسے بتا دیا تھا۔ اب سات ہزار دینے سے اس کا دل خوش نہ ہوتا میں نے اس کو چودہ ہزار لکھ دیا۔ اس نے پوچھا کہ آخر اس کی

وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے نبی علیہ السلام کی حدیث سنائی کہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص کسی مؤمن کے دل کو خوش کرتا ہے اللہ تعالیٰ زندگی کے پچھلے سب گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (ج 27 ص 228)

قاسم ابن احمد کہا کرتے تھے کہ میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ میں کون سی ایسی خاص چیز ہے کہ لوگوں کا ان کی طرف بڑا رجوع ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تسخیر قلوب کا مقام عطا کر دیا، جدھر جاتے تھے لوگوں کے دل مسخر ہو جاتے تھے۔ ان کی مجلس میں لوگ مور و ملخ کی طرح علم حاصل کرنے کے لئے کھچے چلے آتے تھے۔ ہم بھی حدیث پڑھتے ہیں، یہ بھی حدیث پڑھتے ہیں، جتنی عبادت یہ کرتے ہیں، اتنی عبادت ہم بھی کرتے ہیں، کون سی خاص چیز ہے مجھے سمجھ نہیں آتی تھی۔

فرمانے لگے ایک مرتبہ ہم بیٹھے اچانک ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا، اندھیرا ہو گیا۔ ایک آدمی چراغ جلانے کے لئے اٹھا۔ جب اس نے دوبارہ چراغ جلایا تو میری نظر عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آنسوؤں سے ان کی ریش تر ہو چکی تھی۔ میں نے پوچھا کہ عبداللہ کیوں روئے؟ کہنے لگے کہ مجھے اس اندھیرے کو دیکھ کر قبر کا اندھیرا یاد آ گیا۔ تب مجھے بات سمجھ میں آئی کہ اس خوفِ خدا کی صفت کی وجہ سے اللہ نے ان کو لوگوں کا مرجع بنا دیا۔ اور جب دل میں خوفِ خدا ہو اور انسان گناہوں سے بچے پھر اللہ رب العزت اس کو لوگوں میں مقبول بنا دیا کرتے ہیں۔

خوفِ خدا کا یہ عالم تھا، ایک مرتبہ شام کے سفر پر گئے اور لکھنے کے لئے کسی سے قلم لیا، اب قدرتاً وہ قلم ان کے پاس رہ گیا۔ جب یہ واپس اپنے وطن پہنچے تو خیال آیا کہ او ہو یہ قلم تو میں نے کسی سے مانگا تھا اور میرے ساتھ ہی آ گیا، اس کی تو مجھے ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کئی سو میل کا سفر صرف اس لئے کیا کہ واپس جا کر اس بندے کو اس کا قلم واپس کر سکوں۔ (ج 27 ص 234)

# حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں مماثلت

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اللہ کا خوف بہت زیادہ تھا۔ اس خوفِ خدا کی یہ حالت تھی کہ جب عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا، شاگرد پاس تھے، شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی سے اٹھا کے نیچے زمین پر لٹا دو! پہلے تو شاگرد تھوڑا حیران ہوئے نیچے قالین تو نہیں بچھے ہوئے تھے، مٹی تھی۔ دوبارہ کہا: چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹا دو! شاگردوں نے اس پر عمل کیا۔ جیسے ہی زمین پر لٹایا گیا تو کہتے ہیں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنے لگے اور اپنی داڑھی کو پکڑ کر روتے ہوئے کہنے لگے: اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ یہ نہیں کہا: میں نے چالیس چالیس ہزار طلبا کو حدیث پڑھائی، میری وجہ سے اتنے لوگ نیکی پر آئے، اللہ! میرے سے ایک بندے نے حدیث کا سوال پوچھا تھا اور حدیث پر گفتگو کرتے کرتے اسی میں فجر کی اذان ہو گئی تھی، کوئی عمل اپنا اللہ کے سامنے پیش نہیں کیا۔ جانتے تھے ہمارے عمل اللہ کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں۔ صرف رو کر اتنی بات کہی: اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔

سلمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے محدث ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو کئی سال قریب سے دیکھا۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک فرق تھا کہ صحابہ نے نبی علیہ السلام کا دیدار کیا تھا جب کہ ان کو یہ سعادت نہیں ملی تھی۔ ان کے سوا مجھے ان کی زندگی میں اور صحابہ کی زندگی میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا۔ جس بندے کی زندگی ایسی ہو وہ اپنے آخری وقت میں اللہ کے سامنے رو کر دعا کر رہا ہے: اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ اللہ کی عظمتوں کو جانتے تھے۔ عزیز طلبا! آج ہم اللہ رب العزت سے ایسا خوف مانگیں جو ہمیں گناہوں سے بچائے اور نیکی تقویٰ کی زندگی عطا فرمائے۔ (ج 27 ص 237)

# کلمہ کی کثرت

ہمارے ایک تعلق والے دوست تھے، خوب کلمے کا ورد کرتے تھے، کسی وجہ سے ان کو آپریشن تھیٹر میں جانا پڑا تو ڈاکٹر نے کہا کہ جب میں نے ان کو بے ہوش کیا تو یہ اس بے ہوشی کے وقت بھی کلمہ پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگے کہ جب آپریشن ہو جاتا ہے تو پھر آدھا پونا گھنٹہ لگتا ہے اس کو ہوش میں آنے میں، تو وہ آدھا پونا گھنٹہ کلمہ ہی اونچی آواز سے پڑھتے رہے۔ تو ہم اس کلمے کو اکثر پڑھیں چلتے ہوئے، پھرتے ہوئے، بیٹھے ہوئے، گاڑی میں سفر کرتے ہوئے۔ **لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ.**

آرام سے پڑھ سکتے ہیں۔ آج اگر اپنے اختیار سے کلمہ پڑھیں گے تو موت کے قریب جا کر جب اختیار چھننے والا ہوگا تو اس وقت بھی اللہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ (ج 27 ص 263)

## بس گزارا ہے

ایک صاحب کو میں جانتا ہوں کہ اتنا اللہ نے اسے مال دیا ہے کہ اگر وہ اپنے گھر کے علاوہ چالیس گھروں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھانا چاہے تو اسے پتہ ہی نہ چلے، اتنا مال ہے۔ ایک دفعہ پوچھا: سنائیں کام کاروبار کیسا ہے؟ تو منہ بنا کر کہتا ہے کہ گزارا ہے، اللہ اکبر کبیرا۔ میں نے کہا: یا اللہ! جس بندے کو آپ نے اتنا دیا کہ وہ چالیس گھروں کا بوجھ آرام سے اٹھا سکتا ہے، اس سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے؟ کہتا ہے: گزارا ہے۔ اس کو تو چاہیے تھا کہ آگے سے یوں جواب دیتا کہ میں اپنے اللہ پر قربان جاؤں، اس نے مجھے میری اوقات سے بہت بڑھ کر عطا کیا ہے۔ میں تو ساری زندگی سجدے میں سر جھکا کر پڑا رہوں میں اپنے مولیٰ کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ مگر شکر ادا کرتے ہوئے زبان چھوٹی ہو جاتی ہے۔ شکوے کرتے ہوئے زبان لمبی اور شکر ادا کرتے ہوئے زبان چھوٹی۔ (ج 28 ص 88)

# خلوص عمل ہو تو ایسا؟

ایک دفعہ رفاہ عامہ کے لئے کوئی کام کرنا تھا تو جو حاکم وقت تھا اس نے ایک عالم کو کہا کہ بھئی! آپ ذرا مسجد میں لوگوں کو متوجہ کریں کہ مخیرّ حضرات اس میں حصہ ڈالیں اور ہم اس کام کو، اس پروجیکٹ کو کرلیں۔ چنانچہ وہ عالم جو تھے انہوں نے بیان کیا اور لوگوں کو ترغیب دی۔ ابو عمر نجیر انہوں نے اس کو کہا کہ بھئی! میں تمہیں دو لاکھ درہم اس مقصد کے لئے دیتا ہوں۔ وہ بڑے خوش ہو گئے۔

اگلی نماز کے وقت میں وہ پھر لوگوں کو ترغیب دینے کھڑے ہوئے تو انہوں نے بات کرتے کرتے ان کا تذکرہ کردیا، دیکھو لوگو! اس میں خرچ کرو! دیکھو! ابو عمر نجیر نے بھی اس کے لئے دو لاکھ درہم دیئے ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو ابو عمر نجیر کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ جی وہ میں نے آپ کو دے تو دیئے لیکن میں نے اپنی والدہ سے مشورہ نہیں کیا تھا، تو میرے ذہن میں آرہا ہے کہ مجھے ان سے مشورہ ضرور کرنا چاہئے تھا، تو آپ مہربانی کر کے مجھے واپس کردیں۔ اب یہ عجیب بات کہ ایک وقت میں تو اتنا بڑا اقدم اٹھایا اور اب مجمع کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ وہ مجھے واپس کردو تو لوگوں کے دل میں بجائے محبت بڑھنے کے الٹا عجیب سی بات پیدا ہوئی۔ اور عالم صاحب بھی مجمع کے سامنے نہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے دو لاکھ جو لئے تھے وہ بھی واپس کردیئے۔

اب جب پورا مجمع چلا گیا تو ابو عمر نجیر دوبارہ اس کے پاس گئے، انہوں نے کہا کہ دیکھو میرے بھائی! تم نے لوگوں کو ترغیب کے لئے یہ بات بتائی لیکن میرے عمل کو تو تم نے ضائع کرنا تھا۔ اس لئے میں نے لوگوں کے سامنے واپس لے لیا تاکہ لوگ اس کو پسند نہ کریں۔ اب وہ چلے گئے، میں اللہ کے لئے دو لاکھ درہم پھر دے رہا ہوں۔ تو اتنا اہتمام کرتے تھے کہ ہماری ان باتوں کا کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔ ہمیں اجر فقط اللہ سے چاہئے۔ (ج 28 ص 38)

# ایک عورت کا انوکھا صبر

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا، ایک عورت کو دیکھا کہ وہ کہہ رہی تھی: اللہ! میں اس حال میں بھی میں آپ سے راضی ہوں۔ بار بار یہ الفاظ کہہ رہی تھی: اے اللہ! میں اس حال میں بھی آپ سے راضی ہوں۔ کہنے لگے کہ مجھے حیرانی ہوئی جب اس عورت نے طواف مکمل کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ کی بندی! تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ تو جو بار بار کہہ رہی ہے کہ اللہ! اس حال میں بھی تجھ سے راضی ہوں۔ وہ کہنے لگی کہ میں تین بیٹوں کی ماں گھر میں روٹیاں پکا رہی تھی، چھوٹا بیٹا میرے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اچانک میں نے کمرے سے آواز سنی چیخنے چلانے کی، میں دوڑ کے وہاں گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے بڑے بیٹے نے میرے چھوٹے درمیانے بیٹے کو ذبح کر دیا تھا۔ اور ذبح کیوں کیا؟ ایک دن پہلے میرے خاوند نے بکری کو ذبح کیا تھا اور وہ چھری کہیں پڑی ہوئی تھی، تو دونوں بھائیوں نے اسے دیکھا تو بڑا کہنے لگا کہ دیکھا: ابو نے اس چھری سے بکری کو ذبح کیا تھا، چھوٹے نے کہا: اچھا! اس نے کہا: میں تمہیں بتاؤں کہ کیسے کیا تھا؟ اس نے کہا: بتاؤ! تو چھوٹا لیٹ گیا اور بڑے کو سمجھ ہی نہیں تھی کہ چھری چلانے سے ہوگا کیا؟ اس نے چھری چلا دی۔ جب گردن کٹی اور خون کا فوارا چھوٹا تو پریشان ہوا کہ یہ کیا بنا؟ کہنے لگی کہ جب میں وہاں پہنچی تو میرا درمیانہ بیٹا خون کے اندر لت پت ہو چکا تھا، بکرے کی طرح ذبح ہو چکا تھا۔ میں نے اس کی لاش کو ہاتھوں میں اٹھایا اور صحن میں لا کر ایک چارپائی پر ڈال دیا۔

اب میں نے سوچا کہ میرا بڑا بیٹا کہاں گیا؟ کیونکہ وہ کہیں بھاگ گیا تھا۔ اس منظر کے بعد اس کو ڈھونڈنے لگی تو میں نے دیکھا کہ صحن کے اندر جو لکڑیاں پڑی ہوئی تھیں جو میں نے جلانے کے لئے رکھی تھیں وہ ان لکڑیوں کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ جب میں نے ان کے پیچھے دیکھا تو وہاں ایک سانپ تھا جس نے میرے اس بیٹے کو کاٹا تو میرا بیٹا وہاں مرا پڑا تھا۔ میں اس بیٹے کی بھی لاش لائی اور پہلے بیٹے کے ساتھ اس کو لٹا دیا۔

اب میں نے دیکھا کہ میرا تیسرا بیٹا نظر نہیں آ رہا، جو چھوٹا رینگنے والا تھا،

کراؤلنگ کرنے والا۔ کہتی ہیں کہ میں واپس اپنے تنور کی طرف آئی تو میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا تندور کے اندر گر چکا تھا، میں نے اس کی جلی ہوئی لاش نکالی اور تینوں لاشوں کو ایک جگہ لٹایا پھران کو نہلایا کفنایا اوران کو دفنایا اوران کو دفن کرنے کے بعد میں طواف کرنے آگئی اور میں کہہ رہی ہوں کہ اللہ میں اس حال میں بھی تجھ سے راضی ہوں۔ سوچیں ذرا کہ لوگوں پر کیا کیا مصیبت گزریں۔ (ج 28 ص 92)

## بہادر شاہ ظفر کا غم

بہادر شاہ ظفر کو جب فرنگیوں نے قید کیا تو اس کے بارہ بیٹے تھے۔ تو اس کو انہوں نے کہا کہ جی ہم آپ کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسے کھانے کے دستر خوان پر لے گئے تو دستر خوان میں سبزی پھل سب رکھے ہوئے تھے۔ درمیان میں کچھ برتن ڈھکے ہوئے پڑے تھے جیسے سالن کے برتن ہوتے ہیں۔ ایک فرنگی نے اس کے سامنے ایک برتن کو کھولا تو اس کو اپنے ایک جوان بیٹے کا سر پڑا ہوا ملا، دوسرے برتن کو کھولا تو دوسرے کا سر۔ بارہ برتن اٹھائے گئے بارہ برتنوں میں اس کے بارہ بیٹوں کے سر پڑے ہوئے تھے۔ وہ باپ کیا ہوگا جس نے اپنے دل میں اس غم کو برداشت کیا ہوگا، اس موقعہ پر اس نے یہ اشعار کہے تھے

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں ۔۔۔ نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے ۔۔۔ میں وہ اک مشتِ غبار ہوں
میرا رنگ و روپ بدل گیا ۔۔۔ میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا ۔۔۔ میں اسی کی فصل بہار ہوں

سوچیں لوگوں پر کیا کیا گزرا ہے اور ہم اپنے حال کو سوچیں، اے اللہ! ہمیں تو آپ نے اتنی سہولت میں، اتنی آسانیوں میں، اتنی خوشیوں میں رکھا کہ ہم آپ کا شکر ہی ادا نہ کر سکے۔ اور ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا ہو کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلا مانگنی نہیں چاہئے، ہم عاجز بندے ہیں اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بلاء کو مانگنا نہیں چاہئے ہاں آ جائے تو صبر کرنا چاہئے۔ یہی سوچ کر کہ اللہ کی مرضی یونہی تھی۔ (ج 28 ص 94)

## اکابر علمائے دیوبند کی اتباع سنت

ایک مرتبہ میاں اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے۔ تشریف لائے اور آ کے سلام کیا، مصافحہ کیا اور پوچھا کہ بھئی کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہوں انہوں نے فرمایا: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ. (البخاری، رقم: ۳۴۲۰)

اور چل پڑے۔ لوگوں نے کہا: بس اتنی دیر عیادت کرنی تھی۔ فرمایا:

اَلْعِيَادَةُ فَوَاقَ نَاقَةٍ. (کنز العمال، رقم: ۲۵۱۵۵) حدیث میں چونکہ یہی الفاظ تھے، وہ الفاظ کہہ کر بتا دیا کہ میں نے یہ عمل سنت کے بالکل مطابق کیا۔ (ج ۲۸ ص ۱۳۷)

## ظاہری علوم کا حصول بھی واجب ہے

یاد رکھیں کہ آفاق کا علم حاصل کرنا یہ واجب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس علم کی وجہ سے کافر مسلمانوں پر غالب آ سکتے ہوں اس علم کا حاصل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ دیکھو! یہ ہے اصل نکتہ۔ اگر مسلمان مغلوب ہو جاتے ہیں کسی وجہ سے اور اسلام کا پرچم نیچا ہو جاتا ہے کسی وجہ سے تو فرمایا کہ تم وہ علم حاصل کرو جس سے وہ غالب آ سکتے ہیں اور اعلائے کلمہ کے لئے نکلو! تو جس علم کی وجہ سے کافر مسلمانوں کے اوپر غالب آ سکتے ہیں، اس علم کا حاصل کرنا واجب ہے۔

لیکن جس علم کی بات ہم کر رہے ہیں یہ علم النفس سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان کے نفس کی اصلاح کیسے ہوتی ہے؟ اللہ کی رضا کیسے ملتی ہے؟ انسان کی روح کو غذا کیسے ملتی ہے؟ یہ علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ اب درجے کا اندازہ آپ خود لگائیں۔ جو کالجوں یونیورسٹیوں میں جا رہے ہیں، زیادہ سے زیادہ کہیں تو وہ واجب پر عمل کر رہے ہیں، لیکن جو مدارس میں جا رہے ہیں وہ فرض عین پر عمل کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم علماء کی قدر کریں اور ان کا اکرام کریں اور خود بھی علم حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ سے علم کا نور مانگیں۔ (ج 28 ص 270)

# افغانی شیخ اس کے علاوہ ہوتے تھے

ہم نے یہاں ایک افغانی شیخ کو دیکھا حیران ہوتے تھے وہ ویل چیئر پہ ہوتے کہ چل نہیں سکتے تھے اور وہ اپنے ہاتھوں سے ویل چیئر کے پہیوں کو گھمانے کی کوشش کرتے تھوڑا چلتے پھر رک جاتے۔ پھر چلتے پھر رک جاتے۔ اللہ تعالیٰ کسی نوجوان کے دل میں ڈال دیتے وہ ان کو دیکھ کر پولیس والے اپنی ڈیوٹیاں مکمل کر کے ان کو طواف کروار ہے ہوتے تھے۔ ان کو ہم نے ہر وقت طواف میں دیکھا ہر وقت۔ واہ میرے مولا! آپ کے چاہنے والے بھی کیسے کیسے ہیں؟ معذور ہو کر بھی وہ اتنے طواف روزانہ کرتے تھے۔ (ج29ص82)

# حاکم وقت سے بے اعتنائی

سالم بن عبداللہ کے بارے میں آتا ہے کہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے ان کو وقت کا حاکم ملا۔ کہنے لگا: سالم! آپ بتاؤ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ انہوں نے معذرت کر دی۔ وہ کہنے لگا: نہیں آپ مانگیں جو مانگتے ہیں۔ تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف اشارہ کر کے کہا او خدا کے بندے! اس گھر کے پاس آ کے بھی تجھ سے کچھ مانگوں گا۔ حاکم بڑا شرمندہ ہوا۔ سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا طواف مکمل کیا اور طواف مکمل کر کے حرم محترم سے باہر نکلے تو حاکم آپ کے انتظار میں تھا۔ وہ بھی باہر نکلا، آپ سے ملا اور کہنے لگا اب تو آپ باہر آ گئے، اب مجھ سے مانگیں جو مانگتے ہیں۔ تو سالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بتاؤ میں تجھ سے دین مانگوں یا دنیا مانگوں۔ وہ حاکم دین تو کہہ نہیں سکتا تھا اس لئے کہ دین میں تو سالم رحمۃ اللہ علیہ بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اپنے وقت کے اکابرین میں سے تھے۔ تو اس نے کہا آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ جب اس نے یہ کہا تو سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس ذات نے دنیا کو پیدا کیا دنیا تو میں نے اس سے بھی نہیں مانگی میں تجھ سے دنیا کیا مانگوں گا۔

یہ حضرات جب بیت اللہ میں وقت گزارتے تھے تو وہ اللہ سے اپنی سب امیدیں لگایا کرتے تھے۔ (ج29ص83)

# بیت اللہ کے پڑوس کی عظمت

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تو فرماتے ہیں ایک عربی بچہ تھا وہ ہمارے خیمے میں آتا اور ہم اسے روٹی، کھانا وغیرہ دے دیتے۔ وہ بہت پیارا بچہ تھا وہ بار بار آتا تو اس سے ہمیں انس ہو گیا اور وہ ہم سے کافی مانوس ہو گیا۔ فرماتے ہیں جب ہمارے جانے کا دن قریب آیا تو وہ بچہ بھی غمگین غمگین نظر آتا۔ میری اہلیہ اسے بتاتیں بس اب ہم چلے جائیں تو اس کا چہرہ بڑا اداس نظر آتا۔ ایک دن میری اہلیہ نے اس سے کہا اگر تو ہمارے ساتھ آنا چاہے تو ہم تجھے اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں تو ہمارے ساتھ چل وہاں ہمارے ملک میں تو بجلی کے پنکھے بھی ہیں اور کھانے پینے کی ساری نعمتیں بھی ہیں ہم تجھے پڑھائیں گے بھی، پالیں گے اور تجھے اپنے بچوں کی طرح رکھیں گے اور تجھے ایسی ایسی کھانے پینے کی ہر ہر نعمت وہاں ملے گی۔ جب اس نے اچھی طرح ترغیب دے کر بات کی تو بچے نے ساری بات غور سے سنی اور سننے کے بعد کہنے لگا: اچھا یہ بھی ہوگا، یہ بھی ہوگا یہ سب کچھ وہاں ہوگا؟ تو میری اہلیہ نے کہا جی یہ سب کچھ وہاں ہوگا۔ اس کے بعد اس نے بیت اللہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اشارہ کر کے کہنے لگا کیا یہ بھی وہاں ہوگا؟ تو میری اہلیہ نے کہا یہ تو وہاں نہیں ہوگا۔ جیسے ہی اس بچے نے سنا بیت اللہ وہاں نہیں ہوگا تو وہ کہنے لگا میں کبھی بھی وہاں نہیں جا سکتا۔ میں بیت اللہ شریف کے پڑوس کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ چھوٹے بچے بھی اتنا مجاہدہ کرتے پھر بھی ان کو بیت اللہ شریف کے ساتھ اتنی محبت ہوتی تھی۔ (ج29ص84)

# ریاکاری کا رونا

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بیت اللہ شریف کے غلاف کو پکڑ کر دعائیں مانگ رہا تھا اور اس کے دل میں یہ نیت تھی کاش! مجھے بصرہ والے دیکھ لیتے کہ میں کیسی دعائیں مانگ رہا ہوں۔ اندازہ لگائیں کہ وہ غلاف کعبہ پکڑ کر رو رہا ہے دعائیں مانگ رہا ہے مگر اس کے نفس کی خواہش

یہ ہے کہ میرے ساتھ جو بصرہ سے لوگ آئے ہیں وہ کبھی مجھے اس حال میں دیکھتے تو اس کا یہ رونا اللہ کے لئے نہ ہوا مخلوق کے لئے ہوا اس رونے کو رد کر دیا جائے گا۔

کتنے افسوس کی بات ہے ہم اتنی مشقتیں اٹھا کے، اتنا سفر کر کے اگر یہاں پہنچے تو کیا لوگوں کو دکھانے کے لئے ہم نے نفلیں پڑھنی ہیں، دعائیں مانگنی ہیں، طواف کرنے ہیں یا بار بار جانا ہے؟؟؟ ہرگز نہیں۔ ہم اپنی نیتوں کو ٹھیک کر لیں کہ ہم نے ہر عمل اللہ رب العزت کی رضا کے لئے کرنا ہے۔ (ج 29 ص 89)

## مرکز تجلیات سے حصول فیض

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے جو بھی فیض ملا یہ مرکز تجلیات سے ملا۔ یعنی بیت اللہ شریف سے ملا۔ اور واقعہ یہ سنایا کرتے تھے، خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ امام العلماء والصلحاء ایک مرتبہ مطاف میں تھے اور جماعت کے چند حضرات بھی ساتھ تھے۔ حضرت طواف کر رہے تھے اور جماعت کے لوگ بھی پیچھے پیچھے طواف میں مصروف تھے۔ اس دوران بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا گیا اور جو کھولنے والا دربان تھا اس نے حضرت کو دیکھ کر کہا آپ اندر جانا چاہتے ہیں تو اے شیخ! آپ چلے جائیں۔ فرماتے ہیں حضرت نے مجھے بھی اشارہ کر دیا کہ آؤ۔ چنانچہ میں بھی حضرت کے پیچھے ایک اور آدمی جو عربی نظر آتا تھا وہ بھی پیچھے آ گیا۔ فرماتے ہیں اندر داخل ہو کر ہم نے دو رکعت نفل پڑھی دعا مانگی۔ میرے دل میں اس وقت یہ تمنا پیدا ہوئی کہ میں نے حضرت سے کہا حضرت آپ مجھے اس مرکز تجلیات کے اندر بیعت کر لیں۔ فرماتے ہیں: حضرت نے میری درخواست کو قبول کر لیا اور مجھے بیعت کے کلمات بیت اللہ شریف کے اندر پڑھانے شروع کر دیئے وہ جو عربی آدمی نظر آتا تھا اس نے بھی درخواست کی حضرت نے فرمایا آپ تو اس دیس کے رہنے والے ہیں اور میں تو کسی اور جگہ کا رہنے والا ہوں ہمارا آپس میں ربط نہیں رہے گا لہٰذا آپ کسی مقامی

شیخ سے بیعت ہو جائیں۔ فرماتے ہیں اس کے بعد ہم نے مراقبہ کیا مراقبے میں مجھے یوں لگا کہ وہ جو عربی آدمی تھا وہ مجھے کہہ رہا ہے دیکھ رہے ہو، دیکھ رہے ہو۔ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کہ اس کے ہاتھ (مٹھی) میں مٹی ہے اور وہ اس مٹی کو پھینکنا چاہتا ہے۔ جب میں نے کہا کہ دیکھ رہا ہوں تو اس نے مٹی کو پھینکا اور وہ اڑتے اڑتے دریاؤں سے کھیتوں سے سمندروں سے اوپر جا کر ایک بڑی خوبصورت جگہ پہ گرتی ہے۔

فرماتے ہیں اتنی دیر مراقبہ تھا اتنی دیر کے بعد حضرت نے دعا کروادی۔ جب بیت اللہ شریف کی سیڑھیاں نیچے اترنے لگے تو سیڑھیوں کے درمیان میں حضرت نے مجھے بتایا کہ ابدال نے تمہیں کیا کہا؟ حضرت فرماتے ہیں مجھے تو اندازہ نہیں تھا میں نے سمجھا کہ مراقبے میں مجھے اونگھ آ گئی اور اونگھ میں میں نے یہ کوئی خواب دیکھا ہے لیکن جب حضرت نے پوچھا تو میں نے ساری تفصیل بتادی۔ حضرت فرماتے ہیں وہ آدمی جو بیعت ہونا چاہتا تھا وہ ابدال تھا اور اس کو میں نے جو بیعت سے انکار کر دیا تو اب میرا فیض تمہارے ذریعے سے پوری دنیا میں جائے گا۔ جہاں تک تم نے مٹی کو جاتے دیکھا وہاں تک اللہ تعالیٰ تمہیں پہنچائیں گے۔

حضرت فرماتے ہیں اس وقت مجھے تو ان باتوں کی سمجھ ہی نہیں تھی۔ میں نے کہا پتہ نہیں یہ کیسے ہوگا؟ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بار بار حرم شریف آنے کا راستہ کھولا پھر یہاں حج وعمرے کے موقع پر لوگ آتے بیعت ہو جاتے اور میں سمجھتا کہ خواب پورا ہو گیا۔ یہ فلاں ملک سے آکے بیعت ہو گیا، یہ فلاں ملک سے آکے بیعت ہو گیا، مگر ۳۵ سال کے بعد مجھے ریونین میں دعوت دی گئی، جب رمضان المبارک میں وہاں پہنچا تو میں نے ہو بہو وہی منظر دیکھا جو ۳۵ سال پہلے میں نے بیت اللہ شریف کے اندر دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی دعوت کے لئے مجھے وہاں تک پہنچا دیا۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مرکز تجلیات سے فیض ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مرشد اعظم بنا دیا۔ آج ہم بھی اسی جگہ آئے ہوئے ہیں تو کیا ہم اپنا دل دھو کے نہیں جا سکتے۔ یعنی بات ہے کہ دھو کے جا سکتے ہیں اس کے لئے تھوڑی اور کوشش کر لیں اللہ رب العزت کو منالیں۔ مشکل تو نہیں ہے مگر ہمت کوشش کرنی ہوتی ہے۔ (ج29ص90)

# تجلیات کا طواف کون کرتے ہیں؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا میں نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا کہ بہت ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی ہے اور وہ بھی جہراً پڑھ رہی ہے تو مجھے برا لگا کہ نوجوان بچی کو تو ایسے عاشقانہ اشعار نہیں پڑھنے چاہئیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو منع کیا کہ اے بچی! نوجوان العمر نظر آتی ہے تیرا اس طرح اشعار پڑھنا گرم گرم جذبے والے جو اشعار ہوتے ہیں وہ تو مناسب نظر نہیں آتا۔ وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی: حسن مجھے اتنا بتا دے آپ اس بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں یا رب البیت کی تجلیات کا طواف کر رہے ہیں؟ جب اس نے یہ پوچھا تو میں نے اس کو جواب دیا کہ اے بچی میں تو اسی بیت کا طواف کر رہا ہوں۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرا کر کہنے لگی: کہ اچھا جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور جن کے دل زندہ ہوتے ہیں وہ تو ان تجلیات کا طواف کر رہے ہوتے ہیں۔

کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ جذبہ عطا فرما دیں اور ہم بھی یہاں سے جانے سے پہلے کچھ اللہ سے مان کے جائیں اور کچھ منوا کے جائیں۔ (ج29 ص95)

# گمراہ ہونے والے علماء

اس دنیا میں بہت لوگ آئے جنہوں نے ظاہری علم تو بڑا حاصل کیا، لیکن اللہ والے نہ بن سکے، گمراہ ہو گئے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان کا نام ابوالفضل اور فیضی تھا۔ ان کے پاس ظاہری علم بڑا تھا۔ ابوالفضل بڑا تھا اور فیضی چھوٹا تھا۔ ان میں ذہانت بہت تھی۔ فیضی جو بات ایک مرتبہ سنتا اسے وہ یاد ہو جاتی۔ چھاپ لگ جاتی تھی۔ اور ابوالفضل اگر دو دفعہ سن لیتا تو اسے بھی یاد ہو جاتی تھی۔ وہ دونوں بادشاہ کے بڑے مقرب تھے۔

اس زمانے میں شعرا بادشاہ کی منقبت لکھا کرتے تھے جس کے اندر بادشاہ کے بارے میں تعریفی اشعار ہوتے تھے۔ جو شاعر بھی اپنا کلام لے کر بادشاہ کے پاس آتا اور منقبت سناتا تو چھوٹا بھائی سن کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ یہ تو میرے اشعار ہیں۔ چونکہ اس کو یاد ہو چکے ہوتے تھے اس لئے وہ سنا دیتا تھا۔ جب چھوٹا سنا دیتا تو دو دفعہ ہو جاتا۔ ایک دفعہ شاعر سناتا اور دوسری دفعہ چھوٹا بھائی سناتا۔ چنانچہ دو دفعہ سن کر ابوالفضل کھڑا ہو جاتا اور کہتا: جی ہاں! میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ میرے بھائی کا کلام ہے، میں بھی سنا سکتا ہوں۔ وہ بھی سنا دیتا اور دوسروں کے اشعار کا انعام بھی انہی کو مل جاتا۔ شعرا بے چارے پریشان ہوتے اور سوچتے کہ پتہ نہیں یہ کیا معاملہ ہے؟ (ج ۲۹ ص ۱۲۴)

## خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ میں ایک مرتبہ ہندوستان کا سفر کر رہا تھا تو راستے میں مجھے ایک جنگلی بیری ملی۔ جنگلی بیری کا درخت نہیں ہوتا شاخ نہیں ہوتی بلکہ زمین کے اوپر پھیلی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا وہ پھلوں سے لدی ہوئی ہے۔ مجھے بھوک بڑی لگی ہوئی تھی۔ میں وہیں کھڑا ہو گیا اور بیر چن چن کے کھانے لگا۔ بیر کھاتے ہوئے مجھے ایک خیال آیا اور میں نے اللہ سے دعا مانگی۔

اے اللہ! یہ ایک چھوٹی سی بیری ہے اس پہ تو نے اتنا پھل لگا دیا، میں بھی تیرا چھوٹا سا بندہ ہوں مجھے بھی پھل لگا دے۔ فرماتے ہیں کہ میں رو بھی رہا تھا اور دعا بھی کر رہا تھا۔ مجھ پہ اللہ کی ایسی رحمت ہوئی کہ مجھے الہام ہوا تم جہاں جا رہے ہو وہاں ایک قطب مدار تم سے بیعت کرے گا'' چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو قطب مدار بیعت ہوئے۔ ہمارے اکابر کے اندر ایسی تواضع تھی۔ (ج29 ص134)

# قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت جلدی مدرسے کا مہتمم بنادیا۔ جوانی کی عمر تھی ویسے بھی بڑی خوبصورت شخصیت تھے۔ اتنا پرانوار چہرہ تھا کہ بندہ ان کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ اور طبیعت میں نفاست بھی بہت تھی۔ بیٹھنے اٹھنے پہننے میں ایک نزاکت تھی۔ اتنا پرانوار چہرہ تھا کہ ہمارے حضرت خود فرماتے ہیں کہ میری ان سے پہلی ملاقات حرم میں ہوئی۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو دیکھ کے حیران ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اتنا پرنور چہرہ کیسے بنایا؟ حضرت قاری صاحب نے جواب دیا کہ میں نے یہ نہیں بنایا میرے شیخ نے بنایا ہے۔

ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو اپنی تعریف میں پتہ نہیں آگے سے کیا دنیا آسمان کے قلابے ملادیتا۔ تواضع یہ چیز ہے کہ یہ چہرہ میں نے نہیں بنایا میرے شیخ نے بنایا ہے۔ (ج۲۹ص۱۳۷)

# اخلاص کا درس

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرفیہ بنایا۔ یہ پہلا جامعہ تھا لاہور میں جو قرآن وحدیث کی تعلیم کے لئے اتنا بڑا جامعہ تھا۔ یہ ابتداء میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی، چھوٹی مسجد تھی۔ حضرت نے کام شروع کر دیا۔ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں ایک جامعہ میں پڑھاتے تھے۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خط لکھا اور خط میں دو فقرے لکھے:

''حضرت! آپ نے اب تک امیروں کی بریانیاں تو کھائی ہیں ہم فقیروں کی دال روٹی بھی قبول کرلیں۔'' یہ خط وہاں پہنچا اور حضرت نے یہ خط پڑھا تو فوراً وہاں استعفیٰ لکھا، اپنا سامان سمیٹا اور کرائے کی گاڑی لے کر سامان سمیت نیلا گنبد پہنچے اور پہنچ کر فرمایا: حضرت! میں حاضر ہوں۔ دین کی خدمت کی نیت ہو تو پھر ایسی کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

دیکھیں پھر اللہ نے ان سے کتنا کام لیا؟ معارف القرآن کی ایک تفسیر حضرت

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی اور دوسری تفسیر حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ اللہ نے ان کو عجیب علم دیا تھا ان کے پاس بیٹھ کے پتہ چلتا تھا کہ علم کیا ہوتا ہے؟ تو بہر حال وہ تشریف لے آئے اور جامعہ اشرفیہ کے نام سے جامعہ بن گیا۔

اللہ کی شان دیکھیں! کچھ ایسے اساتذہ بھی تھے جن کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ سیاست کے ساتھ بھی دلچسپی تھی۔ ان میں سے ایک استاد ایسے بھی تھے جنہوں نے جامعہ اشرفیہ کے قریب ہی ایک اور جامعہ کی بنیاد رکھ دی۔ اس سے بہت سے اساتذہ بھی حیران تھے کہ ایک نئے جامعہ کی بنیاد رکھنے کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔ اس سلسلے میں مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے نے اپنا ایک واقعہ مجھے سنایا فرمانے لگے: میں کسی کام کے لئے جا رہا تھا تو ایسے ہی میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: ابا جی! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ابا جی نے پوچھا: بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: امی نے کام بھیجا ہے۔ فرمایا: تم وہ کام کر کے آؤ پھر میں آج تمہیں اخلاص کا درس دوں گا۔

جب میں وہ کام کر کے واپس آیا تو بیٹھ گیا اور عرض کیا: ابا جی! اب بتائیں تو والد صاحب نے مجھ سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے سر پر کسی چیز کا اتنا بوجھ ہو کہ تم سے اٹھایا نہ جا رہا ہو، حتی کہ گردن ٹوٹنے کے قریب محسوس ہو، تم انتہائی مشقت کے ساتھ وہ بوجھ لے کر جا رہے ہو، اور ایسے وقت میں کوئی دوسرا بندہ آجائے اور یہ کہے کہ تم آدھا بوجھ مجھے دے دو، میں اپنی ذمہ داری سے منزل پر پہنچا دوں گا، تو اب بتاؤ کہ وہ تمہارا دوست ہوگا یا دشمن ہوگا؟ میں نے کہا: حضرت! وہ دوست ہوگا۔ تو ابا جی نے فرمایا: دیکھو بیٹا! یہ اتنا بڑا شہر ہے اور اس میں یہ ایک دار العلوم تھا اور اتنے بڑے شہر کی مسئولیت کا بوجھ صرف ہمارے سر پر تھا، اب ایک دوسرا مدرسہ بن گیا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا بوجھ تقسیم ہو گیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان بوجھ تقسیم کرنے والوں کو دوست سمجھیں یا دشمن؟ سبحان اللہ! کتنے بڑے مسئلے کو کتنے پیار سے حل کر دیا! سچی بات یہی ہے کہ دین کا کام جہاں بھی ہو رہا ہے اور جس کسی کے ذریعے ہو رہا ہے، وہی بہتر ہے۔ (ج 29 ص 139)

# کہیں اللہ سے نظر ہٹ نہ جائے

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تو انہوں نے اس کے اصول ہشت گانہ میں سے ایک اصول یہ لکھا کہ ''ہم دار العلوم کے لئے مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ قبول ہی نہیں کریں گے'' لوگوں نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ کہیں اللہ کی نظر ہم سے ہٹ نہ جائے اور اللہ کی مدد رک نہ جائے۔ ہمارے اکابر اللہ کی ذات پر اس طرح یقین اور بھروسہ رکھتے تھے اور ان کے اسی یقین کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کو یہ سب نعمتیں عطا فرماتے تھے۔ (ج 29 ص 143)

# حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اللہ پر یقین

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ فتوحات دے رہے ہیں۔ اتنی فتوحات کہ جدھر جاتے ہیں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔ جب ان کا طوطی بولتا تھا، عین اس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور پیغام دیا: ''خالد! جو بندہ آپ کی طرف رقعہ لے کر آ رہا ہے، آج کے بعد یہ فوج کا سپہ سالار ہوگا۔ اگر آپ اللہ کے راستے میں لڑنا چاہیں تو عام سپاہی بن کر لڑ سکتے ہیں اور اگر واپس آنا چاہیں تو آپ میرے پاس مدینہ آجائیں۔''

جب انہوں نے رقعہ لا کر دیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہاں میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ ٹھیک ہے، امیر المؤمنین کے حکم کی وجہ سے آج سے آپ سپہ سالار اور میں عام سپاہی ہوں۔''

کسی نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضرت! آپ فوج کے سپہ سالار تھے اور بغیر کسی خاص وجہ کے امیر المومنین نے آپ کو ایک رقعہ بھیجا اور آپ عام سپاہی بن کر لڑنے لگے، آپ کو ایسا کرنا مشکل نہیں لگا؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے تو کچھ مشکل نہیں لگا، اس لئے کہ جب میں سپہ سالار بن کر لڑ رہا تھا تو اس وقت جس ذات کو راضی

کرنے کے لئے یہ عمل کر رہا تھا، اب عام سپاہی کی حیثیت سے لڑتے ہوئے بھی میں اسی ذات کو راضی کرنے کے لئے عمل کر رہا ہوں، اس لئے مجھے کوئی فرق نہیں پڑا۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ نے اس عمل سے امت کو اتنے بڑے جرنیل سے کیوں محروم کر دیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے امت کو جرنیل سے تو محروم کر دیا مگر میں نے امت کا ایمان بچالیا۔ حضرت! وہ کیسے؟ فرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اتنی فتوحات دے رہے تھے کہ عام فوجیوں کے دل میں یہ بات آرہی تھی کہ خالد جدھر جائے گا ادھر کامیابی ہوگی۔ لوگوں کی نگاہیں اللہ کی مدد سے ہٹ کر ایک ذات پر جم رہی تھیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ وہ مدد ہٹ نہ جائے۔ میں نے ان کو تو ہٹا دیا، لیکن اللہ کی مدد اب بھی آئے گی اور اللہ تعالیٰ اب بھی کامیابی عطا فرمائیں گے۔ (ج 29 ص 144)

## ایک سبق آموز واقعہ

ایک نوجوان پاکستان کا امریکہ چلا گیا اور وہاں جا کر وہیں کی زندگی میں گم ہو گیا۔ اس کے دفتر میں ایک عیسائی لڑکی تھی اس کے ساتھ اس کے تعلقات بن گئے اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ میں نے اس لڑکی کے ساتھ شادی کرنی ہے۔ اس نے جواب دیا میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی۔ ماں باپ اس کے پکے عیسائی تھے۔ وہ مسلمان کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ لیکن بیٹی کی بات کو وہ رد بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تب انہوں نے کہا اگر یہ نوجوان ہماری شرائط پوری کر دے تو پھر ہم تمہاری شادی اس کے ساتھ کر دیں گے اور شرائط انہوں نے ایسی عجیب رکھیں کہ ان کو یقین تھا یہ پوری نہیں کر سکے گا۔

پہلی شرط یہ رکھی کہ اگر شادی ہو گئی تو یہ نوجوان اپنی جگہ کو چھوڑے گا اور ہمارے گھر کے قریب آکر اپنا گھر لے گا اور وہاں رہے گا۔ نوجوان نے اس بات کو قبول کر لیا۔

دوسری شرط یہ تھی کہ جس حد تک اس کا حلقہ احباب ہے (دوست ہیں) ان تمام کو یکسر چھوڑ دے گا۔ نہ فون کا رابطہ نہ ویسے ملنا ملانا۔ ہماری کمیونٹی کے جو لوگ ہیں یہ ان کو اپنا

دوست بنائے گا، ان کے ساتھ اپنا رابطہ واسطہ رکھے گا۔ اس نے یہ بات بھی قبول کر لی۔

تیسری شرط انہوں نے یہ لگائی کہ اپنے ماں باپ سے بھی ہمیشہ کے لئے یہ اپنا رابطہ توڑ دے گا۔ اس نوجوان نے یہ شرط بھی مان لی۔

چوتھی شرط انہوں نے یہ رکھی کہ یہ اپنے ملک کبھی واپس نہیں جائے گا یہاں رہے گا۔ اس نے یہ شرط بھی مان لی۔

پانچویں شرط عجیب ترین کہ ہم سنڈے کو اپنے گرجا میں جاتے ہیں تو یہ ہمارے ساتھ سنڈے کو گرجا میں بھی جایا کرے گا۔ اس نے یہ شرط بھی مان لی۔ اس لڑکی کی محبت میں ایسا اندھا ہوا کہ اس نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ چنانچہ جہاں یہ رہتا تھا پتہ چلا یہ ایک دن وہاں سے غائب ہو گیا۔ نہ دفتر والوں کو پتہ نہ دوستوں کو پتہ۔ ایک ماہ، دو ماہ بڑا اس کو تلاش کیا گیا مگر پتہ ہی نہیں کہ کہاں گیا۔ اور وہ ملک بھی اتنا بڑا ہے کہ کوئی گم ہونا چاہے تو وہ بڑے آرام سے گم ہو سکتا ہے۔ لوگ ایک سال تک تو اس کو یاد کرتے رہے۔ بالآخر ان کی میموری سے بھی اس کی باتیں نکلنے لگ گئیں۔ کوئی تین سال کے قریب عرصہ اس طرح گزر گیا۔

ایک دن امام صاحب مسجد میں آئے فجر کی نماز کے لئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ نوجوان آیا اور وضو کرنے لگا۔ وہ بڑے حیران ہوئے۔ یہ زمین میں سے برآمد ہو گیا یا کہیں اوپر سے ٹپک پڑا۔ کدھر سے یہ آدمی آ گیا۔ خیر! وہ بڑے سمجھدار تھے۔ انہوں نے نماز پڑھائی اور اس کو اپنے ساتھ اندر کمرے میں لے گئے اور کہا بھئی! آپ کے ساتھ تو ہمارا بڑا تعلق تھا، اتنا عرصہ ہم ایک دوسرے سے دور رہے، آؤ ایک کپ چائے کا پی لو۔ پھر انہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا بنی؟ تو اس نے پورا واقعہ سنایا:

کہنے لگا کہ اس لڑکی کی محبت میں میں نے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا، شادی ہو گئی۔ میں اس کے ساتھ زندگی گزارنے لگا۔ میرے پاس مسلمان ہونے کا ظاہراً کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ سوائے ایک نشانی کے کہ میری جو کتابیں تھیں وہ ایک جگہ پڑی ہوئی تھیں ان میں ایک قرآن مجید تھا۔ جب صبح روز میں تیار ہو کے دفتر جانے لگتا کتابوں پر میری نظر

پڑتی تو قرآن مجید کو دیکھ کر مجھے اللہ کی یاد آتی، اللہ کا دھیان آتا۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ بندے! تو خواہشات کے پیچھے لگ گیا، تو ہے گنہگار لیکن دیکھ! سچے اللہ کا یہ سچا کلام تیرے گھر میں موجود ہے۔ بس اتنا سا تصور میری زندگی میں تھا۔ روز آتے جاتے اس پر میری نظر پڑتی اور یہ خیال میرے دل میں سے گزرتا۔ اتنے کمزور تعلق نے بھی اس بچے کا ایمان بچالیا، کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ میں ایک دن آیا تو دیکھا کہ وہ کتاب وہاں موجود نہیں تھی۔ کہتا ہے میں نے بیوی سے کہا کہ ایک کتاب یہاں تھی وہ کدھر ہے؟ اس نے کہا جناب! میں نے آج گھر کی صفائی کی جس کتاب کو نہ میں پڑھتی ہوں نہ آپ پڑھتے ہیں میں نے وہ ٹریش کین میں ڈال کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں پھینک دیں۔ کہتا ہے جیسے ہی میں نے سنا میں اسی وقت اٹھا اور میں اس طرف گیا جہاں اس نے کتابیں پھینکی تھیں۔ باہر جا کر میں نے قرآن مجید کو ڈھونڈا اس کو چوما، آنکھوں سے لگایا، سینے سے لگایا، وہ کھڑکی میں سے مجھے دیکھ رہی تھی کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ جب واپس گھر آیا تو وہ کہتی ہے یہ کیا پاگلوں والی حرکتیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا: یہ میرے اللہ کا قرآن ہے اور یہ میرے گھر میں ہمیشہ رہے گا۔ اس نے کہا: اچھا ابھی تمہارے اندر وہ جراثیم موجود ہیں۔ اس لڑکی نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور اپنے والدین کو حالات بتانے چلی گئی اور میں نے بھی جوتا پہنا اور مسجد میں اپنے رب کو منانے کے لئے آ گیا۔

قرآن مجید کے ساتھ اس کا اتنا کمزور سا تعلق تھا محبت کا یہ تعلق بھی اس بندے کے لئے ایمان کے بچنے کا سبب بن گیا۔ (ج29 ص157)

## ایک عاشق قرآن دولہا

ایک حافظ تھے، قاری صاحب تھے، وہ عاشق قرآن تھے۔ ان کی شادی ہوئی، اپنی بیوی کے ساتھ ملاقات کے لئے گئے۔ تعارف ہوا بات چیت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم دو رکعت نفل پڑھ کے اپنی ازدواجی زندگی کی ابتدا کریں گے۔ چنانچہ بیوی نے تو جلدی سے

نفل پڑھ لئے۔ انہوں نے دو رکعت کی نیت باندھی، قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو پڑھتے ہی رہے۔ صبح کا وقت ہو گیا۔ سلام پھیرا تو تھوڑی سی دیر اذان ہونے میں باقی تھی۔

اب جب دیکھا تو احساس ہوا کہ اوہو! بیوی بھی انتظار میں تھی۔ بیوی نے کہا: آپ خود بھی تھکے اور مجھے بھی ساری رات جگا کے بٹھا دیا۔ تو اس سے معذرت کی اور کہا کہ قرآن پڑھتے ہوئے میرا اس طرف دھیان ہی نہ گیا۔ میں فجر پڑھ کے آؤں گا پھر آپ کے ساتھ بیٹھ کے بات کروں گا۔ اب یہ فجر پڑھنے گئے تو دوستوں نے پوچھا: بتاؤ بھئی! مہمان کو کیسے پایا؟ تو یہ آئیں وائیں کرنے لگے تو انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ تو کیسا مرد ہے تیری رات اس کے ساتھ گزری اور تجھے اپنی بیوی کا پتہ ہی نہیں؟ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے تو دو رکعت کی نیت باندھی تھی، قرآن پڑھنے میں مجھے اتنی لذت ملی کہ میرے ذہن سے یہ خیال ہی نکل گیا کہ کوئی میرے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ کتنا ان کو مزہ آتا ہوگا۔ اور ہمارے اکابرین قرآن مجید واقعی اسی طرح پڑھتے تھے۔ (ج29ص164)

## قرآن کے گلشن میں طواف

ایک مرتبہ ہم حج پہ تھے اور حضرت قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی سال حج پہ تشریف لائے۔ وہ جب طواف کرتے تو ان کے ایک طرف پانچ، دس حافظ ہوتے تھے اور دوسری طرف بھی پانچ، دس حافظ ہوتے تھے اور یہ سارے آٹھ، دس بندے قرآن پڑھ رہے ہوتے اور حضرت نابینا تھے، وہ ان کا قرآن سن رہے ہوتے اور ان کو لقمہ دے رہے ہوتے۔ یہ ان کا طواف ہوتا تھا ماشاء اللہ قرآن کے گلشن میں طواف کیا کرتے تھے۔

ان کی عادت تھی کہ جو ان سے ملنے آتا اس سے قرآن سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ڈپٹی کمشنر صاحب ملنے آ گئے۔ حضرت نے ان سے بھی فرمایا کہ مجھے سورۃ اخلاص ہی سنا دو۔

ڈی سی صاحب کو بھی سورۃ اخلاص سنانی پڑی ع

''جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں''

جن کو محبت ہوتی ہے ان کو پھر مزا بھی اسی چیز میں آتا ہے۔ (ج29ص165)

## ہر ہر آیت کے آخری لفظ کی تلاوت

ایک مرتبہ ان کو ایک عالم حافظ صاحب ملے۔ حضرت نے پوچھا: سناؤ! منزل کیسی ہے؟ وہ کہنے لگا: باقی تو ٹھیک ہے لیکن جہاں آیت مکمل ہوتی ہے وہاں کہیں کہیں مجھے متشابہ لگتا ہے۔ جیسے یعملون ، تعلمون۔

متشابہ لگ جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: اچھا! یہ جو آخری لفظ ہیں نا میں تمہیں سناتا ہوں۔ وہیں بیٹھے بیٹھے حضرت نے پہلی آیت کا آخری لفظ جیسے اُلْعٰلَمِیْنَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا آخری لفظ " اُلْعٰلَمِیْنَ " پھر اگلی آیت " الرحیم " پھر اگلی آیت "البدین " اور الحمد سے لے کر والناس تک آخری آخری لفظ سنا دیا۔ ایسے لگتا تھا جیسے قرآن مجید ہر وقت ان کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید ان کو یاد تھا۔ محبت، تعلق اتنا ہوتا تھا۔ یہ لوگ عاشق قرآن تھے۔ (ج 29 ص 166)

## ”حافظ والا“ گاؤں کی وجہ تسمیہ

قرآن مجید کے عاشقین اس ملک میں بھی بہت تھے۔ ایک مرتبہ ایک قاری صاحب مجھے اپنے گاؤں لے گئے کہ حضرت! پروگرام ہے۔ میں نے کہا: قاری صاحب! آپ کیوں مجھے گاؤں میں لے جاتے ہیں؟ سفر کی مشقتیں الگ ہیں اور میں بڑے بڑے شہروں میں ٹائم نہیں دے پاتا۔ کہنے لگا: حضرت! آپ نے اس گاؤں میں میرے ساتھ جانا ہے۔ خیر! ان کے ساتھ تعلق تھا۔ چلے گئے وہ گاؤں شجاع آباد سے ذرا آگے ہے۔ کہنے لگے: حضرت! میں اپنے گاؤں کے بارے میں بتاؤں کہ ہمارے گاؤں کا نام ہے ”حافظ والا“ اور یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس گاؤں میں کوئی ایک بھی گھر ایسا نہیں جس میں کوئی بچہ، بچی، مرد، عورت ایسا نہیں جو قرآن مجید کا حافظ نہ ہو۔ پوری گاؤں میں کوئی ایک بھی گھر ایسا نہیں ہے۔ الحمد للہ

آج بھی ایسے گاؤں اسی ملک کے اندر موجود ہیں۔ (ج 29 ص 170)

# خلافتِ عثمانیہ کی بنیاد

ایک ترک تھا اس کا نام تھا عثمان۔ نیک تھا، جذبہ اچھا رکھتا تھا۔ اس کو مہمان نوازی کا بڑا شوق تھا۔ جب کہیں مسافر مل جاتا یہ اس کو لا کر کھانا کھلاتا، گھر ٹھہراتا، اگلے دن رخصت کر دیتا۔ جو اس کے گاؤں والے تھے وہ سب ایک ہی فیملی کے لوگ تھے، ایک ہی قبیلہ تھا۔ وہ اجنبی لوگوں کا اپنے گاؤں میں آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اس کو کہا کہ تم اجنبی لوگوں کو نہ لایا کرو۔ آخر گاؤں ہے، عورتیں ہیں، بچیاں ہیں ہم نہیں چاہتے کہ کوئی پرایا بندہ یہاں آئے۔ اس کو جب بھی کوئی مہمان ملتا یہ اس کو گھر لے آتا۔ گاؤں والوں نے مل کر مشورہ کیا کہ اس کو منع کریں۔ انہوں نے منع کر دیا۔ پھر اس کو مہمان مل گیا اور یہ اس کو لے آیا۔ اب گاؤں والوں نے مشورہ کیا کہ اگر اب یہ گاؤں میں کسی اجنبی کو لایا تو ہم اس کی پٹائی بھی کریں گے اور گاؤں سے بھی نکال دیں گے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد یہ پھر مہمان کو لے کر آ گیا۔ گاؤں والوں نے مل کر اس نوجوان کی پٹائی بھی کی اور اس کو انہوں نے کہا کہ تم گاؤں سے نکل جاؤ ورنہ تمہیں جان سے مار دیں گے۔ اب یہ بیچارا بڑا پریشان کہ جاؤں تو کہاں جاؤں۔ پریشانی میں پھر اپنے یاد آتے ہیں۔

اس کے شیخ کوئی پانچ سات کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دوسرے گاؤں میں رہتے تھے۔ یہ اپنے شیخ کے پاس چلا گیا کہ حضرت! میرے ساتھ تو یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا ایسے ہے کہ تم رات کو آرام کرو۔ صبح اٹھ کر اس بارے میں کچھ سوچیں گے، تجویز کریں گے۔ چنانچہ یہ عثمان مہمان خانے میں سو گیا۔ تہجد میں اٹھا اس نے نماز پڑھی۔ اس کا معمول تھا کہ یہ تہجد پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے ادھر ادھر قرآن مجید ڈھونڈا تو اس کو پتہ چلا کہ رات کو جدھر یہ پاؤں کر کے سویا ہوا تھا اس سمت میں الماری تھی وہاں قرآن پڑا ہوا تھا۔ اوہو! یہ بڑا پریشان ہوا کہ ساری رات اس کی طرف میرے پاؤں تھے۔ میں تو بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ چنانچہ اس نے قرآن مجید کو

اٹھایا، چوما، اس کو آنکھوں سے لگایا، سینے سے لگایا اور اللہ سے معافیاں مانگنے لگا۔

اللہ! یہ تیرا کلام ہے اور اس کی طرف پاؤں کر کے سویا رہا ہے بے ادبی کا مرتکب ہوا اللہ! میرے گناہ کو معاف کر دے۔ ادھر یہ رورو کے معافیاں مانگ رہا ہے اور ادھر ان کے شیخ کو خواب کی حالت میں زیارت ہوئی اور کہا گیا کہ عثمان کو کہو یہاں سے نکلے، ہم اس کو دنیا میں عزتیں عطا فرمائیں گے۔

اسی دوران شیخ کمرے میں آئے۔ انہوں نے دیکھا عثمان قرآن مجید کو ہاتھ میں پکڑے رو رہا ہے۔ پوچھا عثمان! کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا: حضرت! میں بے ادبی کا مرتکب ہوتا رہا، ساری رات قرآن کی جانب پاؤں کر کے لیٹا رہا۔ مجھے پتہ نہیں تھا۔ اب پتہ چلا تو اللہ سے معافیاں مانگ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: عثمان! مجھے اشارہ ہوا ہے کہ تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ عزتیں دیں گے۔

وہ نوجوان روئے۔ حضرت! گاؤں والوں نے بھی دھکے دے کر نکال دیا۔ اب آپ بھی یہاں سے رخصت کر رہے ہیں۔ شیخ نے کہا: تم یہاں رک نہیں سکتے۔ مجھے اشارہ ہوا ہے، نکلو یہاں سے جاؤ۔ زبردستی بھیج دیا۔

عثمان جب باہر نکلا تو اس کو دس پندرہ نوجوان مل گئے وہ اپنی زندگیاں دین کی خاطر وقف کر چکے تھے اور چاہتے تھے کہ ہمارا کوئی امیر ہو اور ان میں سے کوئی بننے کو تیار نہیں تھا۔ انہوں نے فیصلہ یہ کیا تھا کہ اچھا کل صبح جو بندہ سب سے پہلے شہر سے باہر آئے گا وہ ہمارا امیر ہوگا۔ انہوں نے عثمان کو دیکھا تو کہا: جناب! آپ ہمارے امیر اور ہم مامور آپ ہمیں جو دین کا کام دیں گے ہم کریں گے۔ عثمان نے کہا بہت اچھا میں تو پہلے ہی تیار ہوں۔ چلو ہم چلتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے ایک طرف کو جانا شروع کر دیا، اب جس گاؤں میں یہ لوگ رکتے دوسرے لوگ دیکھتے کہ دس پندرہ نوجوان ہیں، خوبصورت چہرے، تقویٰ نظر آتا ہے۔ نیکی نظر آتی ہے وہ پوچھتے کہاں جا رہے ہو؟ یہ کہتے بس زندگیاں دین کے لئے

وقف کردی ہیں۔ ہم اللہ کے دین کے لئے جارہے ہیں تو ہر گاؤں سے پانچ، سات نوجوان ان کے ساتھ ہوجاتے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر  لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

وہ تو ایک جماعت بن گئی، کئی سو بلکہ ہزاروں کی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فلاں جگہ کافروں کی سرحد ہے اور وہاں سے مسلمانوں کو کئی دفعہ مشکلات پیش آتی ہیں ہم وہاں جاتے ہیں۔ ہم عیسائیوں کو (اگر وہ حملہ کریں گے تو پھر) مزا چکھائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے جہاد کی نیت سے وہاں جانا شروع کر دیا۔

اللہ کی شان کہ جب یہ وہاں سے ابھی کچھ دور چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھے تو اس ملک کے جو مخبر تھے انہوں نے دیکھ لیا۔ انہوں نے جا کر بادشاہ کو اطلاع دی۔ جناب! ایک ہزار کے قریب نوجوان ہیں سب بڑے جذبے والے، سب جان دینے والے ہیں اور وہ آرہے ہیں اور آکے ہوسکتا ہے وہ حملہ ہی کر دیں۔ آپ کی فوج ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کا کوئی بندوبست کر لیں۔

عیسائی بادشاہ بوڑھا تھا وہ خود یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا معاملہ ہو۔ اس نے پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ساتھ صلح کر لیں۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اپنی بیٹی آپ کو نکاح میں پیش کر دیتا ہوں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں اس وعدے پہ سچا ہوں، پکا ہوں۔ آپ ہمارے ساتھ جنگ نہ کریں، ہم حملہ نہیں کرتے۔ مشورہ کیا گیا۔ نوجوانوں نے کہا کہ آپ اس کو قبول کر لیں۔ چنانچہ بادشاہ کی جو بیٹی تھی وہ مسلمان ہوئی اور عثمان کے نکاح میں آگئی۔ اب عثمان نے وہاں زندگی گزارنی شروع کر دی۔ اللہ کی شان کہ بادشاہ کی ایک ہی بیٹی تھی اور اولاد نہیں تھی۔ چند دنوں بعد جب بادشاہ مرا تو پیچھے کسی کو اس کا نائب بنانا تھا تو لوگوں کو اس کے داماد سے بہتر کوئی نہ ملا چنانچہ لوگوں نے عثمان کو بادشاہ بنا دیا۔ عثمان کو جب بادشاہت ملی تو اس نے سوچا کہ میں تو اپنے گھر سے نکلا ہوا، دھتکارا ہوا بندہ تھا۔ مجھے میرے شیخ نے کہا تھا کہ تم نے قرآن کی

عزت کی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تجھے عزتیں دیں گے۔ لہٰذا آج مجھے اللہ نے یہ شاہی عطا فرمائی۔ میں جو کچھ بنا قرآن کے صدقے بنا۔ میں قرآن کے حکم لاگو کروں گا۔ شریعت کے حکم کو لاگو کروں گا۔ چنانچہ عثمان نے شریعت کے لاگو کرنے کا فیصلہ کر لیا حتیٰ کہ عدالت کے اندر پہلے قرآن کو لے جایا جاتا تھا اور لوگ ادب کی وجہ سے کھڑے ہوتے تھے پھر بیٹھتے تھے۔ پھر قرآن کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ پہلے قرآن مجید کو اٹھا کر لے جاتے پھر مجلس برخاست ہوتی تھی۔ یہ قرآن مجید کے احکام جو لاگو ہوئے تو اس کا نام خلافت عثمانیہ بنا۔ جو کئی سو سال تک اللہ کے حکموں کے مطابق زندگیوں کے گزارنے کا سبب بن گیا۔ ایک نوجوان جو اللہ کے قرآن کا ادب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں خلافت قائم کرنے کا سبب بنا دیتا ہے۔ (ج 29 ص 173)

## امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا عشق قرآن

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیان کا ایک عجیب فیض عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ ان کا بیان سننے کے لئے مسلمان، ہندو سب اکٹھے آتے تھے۔ اور انہوں نے دین کا خوب کام کیا لیکن ان کا قرآن مجید کے ساتھ عجیب تعلق تھا۔ قرآن ایسا پڑھتے تھے کہ فرمایا کرتے تھے "لوگو! تم سید کے بیٹے کا قرآن نہیں سن سکتے"۔

ایک مرتبہ علی گڑھ کے اندر کسی نے ان کی تقریر رکھوا دی اور علی گڑھ والے ذہنی طور پر ان کے مخالف تھے۔ چنانچہ حضرت وہاں تشریف لے گئے، لوگوں نے منصوبہ یہ بنایا کہ جب ان کو سٹیج پہ بلایا جائے گا، اس وقت سب طلباء انکار کر دیں گے کہ ہم اس کی بات نہیں سننا چاہتے۔ لہٰذا ان کو پریشان ہو کر، ذلیل ہو کر واپس جانا پڑے گا۔ حضرت کو تو معلوم نہیں تھا۔ حضرت وہاں گئے۔ چنانچہ ان کو تقریر کے لئے بلایا گیا۔ طلباء کھڑے ہو گئے کہنے لگے ہم نے اس بندے کی تقریر نہیں سنی۔ ہم نہیں سننا چاہتے۔ انتہائی بدتمیزی کا طوفان کھڑا کر دیا حضرت پہلے تو خاموش رہے پھر فرمایا:

میں اتنے میلوں کا سفر کر کے یہاں آیا ہوں میرے عزیز بچو! اگر آپ مجھے اجازت دو تو میں آپ کو قرآن مجید کا ایک رکوع سنا کے چلا جاؤں۔ اب اس وقت طلباء کے دو گروہ ہو گئے۔ کچھ کہنے لگے ہم نے قرآن بھی نہیں سننا اور کچھ کہنے لگے قرآن سننے میں کیا رکاوٹ ہے کیوں نہیں سننا تم نے؟ لو جی! آدھے بچے جب فیور (حمایت) میں ہو گئے تو وہ غالب آ گئے۔ انہوں نے کہا قرآن مجید کیوں نہیں سننا؟ حضرت! سنائیں قرآن۔ چنانچہ حضرت کو قرآن سنانے کے لئے کہا گیا۔ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے جب قرآن پڑھنا شروع کیا۔ ایسا سوز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ جب قرآن مجید کا رکوع مکمل کیا تو پورا کا پورا مجمع ایک عجیب جذب کی حالت میں تھا۔ حضرت نے فرمایا: بچو! اگر اجازت دو تو میں اس رکوع کا ترجمہ بھی سنا دوں۔ تو بچوں نے خاموشی اختیار کی، حضرت نے علی گڑھ میں دو گھنٹے کی تقریر فرمائی اور پھر واپس آئے۔ کئی مرتبہ آپ تلاوت کرتے تھے اور ہندو آپ کا قرآن سن کر اسلام قبول کر لیا کرتے تھے۔ (ج 29 ص 183)

## قرآن سن کر سانپ جھومنے لگا

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ چکوال کے ایک آدمی نے بتایا۔ کہنے لگا کہ ایک رات امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ میرے ہاں مہمان ٹھہرے۔ سردیوں کی رات تھی میں نے کہا حضرت چلو آرام کر لیں۔ صبح ان سے ملاقات ہو گی۔ میں نے اٹھ کر تہجد پڑھی اور سوچا کہ میں اٹھ کر جا کر دیکھوں تو سہی آرام کر رہے ہیں کوئی ضرورت تو نہیں؟ میں جب کمرے میں گیا تو حضرت کمرے میں موجود نہیں تھے۔ میں نے کہا میرے مہمان کہاں گئے؟ میں باہر نکلا۔ باہر کچھ اندھیرا تھا کچھ ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگ گئی تھی۔ کہنے لگے مجھے دور سے کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آئی۔ کہنے لگے کہ میں آہستہ قدموں پہ چلتا چلتا وہاں گیا۔ جب میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ کھلے آسمان کے نیچے ایک چٹان کے اوپر شاہ صاحب بیٹھے ہوئے آنکھیں بند کر کے

اللہ کا قرآن پڑھ رہے تھے اور وہ کہتا ہے میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں ایک سانپ حضرت کے سامنے قرآن سن رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔ حضرت نے جب تلاوت مکمل کی سانپ اپنی طرف چلا گیا، حضرت اٹھ کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے واپس تشریف لے آئے۔ دنیا میں جس کو عزت ملی کس سے ملی؟ اللہ کے قرآن کی وجہ سے ملی اس لئے کہ

ان اللہ یرفع بھٰذا القرآن اقواما۔

''اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے قوموں کو بلندی عطا فرما دیتے ہیں''۔ (ج 29 ص 184)

## حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عشق قرآن

ہمارے حضرت پیر غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ مرشد عالم کہلائے جاتے تھے۔ یہ مرشد عالم کیسے بنے؟ قرآن کی محبت کی وجہ سے۔ اتنا عشق تھا ان کو قرآن سے کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت تھکے ہوئے آتے تھے اور قرآن سن کر بالکل فریش ہو جاتے۔ فرماتے تھے کہ قرآن سننے سے میری تھکن دور ہو جاتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ایک دفعہ مری میں حضرت کے ساتھ رمضان المبارک میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور وہ ایک ایسی رات تھی کہ وہاں مسجد والوں نے پورے ملک سے قراء کو بلایا ہوا تھا۔ اور انہوں نے اپنا قرآن سنانا تھا۔ وہ امام صاحب بتانے لگے کہ اس مصلے پر چھتیس سال سے ہم یہ رات گزارتے ہیں اور چھتیس سال میں ایک بھی قاری کو کبھی لقمہ دینے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ایسے قاریوں کو بلاتے تھے کہ جن کو قرآن مجید اس طرح یاد ہوتا تھا۔ جس طرح کہ لوگوں کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ ایسے لوگ آتے تھے۔ حضرت بھی وہیں تھے اور حضرت کو شوگر کی بیماری تھی عمر نوے سال کے قریب تھی حضرت نے مغرب کے بعد افطاری کی، وضو فرمایا اور وضو کر کے مسجد میں تشریف لے آئے۔ عشاء کی نماز ہوئی، تراویح شروع ہو گئی تراویح مکمل ہونے کے بعد قراء کی اپنی تراویح کچھ رہتی تھیں، دو دو رکعت کر کے چھوڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے تراویح کی نیت کرنی تھی اور پیچھے والوں

نے نفل کی نیت کرنی تھی۔ چنانچہ انہوں نے قرآن سنانا شروع کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ وضو وغیرہ تازہ کرنے کے لئے کمرے میں جائیں گے مغرب کا وضو اوراب تراویح وغیرہ بھی ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا نہیں قرآن سنوں گا۔

حضرت نے نیت باندھ لی۔ ساری رات قرآن مجید سنتے رہے۔ حتیٰ کہ سحری سے ایک گھنٹہ پہلے مسجد والوں نے سحری کا انتظام وہیں پر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت نے سحری بھی وہیں کی۔ اب جب سحری کرلی، اذان ہوگئی تو نماز میں تھوڑا وقفہ تھا۔ میں پھر قریب ہوا اور پوچھا کہ حضرت آپ کمرے میں تشریف لے جائیں گے وضو تازہ کرنا ہوگا؟

سحری کے بعد تو اچھے بھلے بندے کو بھی واش روم استعمال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب میں نے کہا کہ حضرت وضو کرنا ہے؟ تو فرمایا کہ میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے! حضرت نے آگے سے یہ الفاظ کہے۔ میں خاموش ہوگیا۔ شوگر کے مریض ہیں تقریباً نوے سال کی عمر ہے اور مغرب کا وضو کیا ہوا اور فرماتے ہیں کہ میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے۔ حضرت نے فجر کی نماز پڑھی اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد درس قرآن میں بیٹھ گئے۔ یا اللہ! حضرت نے ایک گھنٹے کا درس قرآن دیا، اس کے بعد اشراق کی نماز پڑھی اور اشراق پڑھنے کے بعد آئے اور آکر نیا وضو کیا۔ لوگ امام اعظم پہ باتیں کرتے تھے کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ اللہ کے بندو! ہم نے مغرب کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھتے ہوئے ایک اللہ والے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت جب گفتگو فرماتے تھے تو عام گفتگو میں قرآن مجید کی آیتیں بیان کرتے تھے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ابا جی پورے دن کی گفتگو میں جتنی آیتیں پڑھتے تھے اگر میں ان کو اکٹھا کروں تو میرے اندازے میں تین سے چار پارے قرآن مجید کی تلاوت مکمل ہو جاتی ہے۔ اس عشق قرآن کا اللہ نے ان کو کیا اجر دیا کہ آج پوری دنیا میں ہمارے حضرت کا فیض پھیلا ہوا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جس کو بھی اللہ نے اٹھایا اگر آپ دیکھیں تو وہ بندہ

یا اس کے پیچھے کوئی عاشق قرآن ہوگا۔ جس کی دعاؤں نے اس کو اٹھا کے، عزتوں کے تاج پہنائے ہوئے ہوں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں قرآن مجید کے ساتھ سچی پکی محبت نصیب فرمائے۔ ہماری زندگی کا کوئی دن قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر نہ گزرے۔ (ج29 ص185)

## حکمِ خدا کی عظمت

ایک بزرگ فرماتے تھے: ''اللہ رب العزت نے میرے دل میں یہ بات الہام فرمائی کہ میرے بندوں سے کہہ دو۔ جب یہ گناہ کرنا چاہتے ہیں تو ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے جن سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں؟ ہم سوچیں تو سہی کہ ہم اللہ رب العزت کے حکم کو توڑ رہے ہوتے ہیں۔ (ج29 ص200)

## آگ کی طاقت

مجھے ایک مرتبہ رشیا میں سفر کرنے کا موقع ملا۔ ہم نے ایک جگہ آگ کا ایک شعلہ دیکھا جو کم از کم ایک فرلانگ اونچا ہوگا۔ اتنا اونچا شعلہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ مقامی آدمی نے بتایا کہ یہاں پر آئل ویل کھودا گیا مگر ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے جب اس میں سے گیس نکلنی شروع ہوئی تو وہاں آگ لگ گئی۔ اب نیچے سے گیس آرہی ہے اور اوپر سے یہ اتنا بڑا شعلہ جل رہا ہے۔ اس کو ہم نے کئی سال تک بجھانے کی کوشش کی مگر ہم اس کو بجھا نہیں سکے۔

حتیٰ کہ پوری دنیا میں اناؤنس منٹ کروائی کہ جو کمپنی اس شعلے کو بجھائے گی بعد میں جو تیل نکلے گا آدھا ہم اس کو شیئر دیں گے۔ دنیا کے بڑے ملکوں کی کمپنیاں آئیں مگر انسان عاجز آ گئے۔ آج نو سال گزر گئے ہیں اور یہ شعلہ اسی طرح جل رہا ہے۔ آگ کے اندر طاقت ہے۔ (ج29 ص206)

# ایک عبرت ناک واقعہ

ہمارے جھنگ کے علاقے میں ایک بڑے زمیندار کی اتنی لینڈ ہولڈنگ تھی کہ اس کی زمین میں تین ریلوے اسٹیشن بنے ہوئے تھے۔ پہلا ریلوے اسٹیشن بھی اس کی زمین میں، دوسرا بھی اس کی زمین میں، تیسرا بھی اس کی زمین میں، اتنا بڑا زمیندار تھا۔

ایک مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے چوک میں کھڑا آئس کریم کھا رہا تھا۔ کسی دوست نے کہہ دیا یار! کاروبار اچھا نہیں بڑا پریشان ہوں۔ تو یہ آگے سے بڑا ترنگ میں آ کر کہتا ہے یار! تم ہر وقت پریشان رہتے ہو آئے گا کہاں سے اور مجھے دیکھ میں ہر وقت پریشان رہتا ہوں لگاؤں گا کہاں پہ۔ میری تو آنے والی چالیس نسلوں کو پرواہ نہیں۔

یہ عجب کا بول اتنا اللہ کو ناپسند آیا کہ یہ ایک بیماری میں مبتلا ہوا۔ چھ مہینے کے اندر خود اس دنیا سے چلا گیا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا جس کی عمر سترہ، اٹھارہ سال تھی۔ وہ اکیلا اس کی تمام میراث کا وارث بن گیا۔ اربوں روپے اکاونٹ میں۔ جوانی بھی تھی۔ ایسے لوگوں کے برے دوست بہت جلدی بن جاتے ہیں۔ ایک، دو دوستوں نے اس کو عیاشی کی راہ بتائی۔ اس کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ اس کو یہ کام بڑا اچھا لگا۔

چنانچہ یہ رات کو نئے نئے مہمان بدلنے لگ گیا۔ کسی کو پچاس ہزار دیا جا رہا ہے، کسی کو ایک لاکھ مل رہا ہے اور ایک سے ایک بہتر ماڈل آ رہا ہے۔

لوگوں نے سمجھایا مگر یہ جوان تھا، آگ کی عمر تھی اس نے سنا ہی نہیں۔ جب اس نے اپنے علاقے میں جی بھر کر برائی کر لی۔ کسی نے کہا ذرا بڑے شہر کا مزہ چکھو۔ بڑے شہر جانا شروع کر دیا۔ کسی نے کہا ذرا باہر کے کلبوں میں جا کر دیکھو۔ چنانچہ اس نے بیرون ملک کے نائٹ کلبوں میں جانا شروع کر دیا۔ شراب شباب کا عادی بن گیا۔

چنانچہ یہ ابھی بائیس، پچیس سال کا تھا کہ بالکل بیماریوں کا مجموعہ بن گیا۔ حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آیا کہ نہ مال رہا، نہ جائیداد رہی، نہ صحت رہی۔ ساری کی ساری زمین

بک گئی۔ بلکہ ایسا بھی وقت آیا کہ جس گھر میں یہ خود رہتا تھا وہ گھر بھی اس کو بیچنا پڑ گیا۔

چنانچہ جب اس نے گھر بیچا اب نوبت آ گئی لوگوں سے مانگ کر کھانے کی۔ جس چوک میں اس کے باپ نے کھڑے ہو کر کہا تھا میری چالیس نسلوں کو پرواہ نہیں۔ یہ بیٹا اسی چوک میں کھڑے ہو کر اللہ کے نام کی بھیک مانگتا تھا۔

عظمتِ الٰہی کو ہم سامنے رکھیں، کبھی اس کو چیلنج نہ کریں، اپنی اوقات کو پہچانیں۔ جب ہم نے یہ نکتہ سمجھ لیا پھر ہمارے لئے دین پر عمل کرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ ہم کبھی بڑا بول نہیں بولیں گے۔ ہمارے اندر بندگی ہوگی، تواضع ہوگی، خوش اخلاقی ہوگی۔ ہم کسی کے لئے وبالِ جان نہیں بنیں گے راحت جان بنیں گے۔ (ج29ص208)

## شکستہ دل کی قدر و منزلت

جب انسان اپنے عیوب پر نظر ڈالتا ہے تو پھر اسے اپنی اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ پھر اس کا دل ٹوٹتا ہے کہ مجھے جیسے ہونا چاہئے تھا میں نہ بن سکا۔ یہ دل کا ٹوٹنا اللہ کی ایک نعمت ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دنیا میں ہر چیز کی قیمت ٹوٹنے سے گھٹتی ہے سوائے دل کے۔ دل کی قیمت ٹوٹنے سے بڑھ جاتی ہے۔''

بو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

جب بندے کا دل ٹوٹتا ہے تو اللہ کو بندے پہ پیار آتا ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں ہے: ''قال موسى عليه السلام: يا رب! اين ابغيك''

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟''

قال ابغني عند المنكسر قلوبهم.

''فرمایا: تم مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں میں ڈھونڈو، میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔'' (ج29ص227)

# ایک سبق آموز واقعہ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی تھا وہ بہت عبادت گزار تھا، حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کبھی اس طرف کو جاتے تو اس کو سلام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام اس کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت ایک گنہگار آدمی بھی قریب سے گزرا۔ جب وہ قریب سے گزرا تو اس نیک راہب کی اس پر نظر پڑی، اور اس نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور یہ کہا:

خدایا! تو با او مکن حشر من به محشر که حاضر شود انجمن

اے اللہ! جب قیامت کے دن سب اکٹھے ہوں گے تو تو مجھے اس گنہگار کے ساتھ اکٹھا نہ کر دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے میرے پیارے پیغمبر علیہ السلام! اس نیک راہب کو بتا دیجئے کہ میں نے تیری دعا قبول کر لی۔ تو نے کہا ہے کہ اے اللہ! مجھے آخرت میں اس کے ساتھ اکٹھا نہ کرنا۔ اب میں نے اس گنہگار بندے کی توبہ قبول کر لی ہے، اور میں نے اس کو جنت میں بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے، اور تو نے چونکہ خود دعا مانگی ہے کہ مجھے اس کے ساتھ اکٹھا نہ کرنا، لہٰذا اب اس نیک آدمی کے ساتھ تجھے جنت میں نہیں بھیجوں گا۔ اللہ اکبر کبیراً!

رند ازرہ نیاز بدار السلام رفت زاہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ

کئی مرتبہ انسان کا گناہ نیکی میں ترقی کا سبب بن جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس گناہ کی وجہ سے اللہ رب العزت کے سامنے شرمندہ ہوتا ہے۔ (ج ۲۹ ص ۲۲۷)

# ایک فرانسیسی کیپٹن کا قبول اسلام

ایک فرانسیسی آدمی، جہاز کے کیپٹن تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کا انٹرویو چھپا، جو مجھے پڑھنے کا موقع ملا۔ اس سے کسی نے پوچھا: تم ایک جہاز کے کیپٹن

تھے، پڑھے لکھے، تجربہ کار، جہاں دیدہ بندے تھے، تم مسلمان کیسے ہوئے؟

اس نے جواب میں کہا: جب میں ریٹائر ہوا تو ایک دوست سے ملا۔ اس کے ساتھ میری ہیلو ہائے (سلام دعا) تھی۔ اس نے مجھے ایک کتاب دی اور کہا کہ آج کل آپ فارغ ہیں، اس کو پڑھیں۔ میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کتاب کے اندر ایک جگہ پر سمندر (Ocean) کے متعلق بیان تھا۔

میری ساری زندگی سمندر (Ocean) میں گزری تھی اور میں ہمیشہ کروز میں ہی ہوتا تھا۔ اور جتنا سمندر کو قریب سے میں نے دیکھا تھا، عام بندے نے تو اتنا دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے اس کتاب میں سمندر (Ocean) کے بیان کی وجہ سے کچھ زیادہ دلچسپی محسوس ہوئی۔

وہ کہنے لگا: مجھے اپنی زندگی Life میں ایک دفعہ تجربہ ہوا کہ جب کبھی آسمان ابر آلود ہوتا ہے اور اس وقت سمندر (Ocean) میں مدو جزر (High Tide) کا وقت ہوتا ہے، لہریں خوب اچھلتی ہیں، اس وقت سمندر (Ocean) کے پانی کے اندر visibility (رؤیت) زیرو ہو جاتی ہے۔ آپ پانی کے اندر جائیں تو اندر جاتے ہی visibility (رؤیت) ہو جائے گی، آپ اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ میں نے اتنا کامل اندھیرا کبھی نہیں دیکھا۔ جو میں نے سمندر (Ocean) کے اندر دیکھا۔

وہ کہنے لگا: میں وہ کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کتاب میں ایک جگہ تذکرہ تھا کہ ان کافروں کے دلوں کے اندر اندھیرا ہے۔ کیسا اندھیرا؟

فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ.

کہ جب اوپر بادل ہوں اور مدو جزر (High Tide) کے اوپر ٹائیڈ پڑ رہی ہو، اس وقت سمندر کے اندر جتنا اندھیرا ہوتا ہے، اس سے بھی بڑھ کر اندھیرا ان کافروں کے دلوں کے اندر ہے۔

وہ کہنے لگا: میں نے جب اپنی لائف کے اس تجربے کو دیکھا تو میں بہت حیران ہوا، پھر میں نے سوچا کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام کو سمندر میں سفر کرنے کا تجربہ ہوا

ہوگا اور پھرانہوں نے یہ بات لکھ دی ہوگی۔ پھر میں نے ان کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ایک عجیب بات میرے سامنے آئی کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام نے پوری زندگی میں سمندر (Ocean) کا کبھی سفر ہی نہیں کیا۔ چنانچہ کہنے لگا: اگر یہ الفاظ اس بندے کی زبان سے نکلے ہیں جس نے زندگی میں کبھی سمندر کا سفر ہی نہیں کیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ اللہ کا کلام تھا جو ان کی زبان پر جاری ہو گیا تھا......

سبحان اللہ۔ اس بات پر ایک فرانسیسی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (ج29 ص261)

## ایک کمیونسٹ کا اعتراض اور اس کا جواب

جس دور میں ہم یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں اس دور میں سوشلزم، کمیونزم کا بڑا ہی نعرہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی کہتا تھا: ایشیا سرخ ہے۔ کوئی کہتا تھا: ایشیا سبز ہے۔ یہی باتیں چلتی رہتی تھیں۔ واقعی لوگ یہی کہتے تھے کہ کمیونزم آیا، آیا لوگوں کو ڈر لگتا تھا کہ کمیونزم کب آئے گا؟

اس زمانے میں یونیورسٹی کے بہت سے لڑکے دہریے بن گئے اور وہ کہتے تھے: ہم اس بات پر یقین نہیں کرتے کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ وہ تو الٹا یہ کہتے تھے: انسان نے خدا کے تصور کو پیدا کر لیا ہے۔ وہ اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔ ہم بھی وہیں یونیورسٹی کے اندر ہی رہتے تھے۔

ایک دن ایک ایسا لڑکا جو اس گروپ کا بڑا تھا، میرے پاس آیا۔ وہ مجھے کہنے لگا: میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ کلاس میں پوزیشن لیتے ہیں اور ایک ہونہار طالب علم (Shining Student) ہیں۔ یعنی ایک سمجھدار مولوی ہیں۔ آپ میری بات کو سمجھیں گے۔ میں نے کہا: جی! بات کیجئے۔

وہ کہنے لگا: یہ کیا بات ہوئی کہ ایک مسلمان اگر کوئی نیکی کرے تو اس کو اس کا اجر آخرت میں جا کر ملے گا اور اگر کوئی کافر نیکی کرے تو کہتے ہیں کہ دنیا میں تو اجر ملے گا لیکن آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ یہ تو ناانصافی ہے۔ حالانکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ

دین اسلام عدل وانصاف کا دین(Religion of justice) ہے۔

دیکھیں! کافر بھی تو کئی نیکیاں کرتے ہیں نا، جیسے کسی غریب کی مدد کی، کسی کا دکھ بانٹا، تو جو بھی یہ نیکی کے کام کرے اس کو اجر تو ملنا چاہئے۔ مگر قرآن مجید نے ان کے بارے میں تصور یہ دیا ہے۔ کہ ان کو اجر تو ملے گا لیکن اسی دنیا میں ملے گا آخرت میں ان کو اجر نہیں ملے گا۔ اس کو اس پر اعتراض تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ مسلمان کو تو آخرت میں اجر ملے گا اور کافر کو بالکل ہی نہیں ملے گا۔

میں نے کہا: آپ ذرا اس بات پر غور کریں کہ دو سٹوڈنٹ ہیں وہ دونوں سٹوڈنٹ استاد کو کہتے ہیں: آپ نے ہمیں اعداد لکھنے سکھائے ہیں۔ ہم سے آپ کچھ اعداد لکھوائیں۔ پھر استاد کہتا ہے: اچھا بھئی! لکھو۔ ان میں سے ایک سٹوڈنٹ 1 کا ہندسہ لکھتا ہے اور اس کے بعد اس کی دائیں طرف تین صفریں لگا دیتا ہے۔ اس کے اعداد کو دیکھ کر استاد کہتا ہے: ہاں جی! اعداد کی قدر (Value) ہے ایک ہزار۔ اور دوسرا سٹوڈنٹ 1 کا ہندسہ لکھنا تو بھول جاتا ہے اور وہ ویسے ہی تین مرتبہ زیرو لکھ دیتا ہے۔ تو اس کی کیا قدر (Value) بنی؟ صفر (Zero) بنی۔ اب ایک جیسی سیاہی خرچ ہوئی، ایک جیسے اعداد لکھے گئے اور ایک جیسا ٹائم خرچ ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک کی ویلیو ہے اور دوسرے کے لکھے ہوئے کی قدر (Value) صفر ہے۔ بھئی! ہم ایسا کیوں کہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا: اس نے پہلے 1 کا عدد لکھ دیا تھا۔ اور 1 لکھنے کی وجہ سے ہر زیرو کے لکھنے سے اس کی قدر (Value) بڑھتی چلی گئی۔

میں نے کہا: بس! بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ یہ 1 جو ہے، یہی اللہ پر ایمان ہے۔ جو بندہ کلمہ پڑھ کے اللہ پر ایمان لے آیا، اب اگر وہ اعمال کی زیرو لگاتا جائے گا تو اس کا وزن (Weight) بڑھتا چلا جائے گا اور جو بندہ اللہ پر ایمان ہی نہیں لایا، گویا وہ ایک کا ہندسہ لکھنا ہی بھول گیا۔ اب وہ نیکیوں کی جتنی بھی زیرو لگاتا چلا جائے گا، اس کا جواب کیا نکلے گا؟ زیرو۔ (ج29 ص275)

# مخلوقاتِ عالَم اور تسبیح خداوندی

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ.

(آیہ نمبر۴۴ ر رکوع:۵ ر پارہ نمبر۱۵)

''اور جو کوئی بھی چیز ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن تم اسکی تسبیح کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔''

جب میں نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی تو طالب علم ہونے کے ناطے دل میں خیال آیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں: ''وان من شیء'' جو بھی کوئی چیز ہے یعنی دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ مثلاً مٹی ذکر کر رہی ہے، پتے ذکر کر رہے ہیں، ہوا ذکر کرتی ہے، کپڑا ذکر کرتا ہے۔ یہ تو ماننے والی باتیں ہیں۔ لیکن کافر تو اللہ کا ذکر نہیں کرتا۔ حالانکہ دنیا میں تو اربوں کے حساب سے کافر بھی ہیں۔ اسی طرح جانور کیسے ذکر کرتے ہوں گے؟ تو ذہن میں سوال پیدا ہونا شروع ہو گئے کہ قرآن کیسے کہتا ہے کہ ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے؟

مجھے ایک مرتبہ امریکہ میں ویسٹ ورجینیا میں سفر کرنے کا موقع ملا۔ وہاں ہمارے پاکستان سے کم از کم چالیس پچاس ڈاکٹر رہتے ہیں اور وہاں ان کی ایک کمیونٹی بنی ہوئی ہے۔ ان کا اس عاجز کے ساتھ بیعت کا تعلق بھی تھا۔ وہ مجھے اکثر اپنے ہاں بلاتے تھے اور میں بھی وہاں جاتا تھا اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

ان میں سے ہمارے ایک دوست جو لاہور ہی کے ہیں اور وہ وہاں پر ایک بڑے ماہر امراض دل (Heard Specialist) ہیں۔ وہ مجھے ایک دن کہنے لگے: حضرت! آپ میرے ساتھ میرے کلینک پہ آئیں، میں آپ کو ایکو کارڈیو گراف کروں گا۔ میں نے پوچھا: ایکو کارڈیو گراف کیا چیز ہوتی ہے؟ کہنے لگے: اس سے آپ کے دل کی ساری حالت کا پتہ چل جائے گا، کتنا پمپ کر رہا ہے؟ والوز کی کنڈیشن کیا ہے؟ درمیان میں لیکیج ہے یا نہیں؟ اس سے ہر چیز کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور میں آپ سے دعا بھی کروالوں گا۔ میں نے کہا: بہت اچھا۔

لو جی! ہم ان کے کلینک پر چلے گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے تو دعا کرائی۔ پھر مجھے کہنے لگے: جی! آپ یہاں آ جائیں۔ انہوں نے مجھے لٹا دیا۔ وہاں ایک بڑی ہی عجیب سی مشین تھی۔ انہوں نے اس سے میرا ایکو کارڈیوگراف کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے سکرین میرے سامنے کر دی۔ اب میرا ایکو کارڈیوگراف ہو بھی رہا ہے اور میں دیکھ بھی رہا ہوں۔ اور واقعی اس میں ایک ایک چیز کا پتہ چل رہا تھا۔

وہ مجھے کہنے لگے: حضرت! میں آپ کو آپ کے دل کی آواز سناؤں؟ میں نے کہا: سنائیں۔ تو انہوں نے اس کی آواز (Volume) کو تھوڑا سا بڑھایا۔ اب Volume (آواز) بڑھانے سے وہ آواز مجھے صاف سنائی دینے لگی۔ وہ آواز کے بارے میں بتانے لگے کہ یہ "لب ڈب" کی طرح سنائی دیتی ہے۔ "لب ڈب، لب ڈب، لب ڈب" دراصل دل خون کو کھینچ بھی رہا ہوتا ہے اور ڈیلیور بھی کر رہا ہوتا ہے، کھینچ بھی رہا ہوتا ہے اور ڈیلیور بھی کر رہا ہوتا ہے۔ تو دل کی اس آواز کو ڈاکٹروں نے "لب ڈب" کا نام دیا۔

جب انہوں نے مجھے یہ کہا کہ یہ لب ڈب کی آواز ہے تو میں نے ذرا غور کر کے کہا: میں نہیں مانتا کہ یہ لب ڈب کی آواز ہے۔ وہ کہنے لگے: کیوں؟ میں نے کہا: ذرا غور سے سنیں۔ یہ مجھے لب ڈب کی آواز محسوس نہیں ہو رہی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: اور کیا محسوس ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: میں جتنا اس کو قریب سے سننے کی کوشش کرتا ہوں، یہ تو مجھے "رب رب، رب رب" کی آواز محسوس ہوتی ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب نے بھی اس پر غور کیا اور میں نے بھی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگے: حضرت! اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ واقعی لب ڈب کے بجائے "رب رب" کی آواز ہی اس پر صادق آتی ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! مجھے ایک مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: وہ کیا؟ میں نے کہا: اگر بندے کے دل کی آواز پر ہر وقت "رب رب، رب رب" پکار رہی ہے اس حقیقت کو قرآن مجید نے تو چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا کہ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ.

(آیۃ:۴۴ر رکوع:۵ر پارہ:۱۵)

''اور جو کوئی بھی چیز ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن تم اسکی تسبیح کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔''
دنیا میں جو بھی مخلوق ہے، اس کا دل چل رہا ہے اور رب رب کا نعرہ لگا رہا ہے۔
اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو آج ہمارے لئے حقیقت کو سمجھنا آسان ہے۔ (ج29 ص280)

# قرآن مجید کی تاثیر

ایک دیہاتی لڑکا تھا۔ وہ کہیں جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں ایک کارتوس پڑا ہوا دیکھا۔ اس کے لئے وہ نئی چیز تھی۔ اس نے اس کو اٹھالیا۔ جیب میں ڈالا۔ پھر آگے ایک بڑے دیہاتی بندے سے ملا۔ اسے کہنے لگا: بڑے میاں! یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: ارے! یہ کارتوس ہے۔ پوچھا: کیا مطلب؟ اس نے کہا: یہ اتنی خطرناک چیز ہے کہ اگر یہ شیر کو مارو تو یہ اس کو مار دے گی، ہاتھی کو مارو تو یہ اس کو بھی گرا دے گی۔ اس نے کہا: اچھا! یہ اتنی خطرناک چیز ہے۔ اس لڑکے نے اس کارتوس کو پھر جیب میں ڈال لیا اور وہ اپنے کام میں لگ گیا۔

اللہ کی شان! دوسرے دن شام کو گھر آ رہا تھا کہ ایک چھوٹا سا کتا اس کے پیچھے لگ گیا۔ اب یہ آگے اور کتا پیچھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے پتہ چلا کہ کتا تو قریب آ رہا ہے، تو وہ گھبرا گیا۔ اس وقت اسے یاد آیا کہ میرے پاس تو وہ کارتوس ہے۔ لہٰذا اس نے وہ کارتوس جیب سے نکالا اور زور سے کتے کو دے مارا۔ کتے کو وہ کارتوس ٹانگ پہ لگا تو سہی، لیکن بجائے گرنے مرنے کے وہ کتا اور اس کے اوپر چڑھ دوڑا۔ اس بے چارے نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

وہ سیدھا اسی بندے کے پاس جا پہنچا۔ اس سے کہنے لگا: بڑے میاں! آپ نے مجھے فرسٹ مس گائیڈ کیا۔ اس نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: اس لئے کہ آپ نے کہا تھا کہ یہ ایسی چیز ہے جو شیر کو بھی مار دیتی ہے اور ہاتھی کو بھی مار دیتی ہے، جبکہ اس نے تو کتے کے ایک چھوٹے سے بچے کو بھی نہ مارا۔ بڑے میاں نے کہا: تجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، اصل بات یہ ہے کہ ایک چیز بندوق ہوتی ہے۔ اس کے اندر جب یہ کارتوس ڈالتے ہیں اور پھر چلاتے ہیں تو اس وقت اس کارتوس کی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے پہلے ظاہر نہیں ہوتی۔

بالکل اسی طرح ہمارا یہ چھ فٹ کا جسم ایک بندوق کی مانند ہے اور یہ اللہ کا قرآن

اس طاقت کے بنے ہوئے ایک کارتوس کی مانند ہے۔ جب جسم کی اس بندوق (Gun) کے اندر اس کارتوس کو فٹ کریں گے اور پھر تہجد میں اٹھ کر دو رکعت نفل پڑھ کے اللہ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں گے تو اس قرآن کی طاقت پھر ہمارے سامنے ظاہر ہوگی۔ تب پتہ چلے گا کہ اللہ رب العزت قرآن پڑھنے والے کی دعاؤں کو کیسے قبول فرماتے ہیں؟ (ج29 ص285)

## ایک نشئی کا یقین

بنوں کا ایک نشئی تھا۔ اس کے سامنے کسی نے کہا کہ آٹا مہنگا ہو گیا ہے۔ وہ کہنے لگا: اپنے لئے قیمت بڑھائی ہے۔ ہمیں تو روزی اسی نے دینی ہے...... ایک نشئی کا اللہ پہ اتنا توکل تھا۔ (ج30 ص150)

## نفس کی تین حالتیں

ایک صاحب ملے جن کی زندگی بہت ہی آزادی میں تھی، نہ نمازوں کی پابندی حتیٰ کہ جمعہ کی بھی پابندی نہیں ہوتی تھی۔ وضع قطع انگریزوں والی تو سلام کے بعد اس عاجز نے ان سے پوچھا کہ کیا حال ہے تو کہنے لگا کہ جو گزر جائے واہ واہ ہے۔ اس کے الفاظ سن کر مجھے اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے کہا یا اللہ ایسی زندگی اور اس پر اتنا مست ہے یہ بندہ کیا کہتا ہے جو گزر جائے واہ واہ ہے۔ یہ نفس امارہ کی پہچان ہے ایسا انسان نیک لوگوں کو ہمیشہ چشم ابلیس سے دیکھتا ہے نیک لوگوں میں بھی کوئی نہ کوئی برائی نکال لیتا ہے انسان کو انسانوں کے پیمانے میں تو لو فرشتوں کے پیمانے میں کیوں تولتے ہو۔ تم یہ دیکھو کہ اس بندے کے اندر جو پوٹینشل (Potential) ہے اگر برائی پہ استعمال ہوتا تو یہ کتنا برا بن جاتا اور اگر یہ نیکی کی طرف ہے تو چلو اللہ کا شکر ادا کرو کہ نبی علیہ السلام کی امت کا ایک بندہ نیکی پر لگ گیا ہے۔ نیک لوگوں کو چشم ابلیس سے دیکھنا یہ نفس امارہ کی خصوصیت ہے۔ (ج30 ص176)

# تفکر درانعامات

ایک عورت نے دعا کے لئے فون کیا کہنے لگی کہ معدے کے السر کی مریضہ ہوں سات سال سے گھر میں سب مہمانوں کا کھانا میں بناتی ہوں مگر سات سال میں کوئی لقمہ میں اپنے منہ میں نہیں ڈال سکی صرف لیکوڈ پی کے گزارا کرتی ہوں احساس ہوا اللہ یہ بھی تیرا کتنا کرم ہے۔ ایک دوست ہمیں ملنے کے لئے آئے ڈاکٹر تھے ہم نے ان کے لئے بستر لگوایا وہ کہنے لگے کہ جی ہمیں بستر کی ضرورت نہیں ہے میں بیٹھ کر سوؤں گا پوچھا کیا مطلب کہنے لگے مجھے ایک بیماری ہے کہ اگر میں لیٹ کے سوؤں تو منہ کے رستے میرے پیٹ کا سارا کھانا باہر آتا ہے ہمارے کھانے کی لائن میں اللہ تعالیٰ نے ایک والو رکھا ہے فلیپر ہے جو نیچے کی طرف کھلتا ہے جب کھانا نکلنے لگتا ہے تو بند ہو جاتا ہے صحت مند بچہ الٹا لٹک جائے کھانا کھا کے تھوڑی دیر کے لئے تو کھانا باہر نہیں آتا وہ والو روکتا ہے اور جب وہ لیک ہو جاتا ہے تو اندر کا کھانا باہر۔ کہنے لگا کہ میں لیٹ کر سونے کی نعمت سے محروم ہوں اس کو دیکھ کر اس دن احساس ہوا کہ یا اللہ گھنٹوں لیٹ کر جو ہم سوتے ہیں یہ تیری کتنی بڑی نعمت ہے تو اللہ کے انعامات پر غور کریں گے تو اللہ پر قربان ہونے کو دل چاہے گا۔ جس پروردگار نے بن مانگے یہ نعمت عطا فرمائی۔ (ج30ص183)

# جودم غافل سودم کافر

ہمارے بزرگوں نے کہا کہ جودم غافل سودم کافر۔ جو سانس غفلت میں گزر گیا سمجھو وہ سانس کفر کی حالت میں گزر گیا۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پرندہ پالا ہوا تھا ایک دن اس کو چھوڑ دیا تو کسی نے پوچھا کہ حضرت بڑے شوق سے پرندہ پالا ہوا تھا چھوڑ کیوں دیا کہنے لگا اس نے مجھ سے کہا کہ جنید چھوڑ دو میں ایک نصیحت کروں گا آپ کو میں نے نصیحت کی طلب میں اس کو چھوڑا جب پنجرے سے نکالا تو میں نے پوچھا کہ نصیحت کیا کرتے ہو کہنے لگا جب تک پرندہ اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ آزاد رہتا ہے اور جب وہ

غافل ہوتا ہے تو اس کو پنجرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔ میں غافل ہوا تھا اس لئے تم نے مجھے پنجرے میں بند کر دیا مگر جنید رحمۃ اللہ علیہ میں جاتے ہوئے نصیحت یہ کر رہا ہوں کہ میں تھوڑی دیر غافل ہوا تو مجھے اتنی جیل کاٹنی پڑی تم جو غفلت کی زندگی گزارتے ہو تمہیں کتنی جیل کاٹنی پڑے گی۔ اللہ اکبر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پرندے کو یاد کرتے تھے غفلتوں میں دن گزر رہے ہیں، غفلتوں میں راتیں گزر رہی ہیں۔ (ج30ص189)

## ایک شرابی کا واقعہ

کتابوں میں ایک شرابی کا واقعہ لکھا ہے، فاسق و فاجر تھا شرابی کبابی تھا۔ محلے والوں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ ہم اس کا نہ جنازہ پڑھیں گے نہ اس کی تدفین میں شریک ہوں گے۔ اللہ کی شان اسے موت آگئی بیوی نے لوگوں کی منت سماجت کی کہ اللہ کے بندو اس کے جنازے کی فکر کرو انہوں نے کہا کہ شرابی تھا اتنا بدکار آدمی تھا ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ بڑی پریشان ہوئی چنانچہ اس نے ان کو کہا کہ قبر میں اس کو دفن تو کرنا ہی ہے نا تو تم میرا ساتھ دو کہ میں ایک طرف سے اٹھا لیتی ہوں۔ اس کی چارپائی اٹھا کر قبرستان تو پہنچاؤ نا وہ کوئی ایک دو قریبی رشتہ دار تھے انہوں نے اس کی مدد کی۔ اس نے جا کر قبر کے قریب چارپائی اس کی ڈال دی پاس بیٹھ گئی یہ تو بیچاری بیوی تھی کیا کرتی اللہ کی شان کہ پہاڑی تھی اور پہاڑی کے اوپر ایک بڑے نیک بزرگ رہ رہے تھے۔ اس نیک بزرگ نے دوپہر کے قیلولہ میں خواب دیکھا کہ اسے کہا گیا کہ میرا ایک بندہ ہے جس کی میں نے مغفرت کر دی تم اس کی جنازہ کی نماز پڑھو وہ نیچے اترا اور اس عورت سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ چارپائی پر اس نے کہا کہ میرا خاوند ہے شرابی کبابی تھا اور محلے والے کوئی اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہتے اس بزرگ نے کہا اچھا میں اس کا جنازہ پڑھاؤں گا تم اطلاع دے دو لوگوں کو جب اس بزرگ کا نام لیا گیا کہ جنازہ پڑھانے کے لئے وہ بزرگ آرہے ہیں تو محلے والے سارے جمع ہو کر آگئے وہ تو

بہت بڑے بزرگ تھے خیر انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس طرح بدکار آدمی کو دفن کیا گیا جب دفن کر لیا گیا تو جو بزرگ نیچے اترے تھے انہوں نے اس کی اہلیہ کو کہا کہ مجھے یہ بتاؤ اس کی کون سی خوبی تھی جو اللہ کو پسند آئی۔ کوئی تو خوبی ہوگی نا جو مجھے یہ اشارہ ہوا اور اس کا جنازہ پڑھانے کا کہا گیا۔ پہلے تو بیوی نے کہا کہ کوئی خوبی نہیں تھی بدکار آدمی تھا شرابی تھا نشے میں مست رہتا تھا۔ جب انہوں نے بار بار کہا تو پھر سوچ کر کہنے لگی! کہ ہاں ایک اس کے اندر خوبی تھی جب صبح کے وقت اس کا نشہ ٹوٹتا تھا تو اس وقت وہ اللہ سے رو کے دعا مانگتا تھا کہ اللہ میں بڑا بدکار ہوں پتہ نہیں تو مجھے جہنم کے کس گوشے میں ڈالے گا اے اللہ میں بہت گنہگار ہوں میں نہیں جانتا کہ تو مجھے جہنم کے کس گوشے میں ڈالے گا ان بزرگوں نے کہا کہ یہ تیرے خاوند کا رونا اللہ کو پسند آگیا جس کی وجہ سے اللہ نے اس کی بخشش فرمادی۔ تو اللہ رب العزت ہمیں اپنے نفس پر محنت کرنے کی اور نیک بن کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (ج30ص192)

## انگریز لڑکی کا مضمون

ایک انگریز لڑکی مسلمان ہوئی اور اس نے ایک مضمون لکھا: ”Behind the veil پردے کے پیچھے سے“ اس مضمون میں اس نے لکھا کہ جب میں کافرہ تھی میں Unvovered جسم کے ساتھ گلیوں اور بازاروں میں چلتی تھی، نیم برہنہ کیفیت میں جاتی تھی تو مردوں کی ایسی ایسی نظریں پڑتی تھیں، تو مجھے لگتا تھا کہ جیسے یہ مجھے کچا کھا جائیں گے۔ ہر مرد مجھے ایک ہوس والے کتے کی طرح نظر آتا تھا، جو اپنے شکار کی طرف نگاہیں جما کر دیکھ رہا ہو اور مجھے کئی مرتبہ اپنی جان کا بھی ڈر پڑ جاتا تھا کہ کہیں یہ لوگ پہلے میری عزت نہ لوٹیں اور پھر مجھے جان سے مار نہ دیں۔ تو مجھے خطرہ ہی رہتا تھا۔ میری گاڑی کے پیچھے کوئی گاڑی آتی تھی تو مجھے خوف ہوتا تھا کہ کہیں یہ مجھے Chase نہ کر رہا ہو اور میرے گھر کے دروازے پر نہ پہنچ جائے، میری زندگی میں

سکون نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایک نیک مسلمان عورت کی وجہ سے میں نے کلمہ پڑھا اور میں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا اب جب میں پردے میں بازار میں چلتی پھرتی ہوں کسی مرد کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ میں گوری لڑکی ہوں، اتنی خوبصورت ہوں، مجھے بالکل سکون ہوتا ہے۔ میرا دل بالکل مطمئن ہوتا ہے کہ ان مردوں کی نظر سے میں چھپی ہوئی ہوں۔ کسی کو میرے حسن و جمال کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ لہٰذا جو پردے کے بعد پرسکون زندگی مجھے ملی، وہ اس سے پہلے مجھے کبھی نہیں ملی تھی۔ تو پردہ تو ایک فائدے کی چیز ہے، عورت کے لئے بھی فائدہ، مرد کے لئے بھی فائدہ۔ (ج30ص203)

## حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا حسین احمد مدنی ایک مرتبہ ٹرین کا سفر کر رہے تھے گرمی کا موسم تھا، ایک انگریز اپنی میم کے ساتھ سامنے کی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت خاموش بیٹھے رہے، تو انگریز صاحب کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نا میں ان مولوی صاحب سے بات چیت کروں۔

چنانچہ اس نے مسئلہ چھیڑ دیا، مولانا! آپ لوگ عورت کو گھر کی چاردیواری میں قید کر دیتے ہیں۔ باہر نکلتی ہے تو اس پر کفن کی طرح پردہ لپیٹ دیتے ہیں۔ ہم نے دیکھو عورت کو کتنی آزادی دی ہے۔ یہ میری بیوی ہے اور دیکھو، یہ کتنے خوبصورت کپڑے پہن کے میرے ساتھ چل رہی ہے۔ ہم تو شانہ بشانہ عورت کے ساتھ چلتے ہیں۔ اب اس نے ایسی ایسی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اصل میں وہ ''حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ کرنا چاہ رہا تھا۔ حضرت خاموشی سے اس کی بات سنتے رہے۔ پسینہ آ رہا ہے، گرمی کا موسم ہے اور پھر وہ انگریز باز بھی نہیں آ رہا تھا۔ حضرت نے کافی دیر تو صبر کیا پھر ساتھ شاگرد بیٹھا تھا اس شاگرد کو کہا کہ بھائی گرمی کا موسم ہے، ذرا شکنجبین بناؤ اور پلاؤ۔ اس نے شربت بنایا، پھر اس میں اس نے برف ڈالی پھر اس میں لیموں نچوڑے۔ اب جب وہ لیموں نچوڑ رہا تھا نا تو انگریز صاحب بھی اس شربت کو للچاتی

نظروں سے دیکھ رہے تھے، تو جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ بار بار ادھر دیکھ رہا ہے شکنجبین کی طرف۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ آپ اس شربت کی طرف بار بار کیوں دیکھ رہے ہیں؟ اس نے کہا: جی گرمی کا موسم ہے لیموں چیز ہی ایسی ہے کہ گرمی کے موسم میں اس کو دیکھ کر منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بالکل اسی طرح عورت چیز ہی ایسی ہے کہ بے پردہ ہو تو اس کو دیکھ کر مرد کے منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔ اب جو یہ جواب سنا تو بے چارے نے شرم سے سر جھکا لیا۔ آج مٹھاس کا نام لے لو، دل متوجہ ہوتا ہے، کھٹاس کا نام لے لو، دل متوجہ ہوتا ہے۔ تو بے پردہ عورت اگر پھرے گی تو نوجوان لوگوں کے دل کیوں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ (ج30 ص204)

## دین پر اعتراض کیوں؟

ایک مرتبہ مانچسٹر میں بیان کیا اس عاجز نے۔ تو پردے کے پیچھے خواتین نے کچھ مسائل پوچھنے تھے۔ وہ پوچھنے لگیں تو کوئی یونیورسٹی کی لڑکی بھی وہاں آئی ہوئی تھی وہ اللہ کی بندی کچھ آزاد ذہن کی تھی۔ اس نے کہا جی مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ میں نے کہا: بہت اچھا، کہنے لگی: جی مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ مرد تو چار شادیاں کر سکتا ہے عورت چار شادیاں کیوں نہیں کر سکتی؟ اب اسے میں نے سمجھانے کی کوشش کی، ایک دلیل دی، دوسری دلیل دی، تیسری دی، مگر وہ ڈٹی ہوئی ہے اپنی بات پر کہ جی نہیں یہ باتیں اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں لیکن عورت چار شادیاں کیوں نہیں کر سکتی؟

اب جب میں نے دیکھا نا کہ سیدھی انگلی سے تو گھی نہیں نکل رہا، یہ ٹیڑھی انگلی سے نکلے گا:

**تکلم الناس علی قدر عقولھم.** جیسی عقل ہو اس سے پھر ویسی ہی بات کرو۔

تو اب میں نے اسے کہا کہ اچھا، بالفرض آپ کے چار شوہر ہوں، آپ کی چار شادیاں ہوں تو سمجھ لو کہ چار تو آپ کی ساسیں ہوں گی اور اگر ہر ساس کی پانچ بیٹیاں،

تو بیس نندیں ہوں گی، تو چار خاوند، چار ساسیں، بیس نندیں، گزارا کرلوگی؟ کہنے لگی نہیں نہیں نہیں، میری تو بس چار خاوندوں کی بات تھی، ساسیں اور نندیں تو نہیں ہونی چاہئیں۔اب ذرا عقل ٹھکانے آ گئی پھر تھوڑی دیر بعد کہنے لگی نہیں نہیں۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی، شادی تو عورت کی ایک ہی ٹھیک ہوتی ہے۔(ج30ص206)

## توبہ کی قبولیت

ہمیں ایک مرتبہ اس کا تجربہ ہوا۔حج کا موقع تھا، سعودی عرب پہنچے، تو وہاں کسٹم والے سامان "Check" کرتے ہیں ایک سعودی عرب کا آدمی آیا اور اس نے دیکھا کہ مسکین چہرہ، سفید بال، اسے ترس آ گیا وہ پوچھنے لگا کہ شیخ! آپ کا سامان کون سا ہے؟ میں نے وہ چند بیگ جو تھے ان کی طرف اشارہ کردیا اس نے ان پر چاک کا نشان لگا دیا۔ میں نے پھر پوچھا جی اب کیا کروں؟ کہنے لگا سامان لے کر جاؤ۔اب آگے لوگ ہر ہر بندے کا بیگ کھول رہے تھے اور خوب Cheking کر رہے تھے۔جب ان کے قریب سے گزرے انہوں نے چاک کا نشان دیکھا تو وہ مجھے کہنے لگے کہ شیخ! تم جاؤ۔ بھئی سامان نہیں کھولو گے؟ انہوں نے کہا، تمہارے تو بیگ پر چاک کا نشان لگا ہوا ہے۔اس دن پتہ چلا کہ واقعی اللہ رب العزت جب بندے کی توبہ قبول کر لیتے ہیں تو پھر اس کے نامہ اعمال پر چاک کا ایسا نشان لگا دیتے ہیں کہ قیامت کے دن فرشتے اس کے نامہ اعمال کو کھول ہی نہیں سکیں گے۔فرمائیں گے میرے بندے تم بلاحساب جنت میں چلے جاؤ۔(ج30ص217)

## ازدواجی زندگی اور تحمل مزاجی

مجھے ایک ملک میں بتایا گیا کہ میاں بیوی دونوں پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھے۔تیس سال کی زندگی گزارنے کے بعد ان کے درمیان جدائی ہوگئی......وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ بنی کہ ایک دن میاں دیر سے اٹھا، دفتر جانا تھا۔اس سے پہلے اس نے کچن کے سینک کے اندر ٹوتھ پیسٹ کی اور اس کے بعد اپنے دفتر چلا گیا۔جب بیوی آئی اور اس نے

دیکھا کہ کچن کے سینک کے اندر ٹوتھ پیسٹ کی گئی ہے تو اس کو بہت غصہ آیا۔ چنانچہ جب خاوند دفتر سے واپس آیا تو بیوی تو پہلے ہی غصے میں تھی، چنانچہ اس نے کہا کہ تم بہت ہی رف ہو اور بہت ہی لف ہو، تمہارے اندر تو سلیقہ مندی ہے نہیں، تمہیں آداب نہیں آتے، تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں۔ اتنی چھوٹی سی بات پر ان کے درمیان دلائل کا سلسلہ شروع ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خاوند نے بیوی کو طلاق دیدی۔

جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے کہا: واقعی! دونوں پی ایچ ڈی لگتے ہیں۔ کسی نے پوچھا: جی! وہ کیسے؟ میں نے کہا: انگلش کے پی ایچ ڈی نہیں، اردو کے پی ایچ ڈی اس نے پوچھا: کیا مطلب؟ میں نے کہا: پی ایچ ڈی کا مطلب ہے پھرا ہوا دماغ۔ کہ دونوں کا دماغ پھرا ہوا تھا۔ انکو اتنی بھی سمجھ نہیں تھی کہ ہمیں تیس سال گزارنے کی کچھ تو لاج رکھنی چاہیئے۔ (ج30ص233)

## فسق و فجور کی نحوست

ایک دفتر میں ہم گئے تو وہ کہنے لگے فلاں تو بڑا ہی ایمان دار ہے بڑا ہی ایمان دار ہے۔ ایک بندے نے بھی تعریف کی، دوسرے بندے نے بھی تعریف کی تو ہم بڑے حیران ہوئے۔ بڑا خوش نصیب انسان ہے کہ سارے دفتر کے لوگ تعریفیں کرتے ہیں جی بڑا ایماندار ہے۔ تو ہم نے کسی سے پوچھا بھئی کوئی ہمیں بھی بات بتاؤ اس نے کہا: جی جتنے رشوت کے پیسے دفتر میں اکٹھے ہوتے ہیں یہ سب کو برابر تقسیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ فسق و فجور انسان کو بالآخر کفر کی حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ حرام کو جائز سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ (ج30ص265)

## کمال احتیاط

ابو عقدہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مسجد سے باہر نکلے تو جیب میں کچھ دینار تھے وہ نہ ملے۔ ضرورت بڑی تھی۔ کہنے لگے کہ شاید مسجد میں گر گئے ہوں۔ مسجد کے اندر گئے اور ایک جگہ دینار پڑے بھی دیکھے مگر اس وجہ سے نہ اٹھائے کہ ممکن ہے میرے بجائے کسی اور کے گرے ہوں اتنا سا شبہ ہونے پہ بھی چھوڑ دیتے تھے۔ یہ تقویٰ اور یہ نعمت

انسان کو ملتی ہے شیخ کی صحبت میں آنے کے بعد۔ فرق اتنا ہے کہ متقدمین وہ شیخ تعلیم کے اوپر انحصار کر لیتے تھے۔ جس سے حدیث پڑھتے تھے، فقہ سیکھتے تھے، وہی ان کی تربیت بھی کرتا تھا۔ نفوس اتنے اچھے تھے کہ ان اساتذہ کی صحبت میں ان صفات کو اخذ کر لیتے تھے۔ آج نفوس اتنے امارہ ہو چکے ہیں کہ باقاعدہ تربیت روک ٹوک کی ضرورت ہے۔ اس لئے شیخ کی تربیت کا ہونا آج کے دور میں ضروری ہے۔ (ج 30 ص 266)

## توحید دھوبن سے سیکھی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے توحید ایک دھوبن سے سیکھی۔ کیسے؟ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مکان کی چھت پر تھا تو ہمسائے کے گھر میں تھوڑا شور ہوا تو میں نے ذرا سنا کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو پتہ چلا کہ بیوی اپنے خاوند سے لڑ رہی تھی۔ خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا تھا اور بیوی کہہ رہی تھی کہ دیکھ میں نے تیرے گھر میں تنگی برداشت کی، بھوک برداشت کی، تنگ دستی برداشت کی، میں نے تیری خاطر کتنی تنگیاں اور پریشانیاں برداشت کیں میں اور بھی زیادہ برداشت کر سکتی ہوں لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا تو کسی اور سے نکاح کر لے تو مجھے تیری یہ بات قابل قبول نہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید پر نظر دوڑائی تو میری نظر اس آیت پر آ کر ٹک گئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ. (النساء:۱۱۶)

میرے بندے جو بھی گناہ کرو گے دنیا میں ہر ہر گناہ کو معاف کر سکتا ہوں لیکن اگر تم شرک کرو گے تو اس گناہ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ ایک عورت جو اپنے سوا کسی دوسرے کی محبت کو برداشت نہیں کر سکتی، اللہ رب العزت جو احکم الحاکمین ہیں، رب العالمین ہیں وہ شرک کو کیسے گوارا فرما سکتے ہیں؟ اس لئے جو توحید پر قائم رہا اللہ رب العزت اس کے اوپر خاص رحمت کی نظر فرمائیں گے۔

اور عام طور پر دیکھا گیا کہ عورت اگر کردار کی اچھی ہو اس کی ہر غلطی کو خاوند برداشت کر جاتا ہے کردار کی غلطی برداشت نہیں کرسکتا۔ مشہور بات ہے، کسی عورت کو خاوند نے کہا تھا کہ تم نہ شکل کی اچھی نہ عقل کی اچھی، نہ بڑے خاندان کی، نہ کوئی ہنر تمہارے پاس ہے، تمہارے اندر کیا خوبی ہے؟ تو عورت نے ساری بات کو سن کے کہا:

نہیں کوئی اوقات اوگن ہار دی جیہو جئی وی ہاں میں ہاں سرکار دی

میں جیسی بھی ہوں آپ کی ہوں، خاوند کو اس کی یہ بات اچھی لگی، اس نے اس کی ہر غلطی کو معاف کر دیا، اس لئے توحید بنیاد ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نچوڑ اور لب لباب آخر پر کتاب التوحید کو بنایا۔ (ج 31 ص 114)

## ناشکری کا عبرتناک انجام

آپ کو ایک آفیسر کی بات سناؤں، کوٹھی خریدی، قریب مسجد تھی، فجر کی اذان ہوئی، اور آنکھ کھل گئی۔ اگلے دن مؤذن کو بلا کر کہہ دیا کہ فجر کی اذان سپیکر میں نہ دیا کرو! میری نیند میں خلل آتا ہے۔ اس نے کہا جی بوڑھے لوگ جن کو گھڑی پر وقت نہیں دیکھنا آتا، گھڑیاں نہیں ہوتیں وہ تو اذان کی آواز سن کر ہی مسجد میں آتے ہیں نماز پڑھنے۔ آپ بھی جلدی اٹھ جائیں تو صبح سیر کیا کریں۔ کہنے لگا: میرے آگے باتیں بناتے ہو، خبردار جو تو نے اذان دی۔ اس نے اگلے دن پھر اذان دے دی۔

اب جب اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے اس کو تھپڑ مار دیا کہ میں نے کہا نہیں تھا کہ اذان نہیں دینی۔ اب جب اس نے تھپڑ مارا، اللہ رب العزت کی طرف سے پکڑ آ گئی۔ سب سے پہلا کام کیا ہوا کہ دونوں ہاتھوں پر فالج گرا، ہاتھ نہیں لکھ سکتے، دفتر والوں نے چھٹی کرا دی۔ وہ جو آمدنی آتی تھی رشوت کی اور پتہ نہیں کیا کیا، وہ ختم ہو گیا، گھر بیٹھ گئے۔ اب جب گھر بیٹھ گیا تو شاہانہ مزاج تھا، ہر وقت بیوی کو جلی کٹی سناتا۔

بیوی بیچاری خدمت کرتی، کھانا کھلاتی، کپڑے بدلواتی، کیا کیا کرتی لیکن ادھر

سے گالیاں سنتی۔ کچھ عرصے کے بعد تنگ آ گئی۔ اس نے کہا: اچھا میں تو اپنے میکے جا رہی ہوں۔ بھائی کو خط لکھا کہ میں اس وقت بے سہارہ ہوں آپ مجھے اپنے پاس لے جائیں۔ بھائی لینے آ گیا، اس نے بچوں کو لیا اور چلی گئی۔ اس دوران اس پر دوسرا فالج کا اٹیک ہوا۔ دونوں ٹانگیں بھی سینے کے ساتھ لگ گئیں۔ اب زندہ لاش نہ ہاتھ ہلتے ہیں، نہ ٹانگیں ہلتی ہیں، بھائی کے گھر پہنچ گیا۔ اب کون کیسے خدمت کرے؟ نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے، نہ اپنی ضروریات کے لئے ہاتھ ہلا سکتا ہے۔ کون اس کو دھلوائے؟

کون بچوں کی طرح اس کی نجاست دھوئے؟ کون کپڑے بدلوائے؟ بھائی کے بیوی بچے بھی چند دن میں تنگ آ گئے؟ کہ جی ہم سے تو نہیں ہوتا یہ کام۔ پھر ایک دن کسی بات پر یہ بھائی کی بیوی سے بھی ناراض ہو گیا۔ کوئی سخت بات کہہ دی اس کی زبان قابو میں نہیں تھی۔ جب اس کو کوئی گالی دے دی نا تو بھائی نے کہا کہ بجائے اس کے کہ میرا رشتہ بیوی سے خراب ہو، اب بھائی نے اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر گرمیوں کا موسم، غصے میں آ کر چارپائی اٹھائی اور باہر سڑک کے کنارے ڈال دیا۔ اب نو دس بجے سورج کی ذرا دھوپ ہوئی تو پسینہ آ رہا ہے، اب پیاس لگی، بھوک لگی، کھایا پیا کچھ نہیں تھا۔ اب رو رہا ہے کہ کوئی مجھے کھانے کو کچھ دیدے۔ اگلے دن سے فاقہ تھا، ایک آدمی نے گزرتے ہوئے دو روپے دیئے، اس نے کہا: میں دو روپے نہیں لیتا مجھے تو روٹی دے، بھوک لگی ہے۔ اس نے جا کر روٹی لا دی۔ اس نے کہا: لے کھا لے۔

اس نے کہا کہ میرے ہاتھ ہی کام نہیں کرتے۔ اس نے کہا: میرے پاس اتنا وقت نہیں میں تو جا رہا ہوں۔ پھر رو رہا ہے، منت سماجت کر رہا ہے کہ مجھے روٹی کھلا دے، اس نے کہا: میرے پاس وقت نہیں ہے میں جا رہا ہوں۔ کہنے لگا: پھر روٹی مجھے پکڑا دو۔ پاؤں اس کے سینے سے لگے ہوئے تھے، اپنے پاؤں کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان اس نے روٹی پکڑی اور اپنے منہ سے اسے نوچ نوچ کر کھا رہا تھا، جیسے کتا روٹی کھاتا ہے نا! پاؤں سے پکڑ کر منہ سے نوچتا ہے۔ یہ فسٹ کلاس گیلری کا بیٹا اپنے

پاؤں کے انگوٹھوں میں روٹیاں پکڑ کے اپنے منہ کے ساتھ نوچ کے کھا رہا ہے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ. وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ.

جب انسان اللہ رب العزت کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے تو پروردگار اس کا یہ حشر کرتے ہیں، اپنی اوقات کو بندہ بھول جاتا ہے۔ زبان چلانی آسان، جواب دینا مشکل کام۔ پوچھیں گے، تم دنیا میں میری نعمتوں کا کیا شکر ادا کرتے رہے؟ آج وقت ہے صحیح معنوں میں انسان بننے کا، اپنی اوقات کو یاد کرنے کا، جتنی غیبتیں کیں ان کی فہرست بنا کر ان سب سے معافی مانگ لیں۔ اپنے بوجھ کو آج دور کر لیجئے، ایسا نہ ہو کہ یہ چراغ زندگی گل ہو جائے اور ہم حق والوں کے جھرمٹ میں قیامت کے دن پھنس جائیں۔ ناشکری اور پروردگار کی۔

اور آج تو لوگ اللہ رب العزت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ہم میں سے کتنے ہیں کہ جن کی زبان سے بے اختیار نکلے الحمد للہ، اللہ سب تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔ اتنا کچھ آپ نے مجھے دیا کہ میں تو اس قابل نہیں تھا، ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنیں عبادات کریں اور اپنے رب کو منائیں۔ (ج 31 ص 242)

## کشائش رزق

ہمارے ایک قریبی دوست ہیں، نیک آدمی ہیں، انہوں نے اپنی بہن کی شادی کی، کچھ کام گھر کے سمیٹے تو ایک لاکھ درہم ان کے اوپر قرضہ چڑھ گیا۔ سن کے ہمیں بھی حیرانی ہوئی کہ بوجھ میں دب گئے۔ اللہ کی شان، نیک بندے تھے، چھ مہینے میں سب قرضہ اتر گیا۔ پوچھا: کیسے ہوا؟ کہنے لگے مجھے بھی نہیں پتہ، ایسا کام اللہ نے بھیج دیا جس کی توقع ہی نہیں تھی اور اس سے اللہ نے چھ مہینے میں ایک لاکھ درہم نفع میں دے دیے۔ اللہ نکالتا ہے پریشانیوں سے، یہ جو ہم پریشانیوں میں گرے پڑے رہتے ہیں اصل میں اس کے پیچھے ہمارے عملوں کی کوتاہی ہوتی ہے۔ اگر تقویٰ اختیار کریں گے تو پروردگارِ عالم ہماری حفاظت فرمائیں گے۔ (ج 32 ص 142)

# مال پہ رال نہیں ٹپکانی چاہئے

آج کے دور میں بھی جو علم کا وارث ہوگا وہ یہی بات کرے گا: جو میرے نصیب میں ہے، اللہ مجھے پہنچا دے گا، میں مال کے پیچھے اپنے دین کو نہیں بیچنے لگا۔ ہم نے دیکھا کہ علماء مال کی وجہ سے ایسی مساجد میں امامت کرتے ہیں جو بدعقیدہ لوگوں کی ہوتی ہیں، بدعات ہو رہی ہوتی ہیں اور خاموش ہوتے ہیں۔ کیا کریں جی ہمیں امامت جو وہاں ملی ہے۔ تو ایسی جگہوں میں جہاں اتنے غلط عقائد کہ شاید دین سے ہی فارغ ہوں وہاں جا کر ان کے امام بنتے ہیں، مال کی خاطر۔

ہمیں ایک صاحب ملے، بچپن میں اپنی مسجدوں میں سے کسی میں ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی، بیس سال کے بعد ملے، پتہ چلا کہ اب محرم کی مجالس پڑھتے ہیں، آواز اچھی تھی۔ کہنے لگے: جی میں کیا کروں، وہ مجھے ایک رات کے ایک لاکھ روپے دیتے ہیں۔ اتنے پیسے مجھے سارے سال میں کوئی مسجد والا نہیں دیتا، کیا کروں؟ مال پہ رال ٹپکانہ اور دین کے اندر خلل ڈال دینا یہ علماء کا منصب نہیں ہے۔ جو مقدر ہے اللہ دے دیں گے۔

اس لئے ہمارے مشائخ ضروریات کے لئے ترغیب بھی دے دیتے تھے، اطلاع بھی دے دیتے تھے، پیچھے نہیں پھرتے تھے۔ تو ترغیب دینا انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اور اطلاع پہنچا دینا کہ یہاں ضرورت ہے۔

یہ سنت ہے۔ ترغیب دینا اور ضرورت کا اظہار کرنا، یہ سنت ہے اور دنیاداروں کے پیچھے پھرنا یہ حرام ہے۔ اس کی اجازت نہیں ہے، علم کے اپنے مقام کا خیال ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ.

آیت پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ (ج32ص112)

# برکت کی مثالیں

ایک عرب تھا جو بادشاہِ ہند کا طبیب تھا، جب جانے لگا تو بادشاہ نے اس کو اپنی طرف سے ہدیے میں سنگترے دیئے، وہ دل میں بڑا غم زدہ ہوا کہ Expectations (توقعات) بہت زیادہ تھیں کہ بادشاہ ہے، ہیرے جواہرات دے گا، مال ومتاع دے گا اور اس نے مالٹے دیے۔لیکن صبر والا تھا، خاموشی سے لے کر چل پڑا۔اب سفر کر رہا تھا، راستے میں ایک ایسے ملک میں پہنچا کہ جہاں بادشاہ کا بیٹا بیمار تھا اور اطباء نے کہا تھا کہ اس کا علاج سٹرس استعمال کرنے میں ہے۔

مالٹا کھانے میں ہے۔اور اس ملک کی آب و ہوا ایسی تھی کہ مالٹے نہیں ہوتے تھے، اب لوگ مالٹے ڈھونڈ رہے تھے۔جب کشتی میں دیکھا کہ مالٹے ہیں تو بادشاہ کو اطلاع پہنچی بادشاہ نے بلالیا۔اس نے کہا کہ بھائی برائے مہربانی مالٹے دے دیں، میں اپنے بچے کے لئے اس کو استعمال کروں گا۔اس نے مالٹے دے دیئے، بچے نے استعمال کئے، اللہ نے صحت دیدی۔اس بادشاہ نے بوری بھری ہوئی درہم اور دینار کی اس کو انعام کے طور پر دے دی۔اب یہ بوری بھری ہوئی درہم و دینار کی لے کر گھر گیا تو بڑا خوش تھا۔جب گھر سے واپس آیا تو شاہ ہند نے پوچھا کہ مالٹوں کا کیا بنا؟ اس نے واقعہ سنایا تو واقعہ سننے کے بعد بادشاہ نے کہا کہ تو نے سستے بیچے۔تو نے فقط درہم و دینار کی ایک بوری کے بدلے بیچ دیے! اس نے پوچھا کہ وہ کیسے؟

کہا کہ ہاں تجھے کیا پتہ کہ یہ سنگترے کیسے آئے؟ آج رات میرے ساتھ چلنا۔رات ہوئی تو اس بادشاہ نے بھیس بدلا اور اس بندے کو لے کر شہر کے اندر چلا گیا۔ایک لوہار کی دکان تھی، اس کے پاس گیا تو اس نے برسنا شروع کر دیا: ایک چھٹی مانگی تھی، جلدی آنا چاہیے تھا، دیر سے کیوں آیا؟ اس نے کہا: مجھے معاف کردیں آنے میں دیر ہوگئی۔اس کے بعد اس نے لوہا کوٹنا شروع کر دیا۔یہ بندہ حیران کہ یہ بادشاہ اور اس لوہار کا لوہا کوٹ رہا ہے، مدان چلا رہا ہے! چنانچہ کئی گھنٹے اس نے لوہے کو کوٹا تو اس لوہار نے اس کو ایک پیسہ دو پیسہ اجرت کے

طور پر دیے۔ یہ لے کر نکلا۔ کہنے لگا: دیکھ! میں رزق حلال کے لئے گھنٹوں ہتھوڑا اچلا کر پسینا بہاتا ہوں اور میرا رزق یہ چند پیسے ہیں، ان پیسوں سے میں نے سنگترے خرید کر تجھے ہدیہ دیا تھا، یہ اس رزق حلال کی وجہ ہے کہ اللہ نے تیرے مال میں برکت عطا فرمادی۔

(۲) جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بندہ آیا، کہنے لگا حضرت حج کا ارادہ ہے لیکن پیسے نہیں ہیں۔ آپ نے چونی نکالی اور اس کو دے دی، بھئی! ضرورت پڑے تو خرچ کر دینا، اس نے کہا جی بہت اچھا۔ بستی سے باہر نکلا، ایک قافلہ جا رہا تھا، سلام دعا ہوئی، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ حج کے لئے۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے بھی حج پر جانا ہے۔ وہ کہنے لگے یار ہمارے پاس ایک سواری فالتو ہے، اونٹ فالتو ہے، ایک بندے نے آنا تھا وہ نہیں آسکا، اگر آنا ہے تو اس پر بیٹھ جاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا، سواری بھی مل گئی قافلے والے بھی مل گئے۔ وہ سارا راستہ اس کو کھانا بھی کھلاتے رہے، اکرام بھی کرتے رہے، حتیٰ کہ اس نے حج مکمل کر لیا۔ واپس جانے کے لئے پھر جہاں سے ٹرانسپورٹ ملتی تھی، اونٹ ملتے تھے، وہاں پہنچا۔ دیکھا تو ایک اور قافلہ واپسی کے لئے تیار ہے، انہوں نے کہا کہ یار ایک بندہ حج کے لئے آیا تھا فوت ہو گیا اونٹ خالی ہے، اگر جانا ہے تو آ جاؤ، تو یہ پھر اس اونٹ پر بیٹھ گیا۔ کھانا بھی انہوں نے کھلایا، خدمت بھی کی، اپنی بستی میں اترا۔ پھر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور حال بتانے لگا کہ بڑی سہولت کے ساتھ اور بڑے مزے کے ساتھ حج کیا اور حضرت میرا خرچہ تو کوئی نہیں ہوا۔ جب اس نے کہا کہ حضرت! خرچہ کوئی نہیں ہوا، حضرت نے کہا: اچھا! میری چونی واپس کرو، اللہ والوں کی چونی بھی خرچ نہیں ہوتی، اللہ ایسی برکتیں دے دیتے ہیں۔

(۳) ایک بزرگ سے بیٹے نے پوچھا: ابو برکت عملاً کہتے کس کو ہیں؟ انہوں نے کہا: بیٹے یہ گیزر لگا ہوا دیکھ رہے ہو؟ جی دیکھ رہا ہوں، فرمایا: تمہاری عمر ہے، بتیس سال، یہ گیزر تمہاری پیدائش سے پہلے میں نے لگوایا تھا، آج تک سلامت چل رہا ہے اس کو برکت کہتے ہیں اور جب برکت نہیں ہوتی، تو روز پھڈا ہوتا ہے، آج یہ جل گیا کل یہ جل گیا، خرچے ہی پورے نہیں ہوتے۔ (ج 33 ص 179)

# حفاظتِ جان ومال

ایک بزرگ تھے، بادشاہ وقت ناراض ہوگیا، اس نے کہا: لے آؤ ان کو میں ان کو شیر کے آگے ڈالوں گا۔ تو اس زمانے میں پھانسی چڑھانے کی بجائے شیر کے آگے ڈال کے اپنا غصہ نکالا جاتا تھا۔ ان کو پولیس گرفتار کر کے لے گئی تو ان کی بیوی رونے لگی۔ جب بھوکے شیر کے سامنے ان کو پھینکا گیا، شیر ان کی طرف آیا اور آ کر ان کے پاؤں چاٹنے لگا۔ وزیر سمجھدار تھا، اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ باخدا بندہ ہے اگر اس کے ہاتھ اٹھ گئے یا اس کی زبان سے کوئی بددعا نکل گئی تو آپ کی نسلیں برباد ہو جائیں گی، بہتر ہے کہ اس سے معافی مانگ لیں۔ بادشاہ نے انہیں بلوایا، معافی مانگی اور کہا کہ مجھ سے مس انڈرسٹینڈنگ ہوگئی اور واپس گھر بھیج دیا۔ اب یہ گھر واپس آئے تو بیوی کو توقع ہی نہیں تھی کہ بچ کر آئیں گے، وہ رو رہی تھی۔ اچانک خاوند کو دیکھا تو حیران، اچھا آپ صحیح سالم آ گئے، تو انہوں نے واقعہ سنایا کہ مجھے شیر کے سامنے ڈلوایا گیا مگر شیر نے میرے پاؤں چاٹنے شروع کر دیئے۔ وہ یہ بات سن کر بڑی خوش ہوئی۔ مگر بیوی بیوی ہوتی ہے، کہنے لگی: اچھا ایک بات سچی سچی بتائیں، شیر جب آپ کی طرف چل کر آ رہا تھا آپ اس وقت دل میں کیا سوچ رہے تھے؟ یعنی کتنا ڈر تھا؟ وہ فرمانے لگے کہ میں سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں اس کا لعاب پاک ہوتا ہے یا ناپاک ہوتا ہے۔ اللہ والوں کے دل میں اتنا بھی موت کا ڈر نہیں ہوتا۔

اس عاجز کے سسر محترم حضرت امام العلماء والصلحاء خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے پارٹیشن سے پہلے دہلی کے قریب ایک جگہ تھی، آج کل اس کا نام غازی آباد ہے، وہاں مدرسہ بنایا تھا۔ قرآن مجید کی کلاسیں ہوتی تھیں، تین چار سو طلباء وہاں پڑھتے تھے جب پارٹیشن ہونے لگی تو اساتذہ نے کہا کہ حضرت! مدرسہ بند کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی: اللہ کا قرآن پڑھنا کیسے بند کروا دوں پڑھنے دو۔ اب مدرسہ کے اندر تین چار سو طلبا تھے اور قریب ہی سکھوں کی آبادی تھی۔ ایک دن مدرسے کے استاد باہر نکلے تو ان کو، وہاں کا ایک سکھ ملا، اس نے کہا: میاں جی! بات کرنی

ہے۔انہوں نے کہا کہ بتاؤ!!! اس نے کہا: کیا تم لوگوں نے فوج منگوائی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، کیوں؟ اس نے کہا کہ یہ جو قریب کی بستیوں والے سکھ ہیں نا تین مرتبہ انہوں نے مشورہ کیا کہ پانیں تلواریں، خنجر لے کر نکلیں اور ہم ان مسلمانوں کے بچوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیں لیکن عجیب بات ہے کہ جب وہ جاتے تھے تو مدرسے کے باہر پولیس نظر آتی تھی، فوج نظر آتی تھی۔ تو تم نے فوج منگوائی ہے؟ تو انہوں نے اس کو جو جواب دینا تھا دے دیا۔ جب واپس آئے تو انہوں نے یہ بات خواجہ صاحب کو بتائی کہ حضرت وہ سکھ یہ بات کر رہا ہے۔ حضرت کتاب ''تجلیات'' میں لکھتے ہیں کہ یہ اللہ کے حفاظت کرنے والے فرشتے تھے جو ان کو اس شکل میں نظر آئے۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ میرے مدرسے کے اندر گناہ نہیں تھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مدرسے میں بڑے چھوٹے بچوں کو آپس میں مکس نہیں ہونے دیتے تھے، تربیت کرتے تھے، طلباء نیکی والے تھے، قرآن پڑھنے والے تھے۔ یہ گناہوں سے بچنے کی وجہ تھی کہ اللہ نے ان کی حفاظت فرمادی۔ تو اولیاء اللہ کی جان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (ج 33 ص 188)

## دعا کے ثمرات

سمرقند کے اندر کسی نے مجھے کہا کہ آپ نے تیمور لنگ کی قبر دیکھنی ہے؟ تو میں نے کہا کہ چلیں! تاریخ کے طالب کی حیثیت سے ہم بھی جا کر جگہ دیکھیں۔ وہاں گئے اور دیکھا تو اس مقبرے کے دروازے پر لکھا ہوا تھا **فاتح العالم** تیمور لنگ، جہان کا فاتح کہ اپنے وقت میں اس نے دنیا کو فتح کیا تھا۔ اندر گئے تو دیکھا ایک قبر ہے اور اس کے نیچے تین قبریں ہیں۔ جو درمیان والی قبر اور اوپر والی قبریں وہ آپس میں جڑی ہوئی ہیں، یوں سمجھیں کہ ایک انچ کا فاصلہ ہے۔ بات سمجھ میں نہ آئی کہ قبریں اتنا قریب کیوں بنادیں؟ تو جو وہاں کا بواب تھا اس سے میں نے پوچھا کہ تیمور لنگ کی قبر درمیان میں ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں تیمور لنگ کی قبر اوپر ہے۔ اس نے کہا: تیمور لنگ نے وصیت کی تھی جب میں مروں تو مجھے میرے شیخ کے قدموں میں دفن کرنا۔ کیونکہ ان سے میں نے ایک مرتبہ دعا کروائی تھی، اللہ نے اس دعا کے صدقے مجھے فاتح عالم بنایا تھا۔

# سلاطین اور اہل اللہ میں فرق

ایک مرتبہ سرہند گئے تو ایصال ثواب کے لئے حضرت محمد خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف جانا تھا۔ اتنی اچھی سڑک جارہی تھی لیکن درمیان میں ایک قبر آگئی، بڑی حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ جی قبر پہلے تھی اور سڑک بعد میں بنی یا سڑک پہلے تھی کسی نے قبر بعد میں بنائی؟ تو جو جانشین تھے انہوں نے جواب دیا کہ سڑک پہلے تھی، قبر بعد میں بنائی۔ میں نے کہا: جی اتنا صاف اور اچھا راستہ اور درمیان میں قبر بنادی؟ اس نے کہا کہ حضرت کا ایک مرید تھا جو افغانستان کا بادشاہ تھا۔ اس نے وصیت کی تھی جب میں فوت ہو جاؤں تو جو راستہ میرے شیخ کی قبر کو جارہا ہے مجھے اس راستے میں دفن کرنا، ان کو ایصال ثواب کرنے والے مجھے بھی کچھ پڑھ کر بخش دیا کریں گے۔

تو بتانے کا مقصد یہ کہ دنیا کے بادشاہوں کے خادم عام لوگ ہوتے ہیں، اللہ والوں کے خادم دنیا کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ (ج33ص198)

# اللہ دوستی نبھاتے ہیں

جب ہم دوستی لگائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ دوستی کا حق ادا کردیں گے۔ میاں بیوی جا رہے تھے، بارش کا موسم تھا، تو بڑے میاں کے پاؤں سے جو کیچڑ اڑا تو عورت کے کپڑوں پر لگ گیا۔ اس کے خاوند کو پتہ چلا تو اس نے ایک تھپڑ لگایا اور کہا: او بڈھے! دیکھ کر نہیں چلتا، اندھا ہے۔ بڑے میاں چپ ہو گئے۔ وہ میاں بیوی قریب گھر میں داخل ہوئے، سیڑھیاں چڑھنے لگے تھے کہ خاوند کا پاؤں پھسلا سر کے بل گرا اور اس کی موت آ گئی۔ اب بیوی رونے لگ گئی اور کہنے لگی اس بڈھے نے بددعا کی ہے۔ لوگ ان کے پاس آئے، جی آپ نے بددعا کیوں کردی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے بددعا تو نہیں کی بس اس کی موت آ گئی تھی۔ انہوں نے کہا: بات سنو! میرے پاؤں سے تھوڑا کیچڑ اڑ کر اس کی بیوی پر پڑا، اس کو بیوی سے محبت تھی فوراً اس نے ایکشن لیا اور مجھے سزا دی۔ جب اس کے خاوند نے مجھے مارا تو جس کو مجھ سے محبت تھی اس نے فوراً ایکشن لے لیا۔ اللہ والوں سے بھی اللہ کو محبت ہوتی ہے، پھر اللہ ان کا ایکشن لیا کرتا ہے۔ (ج33ص212)

# تین بھینسوں کی کہانی

ایک این جی اوز کی دو تین لڑکیاں تھیں ماڈ سکاڈ قسم کی۔ چھٹی کا دن تھا، اسلام آباد سے مری قریب ہے، ڈیڑھ گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں۔ کہنے لگیں: مری چلتے ہیں، ذرا وہاں جا کر Snow (برف) دیکھ کر آتے ہیں، انہوں نے سنو دیکھی، واپس آ رہی تھیں تو راستے میں ایک عورت کو دیکھا جو بھینس چرا رہی تھی۔ انہوں نے گاڑی کھڑی کر لی، باہر نکلیں، آنٹی بات سنو! وہ بڑی عمر کی عورت تھی، آ گئی، کہنے لگیں کہ آنٹی آپ بتاؤ کہ آپ کی زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا خاوند ہے، میرے بچے ہیں، میں صبح صبح اٹھتی ہوں اور گھر میں نماز پڑھتی ہوں، سورۃ یٰسین پڑھتی ہوں، پھر میں فجر میں ناشتہ بناتی ہوں، بچوں کو تیار کرتی ہوں اور بچوں کو ناشتہ کرا کے سکول بھیجتی ہوں، اور اس کے بعد جب خاوند کام پر چلا جاتا ہے، بچے چلے جاتے ہیں تو میں فارغ ہوتی ہوں۔ میں نے بھینس پالی ہوئی ہے، میں بھینس کو چرانے کے لئے یہاں آ جاتی ہوں، شام کو بھینس کو لے کر واپس جاتی ہوں، گھر میں جا کر کھانے بناتی ہوں، بچوں کے ساتھ خاوند کے ساتھ کھانا کھاتی ہوں اور رات کو سو جاتی ہوں۔ آنٹی بس یہی ہے آپ کی زندگی؟ اس نے کہا کہ یہی ہے میری زندگی، آنٹی پھر تو آپ کی کوئی زندگی نہ ہوئی، آپ کو تو پتہ ہی نہیں زندگی کا، بس ہمیں تو یوں نظر آتا ہے کہ ہمارے سامنے ایک یہ بھینس ہے اور ایک آپ بھی بھینس کی طرح ہیں۔ ان لڑکیوں نے کہا کہ آپ بھی بھینس کی طرح بس کام اپنا کر رہی ہو، آپ کو تو عورت کے حقوق کا پتہ ہی نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ آپ ایک بھینس کی طرح ہو تو اب آنٹی بولی: آپ کون ہو؟ اپنے بارے میں بتاؤ! انہوں نے کہا کہ ہم تو اسلام آباد کی رہنے والیاں ہیں، ہم جاب کرتی ہیں اور پچیس ہزار روپے ہر ایک کی تنخواہ ہے، اور یہ ہے وہ ہے اور ہم عورتوں کو ان کے حقوق بتانا چاہتی ہیں کہ عورت کے کیا حقوق ہوتے ہیں؟ اس نے پوچھا یہ گاڑی؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری کمپنی کی گاڑی ہے، اور یہ ڈرائیور ہے جہاں ہم نے جانا ہوتا ہے یہ ہمیں وہاں لے جاتا ہے۔ آنٹی نے کہا کہ اچھا مجھے اب بات سمجھ میں آئی کہ تم تین بھینسیں ہو اور وہ تمہارا بھینسا ہے۔ (ج 33 ص 244)

# حمیتِ ایمان باقی ہے

الحمدللہ کہ کفر نے پورا زور لگا دیا لیکن اس امت کی عورتوں کے اندر بے دینی کو پیدا نہیں کر سکے۔ من حیث القوم ایسا نہیں ہو سکا، ہاں کچھ ماڈ سکارڈ ہوتی ہیں، باہر سے آئی ہوئی مگر جو عوام ہیں الحمدللہ دین کے ساتھ ابھی چپٹے ہوئے ہیں اور یہ محنت ہے علماء کرام کی، اس پر کفر بڑا پریشان ہے۔

ہمیں حیرت اس وقت ہوئی کہ ہم جدہ سے سعودی عرب سفر کر رہے تھے تو جو جہاز کے اندر ائیر ہوسٹس ہوتی ہیں ان کے بارے میں یہ عام تصور ہے کہ یہ ماڈرن لڑکیاں ہوتی ہیں، بے عمل لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک لڑکی نے میرے گھر والوں سے پوچھا کہ ان کی وضع قطع ایسی ہے کہ جیسے کوئی پیر ہوتے ہیں، تو میں نے کچھ دعا کروانی ہے، ہم نے دعا کر دی۔ تو وہ پھر میرے گھر والوں سے باتیں کرتی رہی اب باتوں میں اس نے ایک عجیب بات سنائی، وہ کہنے لگی کہ جی جو اس سے پچھلا دور گزرا ہے تو جو پاکستان میں بڑے تھے، انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ائیر ہوسٹس کا لباس ہے کرتا اور شلوار، اس کی بجائے پینٹ اور شرٹ کر دی جائے۔

اس نے یورپ کے ڈیزائنروں کو پیسے دے کے بیس قسم کے سوٹ بنوائے کہ اس میں ائیر ہوسٹس کا کوئی لباس بنوائیں گے۔ کہنے لگی کہ جب ائیر ہوسٹسوں کو پتہ چلا تو پورے پاکستان کی ائیر ہوسٹس نے ہڑتال کر دی کہ ہم پینٹ شرٹ پہن کر نوکری نہیں کریں گی۔ اتنے دنوں کے بعد بالآخر وہ جو صدر صاحب تھے انہوں نے کہا ٹھیک ہے تم کرتا اور شلوار میں ہی نوکری کرو۔ ہم حیران ہو گئے یا اللہ جن کو ہم ماڈ سکارڈ بے دین سمجھتے ہیں اللہ نے ان میں ابھی بھی اتنی شرم رکھی ہے کہ وہ کرتے اور شلوار کی بجائے پینٹ اور شرٹ کو پسند نہیں کرتیں، تو کفر اس سے بڑا پریشان ہے کہ یہ قوم ایسی دین کے ساتھ چمٹی ہوئی ہے کہ جان ہی نہیں چھوڑتی۔ اور یہ برکت کس کی ہے؟ یہ برکت ہے علماء اور ان صلحاء کی جو دین پر امت کو لگائے ہوئے ہیں۔ (ج 33 ص 245)

## انٹرنیٹ کا فتنہ

انٹرنیٹ کا فتنہ، ایسا خبیث ہے نہ چھوٹا بچا ہے نہ بڑا، نہ دنیادار بچا نہ ہے نہ دین دار، الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ میرے پاس ایک نوجوان آیا، عمر تھی اس کی کوئی سترہ سال، ٹپ ٹپ آنسوؤں سے رو پڑا۔ مجھے بڑا اس پر پیار آیا کہ یہ نوجوان ہے اور رو رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ بچہ کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا کہ میری دادی کے لئے ہدایت کی دعا کریں۔ سترہ سال کا نوجوان دادی کے لئے دعا کروانے آیا، میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا کہ میرے دادا فوت ہو چکے ہیں، دادی جو ہے ۷۸ سال اس کی عمر ہے اور چھ چھ گھنٹے انٹرنیٹ پر بیٹھ کر ننگی تصویریں دیکھتی ہے سترہ سال کا نوجوان روتا ہے کہ میری دادی کیلئے ہدایت کی دعا کریں، یہ انٹرنیٹ ایسی خبیث چیز ہے۔ (ج ۳۳ ص ۲۴۶)

## مدارس کے طلباء کی خوش نصیبی

آپ خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے آپ کو مدرسے کی زندگی کے ساتھ جوڑا ہے۔ پریشان نہ ہوں، بعض طلبا سوچتے ہیں کہ جی ہمیں تو باہر کی دنیا کا پتہ ہی نہیں۔ بھئی! یہ نقصان کی بات نہیں ہے، یہ خوشی کی بات ہے، یہ صفت کی بات ہے کہ ہمیں برائی کے طریقوں کا پتہ ہی نہیں ہے، ہم فتنوں سے بچے ہوئے ہیں، الحمد للہ۔ آپ اگر گھر کے کمرے کے اندر ہوں اور باہر آندھی چل رہی ہو تو اندر بیٹھنے والے پریشان نہیں ہوتے ہیں، خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جو باہر سے آتا ہے اس کے منہ کے اوپر مٹی برس رہی ہوتی ہے، جو باہر سے آتا ہے اسی کا منہ مٹی والا ہوتا ہے۔ تو بالکل یہی حال ہے، آج کے دور میں جو کہف کے اندر ہے وہ گناہوں کی معصیت کی مٹی سے بچا ہوا ہے، جو کہف سے نکلے گا وہ واپس آئے گا تو مٹی والا چہرہ لے کر آئے گا۔ تو اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہم اس پر خوش ہیں، الحمد للہ! اللہ نے ہم پر رحمت

کردی، ہمارا ایمان بچانے کے لئے اللہ نے ہمیں اصحابِ کہف کے ساتھ جوڑ دیا۔

اس لئے مدرسوں میں یا ان جگہوں پر رہنے میں اپنے آپ کو محروم القسمت نہ سمجھیں کہ جی ہم تو باہر ہی نہیں نکلتے، ہم محروم ہیں، نہیں! ہم تو خوش قسمت ہیں کہ ہم آندھی سے بچے ہوئے ہیں۔ جیسے کمرے کے اندر بیٹھا ہوا خوش ہوتا ہے کہ الحمدللہ میں اندر بیٹھا ہوں، میرا منہ مٹی والا نہیں ہوگا، ہم بھی خوش ہیں۔ الحمدللہ مدرسے میں رہتے ہیں، باہر نکل گئے تو مٹی والا ہی ہونا ہے، اللہ نے بچایا ہوا ہے۔ (ج 33 ص 250)

## لطائف در عمل رمی

شیطان کو کنکریاں مارنے میں اصل تو یہ ہے کہ شیطان سے اپنی نفرت کا اظہار کرنا ہوتا ہے مگر کنکریاں مارنے کے ساتھ اب کئی دوستوں کا کنکریاں مار کے جی نہیں بھرتا تو پھر وہ کیا کرتے ہیں کہ کنکریاں مارنے کے بعد وہ جوتا اتار کے مارتے ہیں۔

تو کئی دفعہ دیکھا کنکریاں مارنے کی جگہ جوتوں کا ڈھیر لگا ہوتا ہے۔ عجیب تماشے ہوتے ہیں، ایک مرتبہ ایک صاحب کنکریاں مارتے مارتے شیطان کے ساتھ ہی لپٹ گئے اور دوسرے لوگ اس کو بھی کنکریاں مار رہے تھے۔ جو شیطان کے ساتھ لپٹے گا تو وہ بھی کنکریاں کھائے گا۔

اور ایک صاحب ماشاء اللہ انہوں نے شیطان کو کنکریاں مارنی تھیں، سات کنکریاں مارنی ہوتی ہیں تو انہوں نے چھ کنکریاں ماریں اور ساتویں جیب میں ڈال لی، کسی نے کہا کہ ساتویں کیوں نہیں ماری تو کہنے لگا کہ اس کی ایک بہن میرے گھر میں ہے جا کر اس کو ماروں گا۔ وہ بے چارہ بیوی سے تنگ تھا۔

شیطان کو جوتے مارنے سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی سنت عمل سے تکلیف ہوتی ہے، سنت کے مطابق چھوٹا سا پتھر مارنا ایسا ہی ہے جیسے پستول کی گولی کسی کو ماردی۔ لہٰذا سنت طریقے سے اس کو مارے۔ (ج ۳۴ ص ۱۲۹)

# سنت کا اتباع

ہمیں چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کے ساتھ اپنے جسم کو مزین کریں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ شادی کے موقع پر دلہن کو سجانے کے لئے زیور پہنائے جاتے ہیں، تو دلہن یہ سمجھتی ہے کہ انگلیوں میں انگوٹھی پہنا دیں گے، انگلیاں خوبصورت ہو جائیں گی۔ بازؤں میں چوڑیاں پہنا دیں گے بازو خوبصورت بن جائیں گے، کانوں میں بالیاں ڈال دیں گے کان خوبصورت ہو جائیں گے، گلے میں ہار ڈالا گلا خوبصورت۔ اس طرح دلہن یہ سمجھتی ہے کہ جسم کے جس عضو پر سونے کا زیور آ گیا وہ میرے خاوند کی نظر میں زیادہ خوبصورت ہو جائے گا، مومن کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے کہ میرے جسم کے جس عضو کو سنت سے نسبت ہو گئی سنت کا عمل اس پر سج گیا میرا وہ عضو اللہ کی نظر میں خوبصورت ہو جائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. ''تم میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریں گے۔'' (ج34ص43)

# طواف کی حقیقت

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں طواف کر رہا تھا ایک جوان العمر لڑکی کو دیکھا کہ وہ اللہ کی محبت میں اونچی اونچی آواز میں بڑے محبت اور عشق کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ مجھے عجب سا لگا کہ جوان لڑکی عشقیہ اشعار پڑھ رہی ہے تو میں نے اسے منع کیا کہ مناسب نہیں لگتا کہ تم اونچی آواز میں ایسے اشعار پڑھو! وہ مجھے کہنے لگی کہ حسن مجھے بتاؤ کہ گھر کا طواف کر رہے ہو یا رب العتیق کی تجلیات کا طواف کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تو بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں۔

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ. (الحج: ۲۹)

جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ ہاں جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ اس پتھر کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور جن کے دل زندہ ہوتے ہیں وہ پروردگار کی تجلیات کا طواف کر رہے ہوتے ہیں۔ تو اللہ والوں کو وہاں جا کر گویا صحیح اس کا اجر ملتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اس کو طواف افادہ بھی کہتے ہیں۔ (ج ۳۴ ص ۱۲۴)

## تمام نمازوں کے جامع

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو ایک ایک نماز ملی: آدم علیہ السلام کو فجر کی نماز ملی، ابراہیم علیہ السلام کو ظہر کی نماز ملی، عزیر علیہ السلام کو عصر کی نماز ملی، داؤد علیہ السلام کو مغرب کی نماز ملی، جبکہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں عطا فرمادیں۔ چار نمازیں سابقہ انبیاء علیہم السلام والی اور عشاء ان سے زائد بھی عطا فرمائی۔ (ج 34 ص 81)

## برکت اور بے برکتی

ایک اللہ والے تھے، ان کو ہمارے ایک دوست نے کچھ ہدیہ پیش کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں کتابوں کا کام کرتا ہوں (دینی کتابوں کی ایک دکان تھی) اور اس سے اللہ تعالیٰ مجھے اتنے سو روپے دے دیتے ہیں اور میرے پیسے تو ختم ہی نہیں ہوتے۔ تو یہ برکت ہوتی ہے کہ بندہ سوچتا ہے کہ میرے پیسے تو ختم ہی نہیں ہوتے۔

اور یہاں حال کیا ہوتا ہے؟ جتنے گھر کے بندے اتنے نوکریاں کرتے ہیں، مرد بھی عورتیں بھی اور گھر کے خرچے پورے نہیں ہوتے۔ تو یہ گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے برکت نکال لی جاتی ہے اور نیکی کی وجہ سے اللہ رزق کے اندر برکت ڈال دیتے ہیں۔ کتنے گھر ایسے ہیں دس دس بندے کھانے والے ہوتے ہیں، ایک کمانے والا ہوتا ہے، اللہ ایک کے ذریعے دس بندوں کو عزت کی روزی عطا فرما رہے ہوتے ہیں۔

بعض گھروں میں چلے جاؤ آپ کو پوری ڈسپنسری نظر آئے گی، دوائیاں ہی دوائیاں، روز کوئی نہ کوئی حکیم ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوتا ہے۔ یا خاوند، یا بیوی بیٹے، یا

بچے، کوئی نہ کوئی جا ہی رہا ہوتا ہے اور ایسے بھی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ زندگی بھر ڈاکٹر کے پاس جانے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ میں نے اپنی زندگی میں ایک پچاسی سال کے بندے کو دیکھا کہ بھنوؤں کے بال بھی سفید ہو چکے تھے، مجھے کہنے لگا کہ میں نے اپنی زندگی میں گولی کو کبھی اپنے منہ کے اندر نہیں ڈالا، پوری زندگی گولی نہیں کھائی۔ اللہ تعالیٰ ایسی صحت عطا فرما دیتے ہیں۔ (ج 34 ص 149)

## اللہ سے ڈرنے والے سے ہر چیز ڈرتی ہے

ایک دفعہ مجھے رات کے تین بجے ایک صاحب نے فون کیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا مال دیا تھا کہ اپنی زبان سے وہ کہتے تھے کہ اگر میں اپنے مال کا حساب کرنے کے لئے اپنے اکاؤنٹ برانچ کے لوگوں کو کہہ دوں تو تین مہینے ان کو حساب کتاب مکمل کرنے میں لگیں گے، ان کا اتنا پھیلا ہوا کام تھا، رات تین بجے فون کیا، میں نے کہا کہ خیریت ہے، آج تہجد پڑھی ہے؟ کہنے لگے کہ نہیں پریشان ہوں، میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا پریشانی ہے؟ کہنے لگا جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں پیتا ہوں جہاں چاہتا ہوں جس کے ساتھ چاہتا ہوں سو جاتا ہوں لیکن نیند نہیں آتی دل پر ایک عجیب سا خوف ہے، میں اس گھبراہٹ کی وجہ سے آپ کو فون کر رہا ہوں، آپ میرے حق میں دعا کر دیجئے۔ ایک اربوں پتی بندہ کہتا ہے، بھئی سب کچھ موجود ہے اور دل پھر بھی خوف زدہ ہے۔ اللہ کا خوف دل سے نکلا، اللہ انجانا خوف اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اس کا خوف لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے۔ (ج ۳۴ ص ۱۷۲)

## آنکھ کی حفاظت کا عجیب نسخہ

ایک نوجوان نے کسی اللہ والے سے سوال پوچھا: **سئل السائل کیف احفظ البصر.**

میں گناہوں کی حفاظت کیسے کروں؟ عریانی عام ہو گئی، جگہ جگہ نیلے پیلے کپڑے نظر آتے ہیں، تو میں اپنی آنکھوں کی حفاظت کیسے کروں؟ انہوں نے عجیب جواب دیا، فرمایا:

**استعن علیه بعلمه ان رویة اللہ عزوجل سابقة الی نظره الی ما ینظر الیه.**

''اس بات سے مدد پکڑ کہ اس سے پہلے کہ تیری نظر اس کے اوپر پڑے گی اللہ کی نظر تجھ پر پڑ رہی ہو گی''۔

اللہ تجھے پہلے دیکھ رہا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اگر بندہ یہ سوچ کہ میں جب نظر اٹھا کے دیکھوں گا اور اللہ مجھے دیکھ رہے ہوں گے تو کتنی حیا آئے گی؟ اگر اسی لڑکی کے ساتھ اس کا بھائی ہو یا شوہر ہو اور پتہ ہو کہ وہ میری طرف دیکھ رہا ہے تو ایسی صورت میں کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھے گا کہ اس کا باپ دیکھ رہا ہے، اس کا بھائی دیکھ رہا ہے، اگر باپ اور بھائی کے دیکھنے پر ان کے ردعمل کا اتنا ڈر ہے تو پروردگار عالم بھی تو ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ جب تم یہ دل میں سوچو گے تو تمہارے لئے آنکھوں کی حفاظت آسان ہو جائے گی۔ (ج34 ص173)

## گلہ بانی سے حرم کی چوکھٹ تک

ہمیں ایک مرتبہ ایک واقعہ خود پیش آیا۔ یہ سنا کر بات کو مکمل کروں گا۔ مسکین پور شریف کچھ عرصہ جا کر رہنے کا موقع ملا تو وہاں ایک طالب علم تھا، قرآن یاد کرنے والا۔ اس کی عجیب کہانی تھی، وہ دیہات کا رہنے والا غریب ماں باپ کا بیٹا تھا، ماں باپ نے اس کو پچاس ساٹھ بکریاں رکھ کر دیں کہ بیٹا انہیں چراؤ، ان کے دودھ اور گوشت سے ہمارا گزارا چلے گا۔ اب وہ بچہ جنگل میں بکریوں کو چرانے کے لئے نکلتا، اکیلا بچہ پچاس ساٹھ بکریوں کو چراتا، جون جولائی اگست کی گرمی میں تو تنگ ہو جاتا۔ پسینہ سے شرابور ہوتا، پینے کو ٹھنڈا پانی تو کیا سرے سے وہاں ملتا ہی نہیں تھا۔ یہ بچہ اتنی مشقت برداشت کر کے شام کو آتا، سارا دن دھوپ میں رہنے کی وجہ سے رنگ کالا ہو گیا، جسم لاغر ہو گیا۔ ایک دفعہ اس کو ایک دوست ملا دونوں ہم عمر تھے، اس نے پوچھا سناؤ کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ بس ماں باپ نے بکریاں مجھے لے کر دی ہیں صبح ہوتی ہے، میں لے کر نکلتا ہوں کوئی بکری ادھر بھاگتی ہے، کوئی ادھر اور ان کے پیچھے بھاگ بھاگ کر میرا تو حال برا

ہے، گرمی اوپر سے، روٹی خشک ہوتی ہے، پینے کو پانی نہیں ہوتا، میں تو ایسی مشقت کی زندگی گزارتا پھرتا ہوں۔ دوسرے نے کہا: اچھا! میں تو بڑے مزے میں ہوں۔ میرے ماں باپ نے مجھے ایک مدرسہ میں داخلہ دلوایا ہے، وہاں تو بجلی بھی ہے، پنکھے بھی ہیں، سارا دن چھت کے نیچے سائے میں بیٹھنا ہوتا ہے صبح کو ناشتہ ملتا ہے، دو پہر کو کھانا ملتا ہے، رات کو کھانا ملتا ہے، ہم تو سارا دن قرآن پڑھتے ہیں، مزے کرتے ہیں۔ اب اس بچے کا دل للچایا کہنے لگا کہ بھئی! مجھے بھی لے جاؤ، اس نے کہا کہ آجانا۔

چنانچہ اگلے دن یہ بچہ ماں باپ سے بھاگ کر اس کے ساتھ مدرسے چلا گیا۔ اس نے جا کر مدرسے کے مہتمم کو کہا کہ یہ میری بستی کا بچہ ہے، اس کو داخلہ دے دیں تو انہوں نے اعتماد کرتے ہوئے اس کو داخلہ دے دیا۔ اب اس بچے نے جس نے سکول کا منہ نہیں دیکھا تھا، جس کو گنتی نہیں آتی تھی، الف بے، نہیں آتی تھی، بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ مگر اس کے دل میں ایک شوق تھا، ایک لگن تھی، اشتیاق تھا۔ اتنے اچھے طریقے سے اس نے قرآن پاک یاد کرنا شروع کیا کہ اس بچے کو ہمیشہ سو میں سے ایک سو پانچ نمبر ملا کرتے تھے۔ میں نے استاد سے پوچھا کہ جناب سو میں سے ایک سو پانچ کیسے؟ وہ کہنے لگے: اس کے اچھا پڑھنے کے سو میں سے سو اور اس کو نہ تو سبق سناتے ہوئے غلطی لگتی ہے، نہ تشابہ لگتا ہے، نہ اٹکن لگتی ہے، یہ روانی کے ساتھ ایسے پڑھتا ہے جیسے پانی بہہ رہا ہو۔ اس بچے کو اضافی طور پر پانچ نمبر اوپر دے دیتے ہیں۔ اس بچے نے جتنا عرصہ پڑھا ہر امتحان میں سو میں سے ایک سو پانچ نمبر لئے اور پھر اللہ نے زبان پر قرآن کو جاری کر دیا۔

کیا کوئل کی آواز تھی جو اس کو ملی،، اتنے سوز سے وہ قرآن پڑھتا تھا، بندے کا دل موہ لیتا تھا۔ آج بھی مجھے یاد ہے، عصر کی نماز کے بعد میں کمرے میں بیٹھا مراقبہ کر رہا تھا، اس کی قرآن پاک پڑھنے کی آواز آئی، ایسی کشش (Attrection) تھی کہ مراقبہ کرنا مشکل ہو گیا۔ مراقبہ ختم کر کے میں اٹھا کہ میں جا کر بچے کا قرآن سنتا ہوں، جب باہر گیا تو عجیب حال دیکھا، پانچ چھ کلاسیں مسجد کے صحن میں لگی ہوئی تھیں، سارے بچے خاموش ہیں، استاد خاموش ہیں اور جو چلنے پھرنے گزرنے والے لوگ

تھے، وہ کنارے کھڑے ہو کر سن رہے ہیں اور اس بچے نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور سورۃ یوسف پڑھ رہا ہے۔ کیا اس نے سورۃ یوسف! پڑھی بڑے عجیب لمحات تھے زندگی کے کہ قرآن سینوں میں اترتا چلا جارہا تھا۔ ایسی آواز سے وہ بچہ پڑھ رہا تھا۔

اس بچے نے قرآن یاد کر لیا تو اب اس کو علم پڑھنے کا شوق ہوا۔ اللہ کی شان دیکھیں کہ وہ عالم بھی بن گیا۔ پھر جو بندہ قرآن سے محبت کرتا ہے قرآن گرے پڑوں کو اٹھانے کے لئے آیا ہے، یہ پس ماندہ لوگوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے آیا ہے، جو دنیا میں کمزور ہوتے ہیں ان کو عزتیں دینے کے لئے آیا ہے۔ کیونکہ اخلاص کے ساتھ اس نے قرآن پڑھا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ ایک مرتبہ کہیں قرأت کانفرنس ہوئی اور اس کانفرنس میں انعام رکھا گیا کہ جو سب سے اچھا قرآن پڑھے گا تو ہم اس کو عمرے کا ٹکٹ انعام میں دیں گے۔ ملک کے طول وعرض سے قراٗ آئے قرآن پڑھنے کے لئے۔ انہوں نے عرب کے ایک شیخ تھے، بڑے عالم تھے، ان کو بطور جج بلایا کہ آپ فیصلہ کریں گے کہ کون اول نمبر پر آیا۔ سب نے قرآن پڑھا، اس بچے نے بھی قرآن پڑھا، مگر اس کا قرآن تو ایسا تھا کہ کوئی آنکھ نہیں تھی جس میں سے آنسو نہ بہہ رہا ہو۔ ایک قرآن کی اپنی مقناطیسیت اور اس کے اوپر اس بچے کا اخلاص، نور علیٰ نور ہو گیا، مجمع عجیب کیفیت میں آ گیا۔ چنانچہ جب رزلٹ اناؤنس ہوا تو عرب نے اس وقت کہا کہ آج بچے کو دو انعام ملیں گے، ایک انعام جو مسجد کمیٹی والوں نے دینا ہے (عمرے کا ٹکٹ) وہ ملے گا اور دوسرا انعام میں اپنی طرف سے دوں گا۔ اب مجمع حیران تھا۔ اس نے کہا کہ کیا یہ قاری صاحب انعام لینے کے لئے تیار ہوں گے؟ تو قاری صاحب کھڑے ہو گئے کہ جی ہاں اس نے پوچھا کہ میں اپنی بیٹی سے اجازت لے کر آیا ہوا ہوں میں اپنی بیٹی کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں، مجمعے میں قاری صاحب کا اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر دیا گیا۔ اللہ نے مہربانی کی یہ یہاں سے گیا، اقامہ بھی مل گیا۔ وہ بچہ جو کبھی دھوپ کے اندر بکریوں کے پیچھے بھاگتا تھا، آج حرم کے اندر طواف کرتا ہے، زبان پر اللہ کا قرآن ہوتا ہے۔ (ج ۳۴ ص ۲۶۸)

# ترک دنیا کا اصل مفہوم

ترکِ دنیا کا لفظ جو کتابوں میں مشائخ نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا سے چل کر غار میں چلے جاؤ اور وہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرو۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا گلی کوچوں اور بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔ ہم نے اسی دنیا میں رہنا ہے اور اسی دنیا کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے مگر غافل نہیں ہونا، جو چیز اللہ سے غافل کرے وہ ہماری دشمن ہے۔ اس کو کہتے ہیں ترک دنیا۔ ترک دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ترک زینت دنیا ہے کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دینا، انسان جو کرے اللہ کے لئے کرے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہر دن نیا قمیص پہنا کرتے تھے لیکن وہ زاہد تھے، اس لئے کہ وہ اپنے لئے نہیں پہنتے تھے، ایک امیر آدمی نے وعدہ لیا تھا کہ میں آپ کو تحفہ دیا کروں تو آپ انکار نہیں کریں گے، چنانچہ وہ روزانہ نیا لباس سلوا کے تحفہ دیتا تھا، آپ پہن لیتے تھے۔ جب اگلے دن نیا لباس ملتا تھا تو پرانا لباس اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتے تھے۔ تین سو پینسٹھ کپڑے ایک سال میں بدلتے تھے اور وہ زاہدین میں سے تھے۔ (ج 34 ص 196)

# دنیا کا منتر

کچھ لوگ ہوتے ہیں، انہوں نے سانپ کا منتر سیکھا ہوتا ہے، وہ واقعی سانپ کو پکڑ لیتے ہیں۔ ہمیں بھی ایک آدمی کا ایک مرتبہ تجربہ ہوا۔ وہ اللہ کا بندہ سانپ کو جہاں دیکھتا تھا، ایسے اٹھاتا تھا جیسے رسی اٹھاتے ہیں۔ بلکہ ایک جگہ ایک لمبا سا سانپ سویا پڑا تھا، تو کسی نے اسے کہا کہ دیکھو کہ وہ سانپ ہے۔ وہ آیا اور اس نے ہاتھ مار کر پہلے سانپ کو جگایا۔ کہتا ہے، سوئے کو کیا پکڑنا؟ جب وہ بھاگنے لگا تو اس کو پکڑ لیا۔ وہ اس کا

گولا بنا دیتا تھا، رسی کی طرح جیب میں ڈال لیتا تھا، ہم حیران ہوتے تھے کہ نہ اس نے دانت توڑے نہ کچھ اور کیا عجیب اس کا معاملہ تھا۔ تو علماء نے لکھا کہ جس طرح لوگوں نے سانپ کا منتر سیکھا ہوتا ہے اور سانپ انہیں نقصان نہیں دیتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کا منتر سیکھ لیا تھا، دنیا ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

عوام الناس تو سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ دریائے دجلہ سے پار ہو گئے، یہ عوام الناس کے نزدیک ہے۔ محققین کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ جب فتوحاتِ دنیا شروع ہوئیں تو ان کے سامنے دنیا کا دریا بہہ گیا، اس دریا میں سے وہ اپنے ایمان کو حفاظت سے لے کر گزر گئے، یہ ان کی بڑی کرامت ہے۔ تو دنیا تو ہمارے سامنے آج کھلی ہوئی ہے، جس بندے کو دیکھو اللہ نے ضرورت سے زیادہ دی ہوئی ہے، پھر اسی کے پیچھے بندہ لگ پڑے تو گویا اس نے اپنی آخرت کا نقصان کر لیا۔ تو مقصود ہمارا آخرت ہے، دل میں ہوس نہ ہو، تڑپ نہ ہو، بن طلب اللہ عطا کر دے تو انسان اس دنیا کو دین کے لئے استعمال کرے۔ (ج34ص199)

## اللہ کیلئے دینا

و اعطی للہ اگر کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لئے دے۔

نام و نمود کے لئے نہ دے کہ لوگوں میں میرے چرچے ہوں، لوگوں میں میری تعریفیں ہوں، نہیں، فقط اللہ کی رضا کے لئے دے۔ (ج35ص46)

## مثال

ابوعمر نجیر ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کو وقت کے حاکم نے کہا کہ جی میں نے ایک فلاحی کام کرنا ہے اور خزانے میں فنڈ نہیں ہے آپ اس کے لئے کچھ ڈونیشن (عطیہ) دیں۔ انہوں نے اس زمانے میں دو لاکھ دینار اس کام کے لئے دے دیے۔ دینار سونے کا بنا ہوا سکہ ہوا کرتا تھا، تو دو لاکھ سکے سونے کے بنے ہوئے تھے، بہت بڑی رقم تھی۔ اللہ تعالیٰ کی

شان کہ اس حاکم نے اگلے دن کچھ لوگوں کو بلایا اور وہ چاہتا تھا کہ جو بقایا رقم ہے وہ دوسرے لوگ ڈال دیں تا کہ میں کام کرسکوں۔ مگر بات کرتے ہوئے اس نے یہ بات کھول دی کہ دیکھو کہ ابو عمر نجیر نے تو مجھے دو لاکھ دینار دیے ہیں۔ اب جب سب لوگوں کے سامنے تذکرہ ہوا تو ہر بندے نے حیرانی کی نظر سے ابو عمر نجیر کو دیکھا تو ابو عمر نجیر کھڑے ہو گئے اور امیر کو کہنے لگے کہ جی آپ کو میں نے رقم دی مگر میں نے اپنی والدہ سے مشورہ نہیں کیا، لہٰذا وہ رقم آپ مجھے واپس کر دیں۔ انہوں نے رقم واپس مانگ لی، امیر نے واپس دے دی۔ اب جب واپس دی تو لوگوں نے اب ان کو غصے کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا کہ یہ کیسا بندہ ہے؟ حتیٰ کہ اسی پر محفل کا اختتام ہو گیا اور لوگ دل میں غصہ بھرے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

جب رات کافی گزر گئی، لوگ چلے گئے، یہ اکیلے رہ گئے تو یہ آئے اور انہوں نے وقت کے حاکم کو وہ دو لاکھ دینار دوبارہ دے دیے اور کہا کہ اللہ کے بندے تو لوگوں کے سامنے تذکرہ کر کے مجھے ہلاک کرنا چاہتا تھا، میں نے اس حیلے سے اپنے آپ کو ہلاک ہونے سے بچا لیا، اللہ کی رضا کے لئے پھر دوبارہ دیتا ہوں۔ اب کسی کے سامنے نام نہ لینا، یہ ہوتا ہے واعطیٰ للہ کہ اگر دے تو اللہ کیلئے دے۔ (ج35ص46)

## اللہ تعالیٰ کی نصرت

مجھے یاد ہے یہ کوئی ۱۹۸۶ کے قریب کا زمانہ تھا تو امریکہ میں کسی جگہ ایک مسجد اور مدرسہ بنانا تھا، تو اللہ توکل ہم نے ابتدا کر دی۔ وہاں کی کمیونٹی کے لوگ بڑے جوش جذبے میں تھے کہ بھئی جلدی سے جلدی اللہ کا گھر بنائیں، کیونکہ اس سے پہلے ہم چرچ کا ہال کرائے پر لے کر چرچ میں تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اب وہاں سے جب نکل کے آتے تو کچھ کمروں میں ہمیں مورتیاں نظر آتیں تو ہمارا بڑا دل کڑھتا اور ہم دعائیں مانگتے کہ اے اللہ! ہمیں اپنا گھر دیدے۔ اللہ کی شان کہ ایک ختم قرآن کے موقعے پر دعا مانگتے ہوئے اس عاجز کی زبان سے یہ لفظ نکلا، اے اللہ! آئندہ سال تو اپنے گھر میں تراویح کی توفیق عطا فرما اور واقعی اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہوئی کہ اگلے رمضان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ

گھر دے دیا اور وہاں پر تراویح اور نمازِ جمعہ سب کچھ باقاعدہ شروع ہو گیا۔

جن دنوں میں کام شروع ہو رہا تھا ایک صاحب میرے پاس آئے، کہنے لگے: حضرت صاحب! بس آپ میرا پردہ رکھ لینا، میرے حالات بالکل اچھے نہیں ہیں اور میں تو سو ڈالر دینے کا بھی اہل نہیں ہوں، لوگوں کی نظر میں میرا وقار بنا ہوا ہے، اب اگر میں کہوں گا میں نہیں دے سکتا تو سارے مجھے طعن کریں گے، تو آپ میرا پردہ اس طرح سے رکھ لینا کہ مجھے جو کہے گا دو! میں کہوں گا میں نے حضرت صاحب کو دے دیا۔ اور آپ بھی کہہ دینا کہ جی اس نے مجھے دیدیا۔ اس نے سو ڈالر مسجد کے لئے دیے میں نے سوچا کہ بندے کے حالات اچھے نہیں، مجھے کیا غرض کسی کو بتانے کی کہ کس نے کتنا دیا؟ خیر اس نے بڑے کامیاب طریقے سے سو ڈالر دے کے لوگوں میں اپنا وقار اسی طرح بحال رکھا۔ جو پوچھتا آپ نے کتنا دیا؟ او جی میں نے جو دینا تھا میں جا کے دے آیا، ہم بھی چپ رہے ایک مومن کی ستر پوشی اچھی چیز ہے۔ خیر مسجد اللہ نے بنانی تھی وہ بن گئی، مگر چار مہینے کے بعد مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ وہ اللہ کا بندہ ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نکل رہا تھا اور میرے پاس یونیورسٹی کا ایک نوجوان آیا تھا جو تین چار دن پہلے اپنی غفلت بھری زندگی سے توبہ تائب ہوا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر مجھے کہنے لگا کہ حضرت! تین چار دن پہلے یہاں پر ایک کوئی بڑی انڈین گلوکارہ (گانا گانے والی) آئی تھی اور اس کی ٹکٹ ایک ہزار ڈالر فی پرسن رکھی گئی تھی، میں بھی اس میں گیا تھا اور یہ جو بندہ ہے یہ سب سے پہلے لائن میں کھڑا تھا اور اس نے اپنے گھر کے بارہ بندوں کی ٹکٹیں خریدیں تھیں۔ اندازہ لگائیں جو بندہ مجھے کہہ رہا ہے کہ میں مسجد میں ایک سو ڈالر بھی نہیں لگا سکتا، وہ ایک فلمی گانے والی کا گانا سننے کے لئے اپنے گھر کے بارہ بندوں کی ٹکٹیں بارہ ہزار ڈالر میں خرید رہا ہے۔ مجھے اس دن بہت رونا آیا میں نے کہا: اللہ! بندہ خرچ نہیں کرتا آپ چاہتے ہیں تو قبول کر لیتے ہیں بندے کے بس کی بات نہیں۔

تو ہوتا یہ ہے کہ جو بندہ حلال طریقے سے حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مال کو بھی اچھی جگہوں پر لگاتے ہیں، جہاں مدتوں اس کو صدقہ جاریہ ملتا رہتا ہے اور جو ادھر ادھر کا معاملہ ہوتا ہے تو اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ (ج 35 ص 92)

# نامی گرامی ڈاکو، اللہؒ کا ولی کیسے بنا؟

کتنے واقعات ایسے ہیں کہ اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی محفل ملی اور ساتھ ہی زندگی بدل گئی۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک ڈاکو تھا، وہ چھوٹی عمر میں تھا کہ کسی بات میں اس کے والدؒ نے اس کو بہت مارا اور گھر سے نکل گیا اور آوارہ بن گیا۔ اس قسم کے لڑکے جو بے گھر ہو جاتے ہیں تو یہ پھر بری سوسائٹی میں پڑ کر بڑے بدمعاش بن جاتے ہیں۔ اب چونکہ اس کا کوئی سہارا نہیں تھا، بھوکا تھا، کھانا نہیں تھا، اس نے کسی کی کوئی چھوٹی سی چیز چرالی اور پکڑا گیا تو انہوں نے پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس والوں نے اس کو اتنا مارا اتنا مارا کہ اس کے اندر انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا۔ حالانکہ وہاں جاتا تو بندہ اصلاح کے لئے ہے لیکن کئی مرتبہ اصلاح کی بجائے الٹا اس کو اور بڑا بدمعاش بنا دیتے ہیں۔ تو جب انہوں نے اس کو بہت مارا تو ضد میں آ کر کہنے لگا: اچھا پہلے میں نے چھوٹی چوری کی تھی اب میں بڑی چوری کروں گا۔ چنانچہ جب یہ باہر نکلا تو اس نے باقاعدہ چوری کرنے کو اپنا پروفیشنل بنا لیا۔ کیونکہ جوان تھا لہٰذا اس کو اس طرح کے لوگ بھی مل گئے، اس پورے گینگ میں یہ سب سے زیادہ تیز طرار تھا۔ حتیٰ کہ یہ اتنا بڑا ڈاکو بن گیا کہ پورے علاقے کے لوگ اس کا نام سن کے ڈرتے تھے، مائیں اپنے بچوں کو اس کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں۔

خیر بہت عرصہ یہ ڈاکے مارتا رہا، قابو نہیں آتا تھا، چھپ جاتا تھا۔ ایک ایسا موقع آیا کہ یہ پکڑا گیا کیونکہ چوری کی تھی، قاضی کی عدالت میں آیا تو قاضی نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا کہہ دیا، چنانچہ ہاتھ کٹ گیا اور اس کو کچھ عرصہ جیل میں رہنا پڑا۔ آٹھ دس سال کے قریب تو یہ جیل میں رہا مگر اس کے اندر سے وہ ڈاکہ مارنے سے نفرت نہ پیدا ہوئی۔ دس سال کے بعد ابن ثبات جیل سے نکلا پہلے کی نسبت کمزور ہو گیا تھا، کہنے لگا نہیں، اب میں باہر آ گیا ہوں، آج رات کہیں نہ کہیں ڈاکہ ماروں گا، دس سال کے بعد بھی یہ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ بغداد کے قریب کرخ ایک چھوٹی سی بستی تھی، یہ وہاں چلا

گیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اس کو ایک بڑے دروازے والا گھر نظر آیا، دیوار کے اوپر سے اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں تو کپڑا ہی کپڑا پڑا ہوا ہے، لگتا تھا کہ کوئی کپڑے کا تاجر ہے۔ اب اس کا ہاتھ ایک اور کپڑے بہت سارے تھے،

اس کا جی چاہے کہ سب اٹھاؤں اور لے جاؤں مگر اٹھا ہی نہیں سکتا تھا۔ اب حیران ہے سوچ رہا ہے کہ کیا کروں؟ تو اتنی دیر میں ایک آدمی موم بتی لئے وہیں آ گیا تو یہ ذرا گھبرایا۔ جب یہ گھبرایا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ گھبراؤ نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں، تو یہ ذرا ہمت میں آ گیا کہتا ہے کہ اگر تم میرے ساتھی ہو تو میں پہلے آیا ہوں، حق میرا بنتا ہے، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے کہنے لگا کہ یہاں سے سلیکشن میں کرتا ہوں اور تم گٹھڑی بندھواؤ، سحری ہونے میں تھوڑا وقت ہے اور جلدی ہم یہاں سے جائیں۔

اس نے کہا: ٹھیک! اب اس بندے نے اس کے کہنے کے مطابق وہ کپڑے جو تھے علیحدہ کئے، ایک چھوٹی گٹھڑی بنائی اور ایک بڑی گٹھڑی بنائی اور اس کو کہا کہ آپ چونکہ ایک ہاتھ سے اٹھائیں گے تو آپ یہ چھوٹی گٹھڑی اٹھائیں اور بڑی گٹھڑی میں اٹھاتا ہوں لیکن میں پہنچا آپ کی جگہ پر دوں گا۔ اس نے کہا کہ ہاں بالکل ٹھیک مگر ابن ثبات کو ڈر ہوا کہ کہیں یہ میرے پیچھے لے کر سلپ ہی نہ ہو جائے، مجھے ہی نہ ہاتھ دکھا جائے تو اس نے کہا:

اچھا پھر تم میرے آگے آگے چلو۔ اب اس بندے نے اتنی بڑی گٹھڑی سر پہ رکھی اور آگے آگے، یہ تو ہلکا تھا یہ اس کو کہہ رہا ہے جلدی چلو جلدی چلو وہ چل تو رہا ہے مگر کچھ دور چل کر تھک گیا وزن جو زیادہ تھا۔ ابھی یہ اس کو گالیاں بھی نکال رہا ہے کہ صبح ہو جائے گی فاصلہ بہت ہے جلدی کر، حتیٰ کہ ایک جگہ اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے پیچھے سے اس کی کمر میں ایک لات ماری۔ اب سر پر بوجھ ہو اور پیچھے سے لات پڑے تو وہ تو منہ کے بل گرا اور اٹھ کر کہنے لگا کہ آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں میں کوشش تو کر رہا ہوں مگر بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ مجھ سے اٹھایا نہیں جا رہا۔ اس نے کہا: جلدی کرو۔ اس نے پھر اپنے سر پر گٹھڑی رکھی اور ذرا اور تیز پسینے میں شرابور ہانپتا کانپتا اس گھر تک پہنچ گیا، جہاں ابن ثبات نے جانا تھا۔ اور اس نے وہ پہنچائی اور پہنچا کے اس نے کہا بھائی اب صبح کا وقت ہو گیا، اب

مجھے آپ اجازت دیں اب کل ملاقات ہوگی۔ اس نے کہا کہ ہاں میں عصر کے وقت میں کل نئی تجویز بناؤں گا تم مجھے ملنا آ کر اور پھر ہم مل کر جائیں گے مشن پر، وہ بندہ چلا گیا۔

اگلے دن ابن ثبات کے دل میں خیال آیا کہ کل جس مکان میں ہم نے ڈاکہ مارا مال تو بہت پڑا تھا، پتہ کروں کہ کسی کو پتہ بھی چلا یا نہیں، اگر نہیں تو چلا تو آج اور اٹھا کے لے آئیں گے۔ تو ظہر کے بعد ابن ثبات وہاں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ آ رہے ہیں اور اس گھر میں جا رہے ہیں، ایک کو دیکھا، دوسرے کو دیکھا، تیسرے کو دیکھا، حیران ہوا، پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ بھائی کپڑے کے خریدار ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ ہمارے شیخ کا گھر ہے، کونسے شیخ کا گھر؟ جی جنید بغدادی کا گھر ہے۔ اس نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو سنا ہوا تھا۔ تو ابن ثبات کے دل میں خیال آیا کہ میں دیکھوں تو سہی کہ جنید بغدادی کون ہیں؟ اب یہ بھی دو چار بندوں کے پیچھے ہو کر تو اندر چلا گیا۔ اللہ کی شان کیا دیکھا کہ مریدوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور جس بندے نے رات اس کو گٹھڑی پہنچائی تھی، وہ جنید بغدادی سامنے بیٹھا ان کو نصیحت کر رہا تھا۔

وہ حیران ہو گیا کہ اتنے بڑے شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے رات میری گٹھڑی پہنچائی اور گھر بھی انہیں کا، اب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہچان لیا۔ خیر مجلس ختم ہوگئی، سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور وہ رہ گئے تو یہ ان سے پوچھتا ہے کہ جی آپ تو شیخ تھے رات میرے شاگرد بن گئے؟ تو فرمانے لگے کہ میں نے تجھے پہچان لیا تھا کہ تو ابن ثبات ہے میں نے دیکھا کہ تمہارا ایک ہاتھ ہے اور تم مال لے جانا چاہتے ہو تو میں نے سوچا کہ تمہیں ضرورت ہے اور تم لے جانے کی طاقت نہیں رکھتے تو چلو میں ہی تمہارے گھر پہنچا دوں۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ اتنے خلوص سے کہے کہ ابن ثبات کے دل کی دنیا بدل گئی۔ کہنے لگا کہ میں نے تو ایک انسانوں کا طبقہ دیکھا تھا، پولیس والوں کو جنہوں نے مجھے اتنا مارا، اتنا مارا، اتنی مجھ سے زیادتی کی کہ مجھے ڈاکو بنا دیا، میں نے ایسے انسان تو نہیں دیکھے جو اتنے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ کہنے لگا کہ

میں آج یہاں سے ایسے نہیں جانا چاہتا، میں سیکھنا چاہتا ہوں زندگی کو۔

چنانچہ ابن ثبات ان سے بیعت ہوا اور پکی توبہ کرلی۔ ساری دنیا کی سزائیں جو بارہ سال کے قریب اسے ملتی رہیں، جس ڈاکو سے توبہ نہ کرواسکیں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور دل کے خلوص نے ایک رات میں اس دل کو جیت لیا۔ چنانچہ بیعت ہوگیا، حضرت کی خدمت میں آتا رہا تھوڑے عرصے کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت پائی اور ان کے خلفاء میں سے ہوا۔

یہ ابن ثبات ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسئلہ خلق قرآن پیش ہوا تو اس وقت اتنا زیادہ میرے اوپر پریشر تھا کہ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ احمد بن حنبل! شریعت نے جان بچانے کے لئے حیلہ کرنے کی اجازت دی ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحیل لکھی کہ حیلہ ایسی صورت میں بندہ کیسے کرسکتا ہے تو میں بھی اپنی جان بچانے کے لئے کوئی حیلہ کیوں نہ کرلوں؟ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ سوچ آئی اور میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو مجھے ایک بندہ ملا جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور میرے قریب آکر مجھے کہنے لگا:

احمد بن حنبل! میں مشہور اور بدنام زمانہ ڈاکو رہا ہوں اور ان پولیس والوں کے درے مجھے چوری سے نہیں روک سکے، کہیں ان دروں کے ڈر سے حق سے پیچھے نہ ہٹ جانا۔ کہتے ہیں: وہ بات کر کے چلا گیا لیکن میرے دل کو ایک نئی زندگی دے گیا، میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اگر مجھے جان سے بھی ماردیا جائے تو میں حق کی بات کروں گا۔ اس کے بعد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا کہ ان کو درے لگے تھے۔ اور جب بعد میں اللہ نے ان کو صحت دیدی تو پھر ابن ثبات کا نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس محسن کا احسان اپنی زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

تو یہ اللہ والوں کی ایسی مجالس ہوتی ہیں کہ ایسے ایسے بدنام زمانہ ڈاکو بھی ان کی صحبت میں آکر پھر وقت کے اولیاء بن جاتے ہیں۔ اس لئے یہ صحبتیں انسان کے لئے غذا کی مانند ہیں۔ (ج35 ص113)

# نیکی کا ثمرہ

بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بیٹے کو لئے ہوئے جنگل میں سے گزر رہی تھی ویرانہ تھا، ایک طرف سے بھیڑیا آیا اور اس نے آ کر اس کے اوپر حملہ کرنا چاہا تو یہ عورت ڈر کے مارے گر گئی، بچہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، بھیڑے نے بچے کو منہ میں دبایا اور بھاگ گیا۔ اب ماں نے جب دیکھا کہ میرا بیٹا یہ لے کر جا رہا ہے تو اس کے دل سے ایک آہ نکلی۔ جیسے ہی دل سے آہ نکلی، ایک آدمی قریب سے کہیں درختوں کے پیچھے سے ظاہر ہوا اور وہ ایسا تیز رفتار تھا کہ اس نے چھلانگ لگا کر بھیڑے کے اوپر حملہ کیا اور بھیڑیا جو گھبرایا تو وہ بچے کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس آدمی نے بچے کو اٹھایا اور اٹھا کر اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔

وہ بڑی حیران! کہنے لگی کہ اے نوجوان! تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوں۔ عورت کہتی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرشتہ اور میری مدد کے لئے؟ اس نے کہا: ہاں ایک موقع پر تو اپنے گھر کے اندر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی، اچھے حالات تھے تو نے لقمہ منہ میں ڈالا، عین اس وقت باہر آ کر کسی سائل نے اللہ کے نام پر سوال کیا، تجھے بھوک تو لگی ہوئی تھی اور تیرے پاس اور بھی کچھ دینے کو نہیں تھا، تو نے سوچا کہ اس نے اللہ کے نام پر مانگا چلو میں اپنی باقی بچی ہوئی روٹی فقیر کو دے دیتی ہوں، تو نے اپنے منہ کا نوالہ گویا فقیر کو اللہ کے نام پر دے دیا، آج اللہ نے بھیڑیے کا نوالہ تجھے واپس لٹا دیا۔ تو نے راحت کے وقت میں اسے یاد کیا تھا، اس نے زحمت کے وقت میں تجھے یاد کر لیا۔ (ج35 ص145)

# درود شریف کی برکت

ایک دفعہ حج کے موقعہ پر ہمارے کوئی پچیس بندے تھے، ہم نے واپس مکہ مکرمہ آنا تھا۔ ہمارے ایک عربی دوست تھے ان کو کہا کہ بھائی کوشش کر کے مکتب

سے ہمارے لئے اجازت لو کہ ہم اپنی گاڑیاں کروا کر چلے جاتے ہیں، کیونکہ مستورات ساتھ ہیں اور جو وہاں کی روٹین والی بسیں ہیں وہ اٹھارہ گھنٹے بیس گھنٹوں میں پہنچتی ہیں، تو پردے والی عورتوں کو بڑی مشکل ہوتی ہے، اتنا عرصہ متواتر پردے کے اندر بیٹھے رہنے سے جسم پر دانے آجاتے ہیں ان کے لئے مصیبت ہوتی ہے، ہم نے ان سے کہا کہ بھئی! ہماری تھوڑی فیور ہو جائے ہم دعائیں دیں گے آپ کو۔ خیر وہ ساتھ تھے، ہم مکتب میں پہنچے، اس نے عربی میں بات کی، اس نے صاف جواب دے دیا اس نے کہا: لا واللہ۔ اس عربی دوست نے کہا کہ انہوں نے ایک مرتبہ نہ کردی اب ہاں کروانا یہاں سے مشکل کام ہے، میں نے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ ایک مرتبہ پھر بات کریں اللہ تعالیٰ مدد کریں گے۔

اب اسے بات کرنے پر لگایا اور میں نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا کہ ان کو یہ کہو کہ ہم پچیس بندے ہیں، آپ ایسا کریں آپ ہمیں کسی اور گروپ کے ساتھ اکٹھا نہ کریں ہمیں الگ بس دے کر جو پچیس والی ہوتی ہے بھیج دیں۔ کیونکہ اوروں کے انتظار میں رہیں گے کہ بس پوری ہو گی تو جائیں گے تو پھر مصیبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کہنے لگا کہ ٹھیک ہے، اس نے ہاں کردی کہ آپ کو ہم چھوٹی بس دے دیں گے اور آپ اپنے بندوں کو لے کر چلے جائیں۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہم تیار ہو کر بیٹھ گئے، جب بس آئی تو ستر بہتر سیٹر بالکل نئی بس اس نے بھیجی، ان کی سیٹوں پر پولی تھین بھی چڑھا ہوا تھا، ایسے لگتا تھا کہ وہ گودام سے نکال کر بھیج دی ہے۔ تو ہم پچیس بندے ایک ایک سیٹ پر سو کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ دیکھو یقین کے ساتھ اگر انسان اللہ رب العزت کے محبوب پر درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ جہاں آخرت کی مصیبتیں دور فرما دیتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا کی مشکلیں بھی آسان کر دیتے ہیں۔ (ج35ص157)

# احساس نعمت

بزرگوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھنے مسجد میں گیا، اس کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے تو پاؤں سخت جل رہے تھے۔ جب نماز پڑھ لی تو اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ اللہ! میں تو آپ کا حکم ماننے کے لئے دھوپ میں چل کر آیا ہوں اور آپ نے تو مجھے جوتے بھی نہ دیے۔ یہ خیال سوچ کر جب مسجد سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان جو ٹانگوں سے معذور تھا، وہ اپنی سرینوں کے بل بیٹھا ہوا اپنے ہاتھوں سے گھسٹ گھسٹ کر آرہا ہے۔ دل پر چوٹ پڑی کہ اوہو! میں تو پاؤں کے جوتے کا شکوہ کرتا پھر رہا تھا اس کی تو ٹانگیں ہی نہیں ہیں، گھسٹتا ہوا اللہ کے گھر کی طرف عبادت کیلئے آرہا ہے۔ تو جب اپنے سے نیچے والوں کو دیکھیں گے تو پھر احساس ہوگا۔

کئی دفعہ دیکھتے ہیں کہ ہم سڑکوں پر گاڑی میں سفر کر رہے ہوتے ہیں، کہیں پر شیشہ کھٹکھٹایا جاتا ہے، دیکھتے ہیں تو ایک مانگنے والی عورت ہوتی ہے، کہتی ہے: اللہ کے لئے کچھ دے دیں۔ وہ بھی تو کسی کی ماں ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی بہن ہوگی، کسی کی بیوی ہوگی، مانگ کر کھا رہی ہے، ہمارے گھر کی عورتوں پر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ گھر کی نعمتوں سے نوازا اور پردے کے اندر بیٹھ کر من مرضی کا بیٹھی کھا رہی ہیں، ہم نے کبھی اس نعمت کا احساس کیا؟

کتنے لوگ ہیں جن کو سونے کے لئے صرف نیلی چھت ملتی ہے۔ ہمیں ایک دفعہ بنگلہ دیش جانے کا موقع ملا تو وہاں ہم نے دیکھا کہ بہت سارے لوگ ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔ حالانکہ نیچے گھاس تھی اور اردگرد بہت (Vegetation) سبزہ تھا۔ میں نے میزبان سے پوچھا کہ یہ لوگ ننگے پاؤں کیوں چل رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ ان علاقوں میں اتنی غربت ہے کہ کتنے ہی مرد عورتیں ایسے ہوتے ہیں کہ موت تک ان کو جوتا پہننے کی توفیق نہیں ملتی، زندگی میں ایک مرتبہ بھی جوتا نہیں پہنا ہوتا، ساری زندگی ننگے پاؤں زندگی گزار دیتے ہیں۔ ان کے مردوں اور عورتوں کے پاؤں ننگے پاؤں

چل چل کے ایسے ہو جاتے ہیں جیسے جانوروں کے پاؤں نیچے سے سخت ہوتے ہیں۔ اتنا عجیب لگا کہ یا اللہ! پوری زندگی پاؤں میں جوتے پہننے کا موقع نہیں ملتا۔ اور ہمارے یہاں دیکھو تو سبحان اللہ جوتوں کے ڈیزائن ختم نہیں ہوتے، ایک سے ایک بڑھ کر۔ تو ہم پر تو اللہ رب العزت کی بہت نعمتیں ہیں، اصول یہ بنا کہ دین کے معاملے میں ہم اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں تاکہ مزید عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھیں۔ (ج 35 ص 214)

## ایک مصیبت زدہ کی شکر گزاری

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں صحرا میں گیا تو مجھے ایک جگہ ایک بوڑھے میاں نظر آئے جن کے جسم پر پھنسیاں تھیں، سارا جسم زخم ہی زخم بنا ہوا تھا اور وہ آنکھوں سے بھی نابینا تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ پڑھ رہے ہیں، جب ذرا قریب ہو کر سنا تو وہ کہہ رہے تھے: اللہ! میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں جو آپ نے مجھ پر عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا کہ ایک بندہ بیمار ہے، چارپائی سے ہل نہیں سکتا، پاؤں سے معذور ہے، آنکھوں سے بھی نابینا اور یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ! میں تیری نعمتوں کا شکر ہی ادا نہیں کر سکتا۔ تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ بھائی! آپ پر کون سی نعمتیں ہیں؟

اس نے کہا: سبحان اللہ! کیا ایمان نعمت نہیں ہے جس سے اللہ نے مجھے نوازا ہوا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت ہے جس سے اللہ نے نوازا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ مجھے ان کی بات بڑی اچھی لگی۔ میں نے پوچھا کہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے دو دن سے کہیں چلا گیا ہے اور میری خدمت کرنے والا کوئی نہیں، وہ مجھے نماز پڑھاتا تھا، وضو کرواتا تھا، نماز میں مدد کرتا تھا، ذرا اس کا پتہ کر کے آؤ! کہنے لگے کہ میں باہر نکلا تو قریب میں دیکھا کہ ایک جگہ ایک انسان کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے، اس کا گوشت شیر یا کسی جانور نے کھا لیا تھا، میں گھبرایا کہ میں اس بات کو کیسے

بتاؤں کہ تمہارے بیٹے کوتو کوئی جانور کھا گیا۔ کہنے لگے کہ میں آیا اور میں نے آکر کہا کہ
میں آپ کے لئے ایک غم کی خبر لایا ہوں۔ اس نے پوچھا: کون سی خبر؟ میں نے کہا کہ
تمہارے بیٹے کو کسی جانور نے کھالیا ہے، اس کی ہڈیاں اور اس کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے،
باقی گوشت وہاں نہیں ہے۔ میری اس بات کو سن کر انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا اور شکرادا
کر کے کہنے لگے کہ اللہ! میں اس بات پر راضی ہوں کہ تو نے مجھے وہ بیٹا دیا کہ رات کو
تہجد پڑھتا تھا اور دن میں روزے سے رہتا تھا، باپ کی خدمت کرتا تھا اور میں اس بات
پر شکرادا کرتا ہوں کہ میرے بیٹے کو الحمدللہ نیکی پر موت آئی، اس کو گناہ پر موت نہیں آئی۔
آخری سہارا وہ بھی چلا گیا تو اس پر بھی شکر کیا کہ اللہ! میرے بیٹے نے زندگی ایسی گزاری
کہ الحمدللہ اس کو نیکی پر موت آئی گناہ پر موت نہیں آئی۔ (ج35ص215)

## ناشکری کا عبرت انگیز واقعہ

ہمارے ایک دوست تھے پرسنل آفیسر تھے ایک جگہ پر۔ وہ اپنی بیٹی کا واقعہ خود سنانے
لگے۔ کہنے لگے کہ حضرت! اللہ نے مجھے بیٹی دی جو حور پری سے شاید حسن میں بڑھی ہوئی
ہو، اتنی خوبصورت تھی دودھ کی طرح اس کا سفید رنگ تھا اور عقل مند اتنی کہ جب سکول میں
گئی تو ہر کلاس میں ٹاپ کرتی تھی۔ وہ لڑکی سرجن ڈاکٹر بنی۔ جب چوبیس سال کی عمر ہوگئی تو
اس کے رشتے آنے شروع ہو گئے۔ مگر اس میں کمپلیکس آگیا تھا، احساس برتری پیدا ہو گیا
تھا، وہ اپنے آپ کو کوئی انوکھی شئے سمجھتی تھی۔ کہنے لگے کہ حضرت! ہمارے ہاں درجنوں
رشتے آئے، جو رشتہ آتا وہ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتی۔ یہ ایسا ہے، یہ ایسا ہے۔ ہم
سمجھاتے کہ بیٹی! یہ تو بہت اچھا رشتہ ہے، نیک بھی ہے، دیندار بھی ہے، عزت والا گھرانہ
بھی ہے، فلاں بھی ہے، مگر وہ ایسے پاؤں کی نوک سے اڑادیتی۔ درجنوں رشتے آئے اور وہ
بڑے تکبر کے ساتھ نہ کرتی رہی۔ ہم اس کو بار بار سمجھاتے تھے وہ سمجھتی ہی نہیں تھی۔
پھر اس پر اللہ کی پکڑ آئی۔ ایک دن کسی مریض کا سرجن کے ساتھ مل کر آپریشن کر

رہی تھی، اس کے ہاتھ کی جو اوپر کی جو جلد ہوتی ہے نا ہتھیلی کی پشت کی جلد اس پر کوئی انفیکشن ہوگئی۔ ایسی انفیکشن ہوئی کہ دونوں ہاتھوں کی اوپر کی جو چمڑی تھی وہ بالکل بوڑھوں کی طرح بن گئی۔ جیسے سو سال کے بوڑھے کے ہاتھ کے اوپر کی جلد ہوتی ہے بالکل اسی طرح اس کی جلد ہوگئی۔ اب وہ ہاتھ کسی کو دکھا نہیں سکتی، بڑے علاج کروائے، ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کا تو علاج اب ممکن نہیں۔

اب کیا ہوا؟ رشتے آنے بند ہو گئے۔ اب وہ چاہتی ہے کہ رشتہ ہو لیکن رشتہ ملتا نہیں۔ جو آتا شکل دیکھ کر خوش ہوتے اور جب ہاتھوں کو دیکھتے تو ریجیکٹ کر کے چلے جاتے۔ اب وہ ہر وقت ہاتھوں پہ دستانے پہنتی ہے، کہیں آنا جانا ہو تو ہاتھوں کو چھپاتی ہے۔ کہنے لگے کہ پچیس سال کی عمر میں اس نے درجنوں رشتوں کو ٹھوکریں ماری تھیں، آج دس سال اس کو روتے ہوئے گزر گئے، دس سال میں ایک رشتہ بھی نہیں آیا۔ اب بیٹھ کر کہتی ہے کہ میں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور مجھے میرے تکبر کی سزا اللہ نے دی ہے۔ اب موت مانگتی ہے کہ جینے سے مر جانا بہتر ہے، جس بچی کی عمر پینتیس سال ہو جائے اور رشتہ نہ آئے تو اس کی زندگی تو تاریک ہوگئی۔ تو پروردگار نعمتیں دیتا بھی ہے اور اگر بندہ ناشکری کرے تو نعمتیں واپس بھی لے لیتا ہے۔ (ج 35 ص 231)

## ناقدری کا انجام

جب ہم پرائمری سکول میں پڑھتے تھے تو محلے میں ایک عورت تھی جو بکھرے بال ہوتے تھے، سر پہ دوپٹہ نہیں ہوتا تھا، پھٹے کپڑے اور گلیوں میں وہ تنکے چنتی پھرتی تھی اور بچے سکول سے آتے جاتے اس کو پاگل کہتے تھے، کوئی پتھر بھی مار دیتا تھا مگر مجھے والدہ ہمیشہ کہتی تھیں کہ بیٹا! جب ان کو دیکھو تو تم نے نہ تو کچھ کہنا ہے اور نہ کبھی تم نے ان کی طرف کوئی پتھر پھینکنا ہے۔ تو میں ہمیشہ ان کے ساتھ عزت کا معاملہ کرتا تھا۔ میں اگرچہ بچہ تھا، اس وقت میں تیسری چوتھی کا سٹوڈنٹ تھا، اور میں دیکھتا رہتا تھا کہ لڑکے

تو یہ کر رہے ہیں اور وہ بیچاری دیوانی اپنے آپ میں باتیں کرتی چلی جاتی تھی۔ جب بڑے ہوئے تو ایک دن تذکرہ ہوا تو میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ امی اس عورت کا معاملہ کیا تھا؟ تو اس وقت والدہ صاحبہ نے کہا کہ یہ عورت اس محلے میں رہتی تھی، ایک تندور تھا اس پر روٹیاں لگاتی تھی، اللہ نے اسے خوبصورت بیٹا عطا کیا، ایک دن اس عورت نے کوئی کام سمیٹنا تھا اور بچہ اس کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، کچھ بچے ہوتے ہیں جن کو گودوں کا چسکا پڑ جاتا ہے تو ماں سے الگ ہی نہیں ہوتے۔ اب ماں اس کو کہتی کہ بیٹھو! مجھے کام کرنے دو، تو وہ ماں کے ساتھ اور چپٹ جاتا، تو کافی دیر کے بعد اس کو غصہ آیا، اس نے کافی ڈانٹ ڈپٹ کی لیکن بچہ پھر اس کے ساتھ چمٹا رہا۔

آخر اس نے اس کو چارپائی پہ لٹایا اور فیڈر میں دودھ بنا کے دیا اور کہا کہ میں کام کر رہی ہوں، اب تم اگر اٹھ کر میرے پیچھے آئے تو میں تمہاری پٹائی کروں گی۔ بچے کی بات دیکھئے کہ اس نے دودھ ختم کیا اور پھر ماں کے پاس۔ اب جب اس نے بچے کو دیکھا تو غصے میں آ گئی اور جب غصہ آ جائے تو پھر بندے کو سمجھ نہیں لگتی کہ کیا کہہ رہا ہے۔ تو وہ غصے اور ٹینشن میں تو تھی ہی یہ الفاظ کہہ دیئے کہ میں تو تجھے سلا کے آئی تھی تو پھر پیچھے آ گیا تو تو سویا سو ہی جاتا تو اچھا تھا۔ اللہ رب العزت نے اس ماں کی بد دعا کو قبول کر لیا مگر اس بچے کو اس وقت موت نہیں دی، اللہ تعالیٰ نے اس پھل کو پکنے دیا۔

وہ بچہ سکول گیا تو بہت اچھے نمبروں میں کامیاب ہونے والا، اس نے تعلیم پائی تو بہت امتیازی حیثیت حاصل کی، پھر کاروبار شروع کیا تو اللہ نے اس بچے کے کاروبار میں ایسی برکت دی کہ تھوڑے عرصے میں وہ بچہ لاکھوں پتی بن گیا۔ اس زمانے میں لاکھ بڑی چیز ہوتی تھی، کوئی کوئی ہوتا تھا لاکھ پتی۔ اب وہ خوبصورت نوجوان لڑکا، بہترین بزنس مین، پورے محلے کے گھروں میں مائیں اپنے بچوں کو اس کی مثال دیتی تھیں کہ بیٹا! تم نے ایسا بننا ہے اور تمنا (Wish) کرتی تھیں کہ کاش کہ ہمارا بیٹا بھی اس طرح بنے۔

جب اس کی زندگی پورے جوبن پر تھی تو اس کی ماں نے اس بچے کے رشتہ کے لئے

اپنی برادری میں بہترین پڑھی لڑکی کا انتخاب کیا۔اللہ کی شان دیکھئے جب شادی میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے تو گھر کا فرش دھویا ہوا تھا، بچہ وہاں سے تیزی سے گزرنے لگا تو پاؤں جو سلپ ہوا یہ سر کے بل گرا اور بچے کی وہیں پر ڈیتھ ہو گئی۔اللہ نے پھل اس وقت کاٹا جب پورے کا پورا پکا ہوا تھا۔اب جب ماں نے اپنے بیٹے کی لاش اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھی تو دماغی توازن کھو بیٹھی، باقی ساری زندگی وہ گلی میں تنکے چنتی تھی اور اشعار پڑھا کرتی تھی۔

آوے ماہی تینوں اللہ وی لیاوے تیریاں نت وطناں تے لوڑاں

کملی کر کے چھوڑ گیوں تے میں ککھ گلیاں دے رولاں

آج تنکے چنتی پھر رہی ہے، اس کو اپنا پتہ نہیں ہوتا تھا کہ بکھرے بال ہیں، پھٹے کپڑے ہیں، آج اس نعمت کی قدر آ رہی ہے۔

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

کتنی بہنیں ہیں اپنے بھائیوں کو معمولی بات پر بددعائیں دیتی ہیں، کتنی مائیں ہیں اولاد کو بددعائیں دیتی ہیں، کتنی بیویاں ہیں خاوند کو بددعائیں دیتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نعمتیں چھین لیتا ہے تو پھر بیٹھ کے روتی ہیں۔تو نعمتوں کی ناشکری یہ اللہ رب العزت کی نظر میں بہت بڑا گناہ ہے۔ہمیں اللہ رب العزت نے اگر بن مانگے نعمتیں دی ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں، ان نعمتوں کی قدر دانی کریں، وقت بدلتے دیر نہیں لگا کرتی۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے؟ فقط ان کی چشم پوشی

وہ اگر نگاہ کر دیں تو ابھی بہار آ جائے

اللہ کی رحمت کی نظر ہوتی ہے تو بہار آتی ہے، رحمت کی نظر ہٹ جاتی ہے تو خزاں آجاتی ہے، انسان گھر بیٹھے بٹھائے ذلیل ہو جاتا ہے۔تو آج کی اس مجلس میں ہم نے یہ بات سیکھنی ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کا بھی شکر ادا کریں گے، اللہ رب العزت کا بھی شکر ادا کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔(ج35ص232)

# بیت اللہ شریف کو دیکھ کر ہدایت ملی

میں ایک واقعہ سنادوں کہ آج کل ہدایت کیسے آسانی سے ملتی ہے۔

مجھے ایک ملک میں بیان کرنے کا موقعہ ملا، مجھے ایک چٹ ملی کہ میں ایک نو مسلم عورت ہوں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں وقت دیجئے، انتظام کرنے والوں نے بات کرانے کا انتظام کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ عورت پہلے یہودی تھی پھر مسلمان بنی لیکن اس کے اندر عبادت اور تقویٰ اتنا ہے کہ اس کو دیکھ کر لوگوں کے دل بدلتے ہیں۔ پردے کا انتظام ہوگیا، اس نے کچھ سوال پوچھے جن کے عاجز نے جواب دیے۔ وہ نماز اہتمام سے پڑھتی تھی، بڑے اہتمام سے وضو کرتی، نماز کے لئے کئی خوبصورت کپڑے رکھے ہوئے تھے، پہن کر بن سنور کر نماز ادا کرتی تھی۔

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف:۳۱)

نماز پڑھتے ہوئے اسے یہی خیال ہوتا ہے کہ میں تو رب کے سامنے کھڑی ہوں۔ کہنے لگی کہ مجھے نماز پر پوراپونا گھنٹہ لگتا ہے، جب میں اپنے رب سے ہم کلامی کرتی ہوں تو وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، لذت ملتی ہے، دل کرتا ہے اور پڑھ لوں اور پڑھ لوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ مسلمان کیسے بنیں؟ اس نے کہا کہ آپ کا مطلب؟ میں نے کہا کس کے ذریعے سے اسلام قبول کیا؟ کلاس فیلو کے ذریعہ سے یا دفتر کے کسی ساتھی کے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے۔ کہنے لگی کہ مجھے اللہ نے ہدایت دی اور مسلمان بنی، الحمدللہ میں پکی مسلمان ہوں۔ میرا خاوند پی ایچ ڈی ہے، میں خود اس کمپنی میں کام کرتی ہوں۔ ہماری کمپنی نے جدہ میں ایک دفتر کھولا، اس کے لئے ہم نے اپنا نام دیا، میرے خاوند کو دفتر کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا اور ہم جدہ میں شفٹ ہو گئے۔

جدہ میں ہم رات کو باہر نکلتے تو کئی لوگوں کو دیکھتے کہ سفید چادر لپیٹی ہوئی ہوتی تھی، ہمیں وہ بڑے عجیب لگتے، پوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ اللہ کے گھر کی زیارت

کرنے آئے ہیں۔ ایک دن دل میں خیال آیا تو ہم بھی اللہ کا گھر دیکھیں تو بتایا گیا کہ غیر مسلموں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں۔ ہم نے کہا کہ پھر بھی ٹرائی کرتے ہیں، اجازت ملی تو ٹھیک ورنہ واپس آجائیں گے، چنانچہ ہم چل پڑے۔

جس وقت ہم حرم شریف کی چیک پوسٹ پر پہنچے، کھانے کا وقت تھا، پولیس والے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک آدمی ڈیوٹی دے رہا تھا، اس نے باڑ ہٹا کر اجازت دیدی، چنانچہ ہم حرم شریف پہنچے تو میں نے احتیاطاً ایک چادر باندھ لی تھی، چلتے چلتے اس جگہ پہنچے جہاں طواف کرتے ہیں۔ بیت اللہ شریف کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے، نور ہی ایسا تھا کہ ہم نہال ہو گئے۔ میں نے میاں کو دیکھا کہ آنکھوں میں آنسو تھے اس نے مجھے دیکھا، میری آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ یہ سب کیا ہے؟ اس گھر کو دیکھ کر دل کو کچھ ہو رہا ہے، آپس میں ہم نے مشورہ کیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان بن گئے، دیکھئے ہدایت کتنی آسان ہے۔ (ج35 ص262)

## تلاوتِ قرآن ہدایت کا ذریعہ بنی

سندھ میں ہندو گھرانے کی ایک ہندو لڑکی اپنی مسلمان سہیلیوں کے ساتھ ان کے گھر آتی جاتی تھی۔ بچوں کی ماں بچوں کو قرآن پڑھاتی، یہ سنتی رہتی، ہر وقت آنا جانا تھا، ایسی مقناطیسیت پڑی کہ فدا ہو گئی۔ پوچھا کہ میں یہ کتاب پڑھ سکتی ہوں؟ بیٹی! اس کے لئے تو کلمہ پڑھنا پڑے گا۔ کیسے؟ مسلمان بننا پڑے گا۔ کہنے لگی: ماں باپ ماریں گے، اسلام کی اجازت نہیں دیں گے۔ کہا یہ تو ضروری ہے۔ اس نے کہا: کچھ بھی ہو میں قرآن پڑھ کر رہوں گی۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ سہیلی کے ساتھ آتی جاتی رہی، پڑھتے پڑھتے اس نے ناظرہ پورا کر لیا۔ جوان ہو گئی تو شادی کسی کٹر ہندو کے ساتھ ہو گئی۔ اب پریشان ہو گئی۔ اس نے قرآن پڑھانے والی باجی کو بتایا۔ بولی خالہ میں پریشان ہوں، کوئی طریقہ بتائیے؟ خالہ نے کہا: گھبراؤ نہیں، جب تیری

شادی ہوگی، میں تجھے قرآن مجید جہیز میں دوں گی تنہائی میں پڑھتی رہنا، وہ مطمئن ہو گئی۔ خالہ نے کہا کہ میں کئی جوڑے خرید کر اس کا گفٹ پیک بناؤں گی، اس میں قرآن مجید بھی ہوگا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا بہت ہی مضبوط پیکنگ میں سارا گفٹ بند کیا، پیکنگ اچھی کی، اور اسے رخصتی سے پہلے ہدیہ کیا اور تاکید کی کہ یہ دلہن کے گھر ہی جا کر کھولا جائے۔ لڑکی نے ایسا ہی کیا، اسے اپنے کمرے میں کھولا اور اس میں سے قرآن مجید کو نکال کر محفوظ کر لیا۔ اب خاوند جب چلا جاتا تو یہ قرآن پڑھتی رہتی۔ قرآن کی وجہ سے اس کے اندر کا ایمان محفوظ رہا۔ اسی اثناء میں خاوند کو بلڈ کینسر ہو گیا، خون تبدیل کیا، خاطر خواہ علاج کیا، مگر فائدہ نہ ہوا۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج سمجھ کر واپس گھر بھیج دیا۔ ایک دن خاوند رونے لگ گیا، دلہن نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ کہا لگتا ہے میں تجھ سے جوانی میں جدا ہو جاؤں گا۔

بیوی نے کہا میں آپ کو ایک دوائی پلاتی ہوں، اس سے آپ ٹھیک ہو جائیں گے لیکن وعدہ کریں اس کے بعد میں جو کچھ کہوں گی آپ وہی کریں گے۔ اس نے گلاس میں پانی لیا، اس میں اس نے دم کر دیا، خاوند نے پوچھا کیا کر رہی ہو؟ اس نے کہا کہ بس اس کو پی جائیں، آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ خدا کا کرنا ایسا ہی ہوا کہ اس کی حالت بہتر ہونے لگی، ہسپتال میں خون کا ٹیسٹ کروایا تو نیگٹو آیا، چہرے پہ سرخی آ گئی، خوش خوش گھر آیا کہ میں تو بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔ اب بیوی نے کہا: آپ نے وعدہ کیا تھا، اس کو پورا کریں۔ خاوند نے کہا کیا کروں؟ بیوی نے کہا کہ اسلام کا کلمہ پڑھ لو! وہ ہکا بکا رہ گیا، یہ کیا کہتی ہو؟ بیوی نے کہا کہ تم نے وعدہ کیا تھا۔ دوسرے دن بیوی نے پھر مطالبہ کیا، خاوند نے کہا: تم کیوں ایسا کر رہی ہو؟ کیا تم مسلمان ہو؟ پھر بیوی نے پورا واقعہ سنایا کہ وہ قرآن کو سن کر مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر اس نے بتایا کہ خالہ نے مجھے بتایا تھا کہ بیمار پڑ جاؤ تو سورۃ الم نشرح اور الحمد للہ پڑھ کر دم کرو، بیمار کو شفا ہوگی، میں نے یقین کے ساتھ یہ پڑھا اور آپ کو شفا ہو گئی۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ (ج 35 ص 264)

# ظاہری سنت، ہدایت کا ذریعہ بنی

ہم باہر ایک ملک میں تھے، ہم دو ہی دوست تھے، پارکنگ لاؤنج میں کھڑے تھے۔ اچانک ایک گاڑی نے ٹرن لیا اور ہمارے ساتھ دس فٹ کے فاصلے پر آکر رک گئی۔ وہاں عموماً ڈائریکشن لینے کے لئے اس طرح گاڑی روکتے ہیں، جب کوئی غلط سڑک لے لیتا ہے تو پھر دوسرے سے پوچھتا ہے۔ میں نے ساتھی سے کہا کہ اسے ڈائریکشن کی ضرورت ہے، جاؤ اس کو ڈائریکشن دو۔ جب وہ اس کے پاس جا کر واپس آیا تو کہا کہ وہ ایک انگریز لڑکی ہے، بدن پر پورے کپڑے بھی نہیں، کچھ پوچھ رہی ہے۔ میں نے کہا کہ جا کر جو پوچھتی ہے بتادو۔ جب اس نے جا کر بتایا تو اس نے کہا کہ کیا میں ان کی طرح مسلمان بن سکتی ہوں؟ میں نے کہا ہاں کیوں نہیں!! میں نے اپنا سفید رومال دیا کہ اسے اوڑھ لے۔ کلمہ پڑھایا اور وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے چلی گئی۔ اب اس کو کسی نے دعوت نہیں دی، فقط ظاہری سنت کو ایک نظر دیکھ کر اثر قبول کیا اور مسلمان بن گئی۔ (ج35 ص265)

# خواب ہدایت کا ذریعہ بنا

ہم ایک دفعہ رشیا گئے، ماسکو میں ایک نوجوان ملا، اس سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ کلمہ پڑھائیے، ہم نے کلمہ پڑھا دیا اور وہ مسلمان بن گیا۔ اس نے کہا کہ میں بائیس گھنٹے کی مسافت سے آیا ہوں، ہمارا ایک کلب ہے ''پریذیڈنٹ کلب'' جس میں پینتالیس مرد ہیں، اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے آجائیں گے تو سب مسلمان بن جائیں گے۔ میں نے مولانا عبداللہ صاحب سے مشورہ کیا اور اس کی دعوت قبول کر لی۔ بائیس گھنٹے نان سٹاپ چلے اور اس شہر پہنچ گئے۔ اس نے سب ساتھیوں کو جمع کیا، اس نے سب کے سامنے ایک سوال پوچھا کہ ہم سب کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہودی، عیسائی، مسلمان سب خود کو حق پر سمجھتے ہیں، آپ ہمیں اسلام کی حقانیت کے بارے میں بتائیں۔ تو اس عاجز نے ایک گھنٹے تک ان کو ٹھوس باتیں بتائیں۔ تب میں نے ان

سے پوچھا کہ کیا آپ کو آپ کے سوال کا جواب مل گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں جواب مل گیا اور اب ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں مسلمان بنائیں، ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ ہم نے انہیں کلمہ پڑھایا اور ارکان اسلام کی تعلیم دی۔

انہوں نے بتایا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں ہے، جس سے ہم اسلام سیکھیں، آپ ہمیں نماز کا طریقہ بتائیے اور نماز کی وڈیو بنا کر دیجئے ہم دیکھیں گے اور سیکھیں گے۔ میرے پاس رشیا کے علماء تھے انہوں نے کہا کہ حضرت! ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان کو اذان کی ویڈیو بنا کر دے دیتے ہیں۔ چنانچہ ویڈیو والے کو بلوایا گیا، ویڈیو والا جب آیا، پریڈیڈنٹ کلب سے ملا، پوچھا یہ کون ہے؟ تعارف کرایا، اس نے کہا کہ میں تب ویڈیو بناؤں گا جب یہ مجھے بھی مسلمان بنائے گا۔ میں نے کہا کہ اس سے پوچھو یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہی بندہ خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ اسے خواب کے ذریعے سے ہدایت مل گئی۔ کسی نے بیت اللہ شریف کو دیکھا ہدایت مل گئی، کسی نے اذان کو سنا تو ہدایت مل گئی، کسی نے قرآن کو سنا، ہدایت مل گئی اور کسی نے ظاہری سنت کو دیکھا تو ہدایت مل گئی۔ سوچئے آج کے دور میں ہدایت کتنی آسانی سے ملتی ہے۔ آج کے دور میں فتنے بہت، آگے پیچھے فتنے ہی فتنے ہیں، مگر آج کے دور میں ہدایت بھی اللہ نے آسان کر دی۔ (ج35 ص266)

## ایک گنہگار کو توبہ کی توفیق

ایک واقعہ سنئے! سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک نوجوان کو گناہ کی عادت تھی۔ لوگوں نے بات موسیٰ علیہ السلام تک پہنچائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بلا کر سمجھایا۔ وہ پھر بھی مرتکب ہو گیا، پھر سمجھایا، پھر مرتکب ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخر اس کو کہا کہ تم بستی چھوڑ کر کہیں باہر چلے جاؤ، تمہاری وجہ سے کہیں عذاب نہ آ جائے۔ چنانچہ وہ بستی چھوڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ کچھ گناہ ایسے ہوتے

ہیں کہ جو لوگوں سے علیحدگی کی وجہ سے چھوٹ جاتے ہیں۔ جب وہ بستی چھوڑ کر چلا گیا تو اسے اپنے گناہوں کا احساس ہو گیا کہ میں اتنا برا ہوں کہ لوگوں کو مجھ سے نفرت ہو گئی ہے۔ وہ بستی سے اتنا دور چلا گیا کہ نہ بندہ نہ بندے کی ذات، اسے شدت سے یہ احساس ستانے لگا کہ لوگ مجھے اتنا برا سمجھتے ہیں کہ بستی میں مجھے اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ اس نے گناہوں سے پکی سچی توبہ کر لی اور اللہ کے حضور دعائیں مانگنے لگ گیا، یا الٰہی! مجھے اپنے رشتہ داروں نے چھوڑا، ہمسائیوں نے چھوڑا، اس پوری بستی نے چھوڑا، مولیٰ کہیں آپ بھی نہ چھوڑ دینا۔ لوگ مجھے اپنے پاس رکھنا بھی پسند نہیں کرتے، میرے مولا! میں آپ کے در پہ آیا ہوں، کہیں آپ دھتکار نہ دینا، اللہ رب العزت نے اس بندے کی توبہ قبول کر لی اور اسی وقت اس کی روح پرواز کر گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ پہاڑ کے پاس میرا ایک دوست مردہ پڑا ہے، جا کر اس کا جنازہ پڑھا دیں اور اپنی قوم کو بھی بتا دیں کہ وہ میرا ایسا دوست ہے کہ جو اس کا جنازہ پڑھے گا، پڑھنے والے کی مغفرت ہو جائے گی۔

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو اگر کسی کا جنازہ پڑھ لیں تو اس مردے کی مغفرت ہو جاتی ہے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا جنازہ پڑھنے سے پڑھنے والوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ وہی شخص ہے جس کو بستی سے نکالا گیا تھا۔ حیران ہوئے، اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، اے اللہ! کیا وہ یہی بندہ ہے جس کا جنازہ پڑھانے کا حکم ہے؟

> اللہ رب العزت نے پیغام بھجوایا کہ ہاں یہ وہی شخص ہے، اس نے ایسی سچی توبہ کر لی تھی کہ اگر قیامت تک آنے والوں کے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگتا تو میں انہیں بخش دیتا۔ (ج 35 ص 268)

# اضافہ جدیدہ

## تعمیر انسانیت......فکری تبدیلی کا ایک واقعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اخلاقی قدروں میں کس طرح تبدیلی پیدا فرمائی اس کا اندازہ لگانے کے لیے ایک واقعہ سن لیجئے:

نبی علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابی ایک چھوٹی سی معصوم بچی کو اُٹھائے ہوئے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، زار و قطار رو رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے: اے اللہ کے حبیب! مجھے اپنا ماضی یاد آ رہا ہے۔ پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگے:

میں اسلام لانے سے پہلے اتنا سنگدل انسان تھا کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں سفر پر تھا میرے ہاں بیٹی ہوئی، میری بیوی نے اس بیٹی کو اپنی بہن کے گھر بھجوا دیا، میں سفر سے لوٹا اور میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ وہ کہنے لگی: بیٹی ہوئی تھی دفن کر دی۔ میں نے کہا، قصہ ختم ہوا۔

وہ بیٹی میری سالی کے ہاں پلتی رہی حتیٰ کہ لڑکپن کی عمر کو پہنچ گئی۔ میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگ گئی، وہ کبھی کبھی اس کے ساتھ میرے گھر بھی آتی رہی، میں اسے

اپنی سالی کی بیٹی سمجھتا، میں بھی اس کی باتیں سنتا، مجھے اچھی لگتیں، وہ بچی کبھی میری گود میں آجاتی میں اظہارِ محبت بھی کر دیتا۔ حتیٰ کہ اس بچی سے میں محبت کرنے لگ گیا۔ جب میری بیوی نے دیکھا کہ اب میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہوں اور اسے بہت محبت دے رہا ہوں۔ تب اس نے یہ راز کھولا کہ یہ تو ہماری بیٹی ہے۔ کہتے ہیں: میں نے یہ سنا تو میرے دل کی کیفیت بدل گئی لیکن میں نے بیوی کو اظہار نہیں کیا۔

دو چار دن گزرے۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی کو کہا: کتنا اچھا ہوا گر میں اس کو اپنے ساتھ بازار لے جاؤں۔ اس نے کہا: لے جائیں۔ میں نے اس چھوٹی سی پھول جیسی بیٹی کو اُٹھایا اور میرے اندر کا حیوان اس وقت پوری طرح تیار تھا کہ میں اس بچی کو زندہ دفن کر دوں۔ میں ویرانے میں گیا اور میں نے گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ جب میں گڑھا کھود رہا تھا تو مٹی میرے کپڑوں پر پڑ رہی تھی اور وہ چھوٹی بچی میرے کپڑوں کو جھاڑ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: ابو! آپ کے کپڑے میلے ہو رہے ہیں، آپ کے کپڑوں پر مٹی پڑ رہی ہے، میرے دل میں اس کا احساس نہیں تھا۔ جب میں نے گڑھا کھود لیا تو میں نے اس بچی کو پکڑ کر گڑھے میں پھینکا اور اس پر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ معصوم بچی رونے لگ گئی، کہنے لگی: میرے سر پر مٹی پڑ رہی ہے، میری آنکھوں میں مٹی پڑ رہی ہے، ایسا نہ کریں مجھے کیوں مٹی میں ڈال رہے ہیں؟ میں نے اس کی کوئی بات نہیں سنی۔ اے اللہ کے حبیب! میں مٹی ڈالتا رہا، ڈالتا رہا حتیٰ کہ اس کی آواز آنا بند ہوگئی۔ میں نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کیا۔ میں ایسا انسان تھا، آپ تشریف لائے، آپ کی وجہ سے ہم نے کلمہ پڑھا، آپ نے ہمیں اخلاقِ عظیمہ سکھائے اور ایسی محبتیں سکھائیں۔ اے اللہ کے حبیب! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، یہ مجھے اتنی پیاری لگتی ہے کہ میں اسے سینے سے لگا رہا ہوں۔

یہ تعمیرِ انسانیت ہے کہ وہ لوگ جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اب ان کو دوسرے کے بچے کے ساتھ بھی ایسی محبت اور ایسی اُلفت ہوگئی۔ (ج ۲۷ ص ۴۴)

# اخلاص کی برکت سے مصیبت سے نجات

جو مخلص بندہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مصیبتوں سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔
حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی سفر پر جا رہے تھے۔ بارش آئی تو وہ ایک غار میں چلے گئے۔ ایک بڑی چٹان لڑھکتی ہوئی آئی اور وہ غار کے دروازے پر آ کر ٹک گئی۔ اب یہ نکل نہیں سکتے تھے۔ بڑا زور لگا لیا، حتیٰ کہ ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہمیں موت سے کوئی نہیں روک سکتا۔ دل میں خیال آیا کہ اللہ سے دُعا مانگو۔ انہوں نے کہا کہ چلو، اپنا کوئی عمل اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کو عمل پسند آ جائے اور اللہ اپنے فضل سے اس چٹان کو نیچے کر دے۔

ان میں سے ایک نے اپنا عمل پیش کیا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے والدین کو دودھ پیش کرنا تھا اور وہ سو گئے تھے تو میں کھڑا رہا۔ کھڑے کھڑے صبح ہو گئی، میرے والدین کی آنکھ کھلی اور انہوں نے مجھ سے دودھ مانگا تو میں نے پیش کیا۔ اللہ! والدین کی خدمت میں جو ساری رات کھڑا رہا، اگر یہ عمل قبول ہے تو اس کو ہٹا دیجیے۔ تیسرا حصہ چٹان کا نیچے سرک گیا۔

پھر دوسرے کی باری آئی۔ اس نے کہا: یا اللہ! ایک مزدور نے مزدوری کی تھی اور بغیر مزدوری لیے چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری سے ایک بکری خرید لی۔ وہ بڑھتی رہی بڑھتی رہی حتیٰ کہ ریوڑ بن گیا۔ بہت عرصے کے بعد وہ لینے آیا۔ اللہ! میں نے سارا ریوڑ تیری رضا کے لیے اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اگر یہ عمل قبول ہے تو اللہ اس مصیبت سے نجات عطا فرمائیے۔ چٹان اور نیچے آ گئی۔

تیسرے نے کہا: یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی اور میری طبیعت اس کے عشق میں بہت زیادہ مبتلا تھی۔ میں نے اس سے گناہ کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا کہ تم مجھے اتنے پیسے دو گے تو پھر میں تمہاری بات مانوں گی۔ اپنی طرف سے

اس نے جان چھڑوانے کے لیے اتنی رقم بتا دی تھی جو میرے پاس ہو ہی نہیں سکتی تھی، میں نے اس بات کو دل میں رکھ لیا اور میں نے محنت کرنی شروع کر دی۔ کافی عرصے کے بعد میں نے اتنی رقم جمع کر لی جو اس نے کہی تھی۔ اب میں نے اسے کہا کہ تم نے مجھ سے جو بات کی تھی وہ میں نے پوری کر دی ہے، لہٰذا اب اپنا وعدہ پورا کرو۔ جب میں گناہ کے لیے بالکل تیار ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے جسم پہ خوف کی وجہ سے کپکپی طاری تھی۔ میں نے پوچھا کہ تم کیوں اتنی خوفزدہ ہو رہی ہو؟ اس نے کہا میں نے زندگی میں کبھی یہ عمل نہیں کیا، تم اللہ کی مہر کو کیوں توڑتے ہو؟ اس کے ان الفاظ نے میرے دل پہ ایسا اثر کیا کہ میں نے اسے پیسے بھی دے دیئے اور گناہ کا ارادہ بھی ترک کر دیا۔ اللہ! یہ عمل اگر قبول ہے تو چٹان ہٹا دیجئے۔ چٹان پوری ہٹ گئی اور اللہ نے تینوں کو نجات عطا فرما دی۔ (بخاری، رقم: ۲۲۱۵) (ج ۷ ص ۹۱)

## حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا اخلاص

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت جلالی تھی۔ چنانچہ تربیت کے لیے جو مریدین آتے تھے تو حضرت ان کے اوپر خوب سختی فرماتے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت رحم والی تھی جو لوگ تربیت کے لیے آتے تھے تو حضرت ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت کا اظہار فرماتے تھے، مہمان نوازی بھی کرتے حتیٰ کہ رات کو مہمان سو جاتا تو کئی مرتبہ اس کے پاؤں بھی دبایا کرتے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تو ماشاء اللہ ایک نظم تھا، ایک ضبط تھا۔ ذرا اس سے کوئی آگے پیچھے ہوتا تھا تو بستر سر پر رکھ کر خانقاہ سے نکال دیا جاتا تھا۔ اب لوگ باتیں بھی کرتے تھے۔ کئی لوگ کہتے تھے کہ جی بڑی سختی کرتے ہیں۔ کسی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت! بہت مشہور ہو گیا ہے کہ آپ بڑی سختی کرتے ہیں تو حضرت نے فرمایا: بھئی! لوگ جانور بن کر میرے پاس آتے ہیں، اب

مجھے ان پر چھری بھی تو چلانی پڑتی ہے کہ انسان بنیں۔ کسی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ حضرت! آپ بڑے اچھے ہیں، آپ کی طبیعت میں کتنی نرمی ہے، پیار ہے، محبت ہے، مہمان نوازی بھی کرتے ہیں، پھر مہمانوں کے پاؤں بھی دباتے ہیں، وہاں تو بڑی سختی ہے۔ اب یہ ایک ایسا موقع تھا کہ کوئی عام بندہ ہوتا تو وہ کہتا کہ ہاں ...... ہمارا یہ عمل اور ان کا یہ عمل ...... مگر چونکہ اخلاص تھا اس لیے اس کہنے والے کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا اور فرمایا:

دیکھو! ایک ہوتے ہیں ڈاکٹر جو سرجن ہوتے ہیں، ان کے پاس جب کوئی پھوڑے والا بندہ آتا ہے تو وہ اس کے اوپر چھری پھیرتے ہیں، نشتر لگاتے ہیں اور ان کا گند نکالتے ہیں مگر وہ بڑے سرجن کہلاتے ہیں اور ایک ہوتے ہیں کمپوڈر۔ کمپوڈر کا کام ہوتا ہے کہ بس زخم کے اوپر مرہم لگالو۔ مریض کو ظاہر میں کمپوڈر اچھا لگتا ہے کہ ہمیشہ مرہم لگا دیتا ہے اور سرجن اچھا نہیں لگتا لیکن جب شفا پالیتا ہے تو پھر سرجن کا احسان مانا کرتا ہے۔ فرمانے لگے: میری حیثیت تو کمپوڈر کی سی ہے اور ان بزرگوں کی حیثیت سرجن ڈاکٹر کے مانند ہے ...... تو یہ اخلاص والے لوگ ہوتے تھے۔ (ج ۲۷ ص ۹۹)

## کھانے کے آداب

بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے دسترخوان پر بہت سارے مہمان آگئے۔ انہوں نے اپنے خادم سے کہا کہ دسترخوان پر کھانا رکھ کر لائٹ کو ٹھیک کرنے کے بہانے بجھا دینا تاکہ کوئی کم کھائے کوئی زیادہ اس کا پتہ نہ چلے اور سب لوگ کھالیں۔ خادم نے ایسے ہی کیا۔ سب لوگ دسترخوان پر بیٹھ گئے، اب کوئی ہاتھ آگے بڑھا رہا ہے، کوئی لے رہا ہے، کوئی کچھ کھا رہا ہے، کوئی پانی پی رہا ہے۔ جب دوبارہ لائٹ جلائی گئی تو پتہ چلا کہ پانی تو سب نے پیا تھا مگر روٹی کسی نے

بھی نہیں کھائی تھی۔ پوچھا کہ بھئی! ایسا کیوں کیا؟ تو ہر ایک نے کہا کہ میں نے سوچا کہ میرا بھائی کھالے میں پانی پی کر گزارا کر لیتا ہوں تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک خلق تھا جو اللہ رب العزت نے ہمارے بزرگوں کو عطا کر دیا۔ (ج ۲۷ص ۱۷۲)

## مثبت سوچ کی برکت

سوچ کی بات ہوتی ہے، اچھے انداز میں سوچیں، مثبت انداز میں سوچیں، پھر ہماری زندگی اچھی گزرے گی بلکہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ جمعے سے پہلے انہوں نے اپنے سر کے بال منڈوائے تھے، حلق کروایا تھا، نماز کے لیے وہ آرہے تھے، اتنے میں چند نوجوانوں کی جماعت وہاں سے گزری۔ وہ جماعت پروگرام بنا کر آئی تھی کہ ہم ایک بڑی کشتی کرائے پر لیں گے اور وہاں بیٹھ کر ہم کھانا کھائیں گے، خوش گپیاں لگائیں گے اور تھوڑی دیر انجوائے کریں گے۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی ہے اور سر بالکل صاف ہے تو ان کو شرارت سوجھی، کہنے لگے کہ اس کو ساتھ لے جاتے ہیں، وہاں ذرا مذاق رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ پکڑا اور حضرت کو ساتھ گھسیٹ لیا۔ اب حضرت بھی ساتھ ساتھ چلے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے کشتی میں ایک طرف بٹھا دیا اور آپس میں خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے ایک نوجوان کو کوئی شرارت سوجھی، اس نے کوئی بات کی اور آ کر حضرت کے سر پر ایک دھپ لگا دی، ایک دھول لگا دی اور باقی سارے ہنسنے لگ گئے۔ اب کوئی اور بات کرتا تو دوسرا جا کر تھپڑ لگا دیتا اور باقی ہنسنے لگ جاتے۔ اب وہ سب باری باری آ کر تھپڑ لگاتے اور باقی سارے ہنستے اور قہقہے لگاتے۔ اللہ کے یہ ولی خاموشی سے بیٹھے ہیں اور تھپڑ کھا رہے ہیں، وہ ذلیل کر رہے ہیں اور آپ عاجز بن کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ اللہ! تو جس حال میں رکھے میں تجھ سے راضی ہوں۔ اللہ رب العزت کو اپنے بندے کا صبر پسند آ گیا، اوپر سے الہام ہوا، اے میرے پیارے!

انہوں نے تیرے ساتھ اتنی بدتمیزی کی اور تیرا اتنا صبر ہے، اتنا حوصلہ ہے کہ تو پھر بھی صبر سے بیٹھا ہے! مجھے تیرا صبر پسند آیا، اب تو اگر دُعا کرے گا تو میں ان کشتی والوں کو اُلٹ دوں گا تاکہ انہیں غرق کر دیا جائے۔ جیسے ہی یہ الہام ہوا تو ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا لیے اور دُعا مانگنے لگے: اے اللہ! اگر تو اُلٹنا ہی چاہتا ہے تو میں یہ دُعا کرتا ہوں کہ ان سب لوگوں کے دلوں کو اُلٹ دے تاکہ تیرے یہ نیک بندے بن جائیں۔ اے اللہ! اگر تو کشتی کو اُلٹ سکتا ہے تو تُو دلوں کے اُلٹنے پر بھی قادر ہے تاکہ تیرے یہ نیک بندے بن جائیں۔ ایک نیک ولی کی مانگی ہوئی دُعا، ایسی قبول ہوئی کہ اللہ رب العزت نے سب کو توبہ کی توفیق دی اور جتنے لوگ تھے یہ سارے کے سارے بڑے ہو کر اولیاء میں شامل ہوئے۔ (ج ۲۷ص ۲۶۷)

## خانقاہ میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد

ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کے پیر تھے۔ یہ درویش منش تھے، فقیرانہ رنگ تھا، اپنے رنگ میں ''اللہ ھو'' میں لگے رہتے تھے۔ ان کے پاس سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آیا کہ چلو میں کسی اللہ والے کی زیارت کرتا ہوں۔ وہ اپنے ساتھ دینار کی تھیلی بھر کر لایا۔ جب ملنے کے لیے آیا تو حضرت بیٹھے رہے۔ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ وقت کا بادشاہ ملنے کے لیے آیا اور آپ نے ذرا ان کا اکرام نہیں کیا، اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ اس نے آ کر حضرت سے گفتگو کی اور جاتے ہوئے وہ تھیلی ہدیہ دے کر جانے لگا۔ حضرت نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا: نہیں، حضرت! قبول فرما لیجیے، آپ نے فرمایا: نہیں میں یہ ہدیہ قبول نہیں کرتا، عذر پیش کیا۔ اس نے پھر اصرار کیا کہ حضرت! قبول کر لیجیے۔ حضرت نے اس کے جواب میں ایک خشک روٹی پڑی تھی، وہ کھانے کے لیے پیش کی۔ جب اس نے لقمہ کھایا تو وہ حلق میں اٹک گیا۔ اب وہ نہ اندر جاتا ہے، نہ باہر آتا ہے۔ حضرت نے

حالت دیکھی تو پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: حضرت! یہ لقمہ حلق میں اٹک گیا ہے، اندر نہیں جارہا۔ فرمایا: جس طرح تمہارے حلق میں یہ روٹی کا ٹکڑا اٹک گیا ہے، اسی طرح تمہاری یہ تھیلی بھی میرے حلق میں اٹکی ہوئی ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ وہ سمجھ جائے گا مگر وہ تو بادشاہ تھا۔ لوگوں کے درمیان سرخرو ہونا چاہتا تھا۔ اس نے پھر اصرار کیا کہ حضرت! رکھ لیجئے۔ حضرت کو جلال آیا، آپ نے اس تھیلی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور زور سے نچوڑا تو اس کے اندر سے خون کے قطرے گرنے لگے، فرمایا: کیا تو غرباء، یتیموں اور لوگوں کا نچوڑا ہوا مال ہمیں ہدیہ کے طور پر پیش کرنے کے لیے آیا ہے؟

جب حضرت نے یہ بات کہی تو وہ ڈر گیا، اب اس کا انداز بدل گیا۔ اسے پتہ چل گیا کہ یہاں تو معاملہ کوئی اور ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے حضرت سے بیعت کا تعلق اختیار کیا۔ جب وہ جانے لگا تو حضرت اس کو چھوڑنے کے لیے خانقاہ کے باہر کی حد تک تشریف لے گئے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! جب وہ آیا تھا تب آپ مصلے پر بیٹھے رہے اور جب وہ جانے لگے تو خانقاہ کے باہر تک چھوڑنے آئے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: جب وہ آیا تو دل میں ''انا'' لے کر آیا تھا، میں نے اس کی ''انا'' کو توڑا، جب وہ یہاں بیٹھا تو دل میں فقراء کی محبت پیدا ہوگئی، اس محبت کے اکرام میں میں اس کو باہر خانقاہ کی حد تک چھوڑ کے آیا۔ سبحان اللہ، کیسی للّٰہیت تھی۔ (ج ۳۸ ص ۳۳)

## ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کا قابل رشک ایثار

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شیخ طریقت گزرے ہیں۔ ان سے وقت کے بادشاہ نے اپنی مرضی کے مطابق ایک فتویٰ پوچھا مگر انہوں نے فتویٰ دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے ان کے ساتھ تین چار اور ساتھیوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور غصہ میں کہا کہ ان کا سر قلم کر دیا جائے۔ اب ان چاروں کو پکڑ کر پیش کیا گیا۔ جب حاکم وقت نے دیکھا تو اس کا جی چاہا کہ ابوالحسن نوری کو قتل نہ کیا جائے مگر ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ

جلاد کے بالکل پاس کھڑے تھے۔ اس نے حیلے بہانے سے کہا کہ یہ جگہ مناسب نہیں، ان کو فلاں جگہ پر قتل کرو۔ جب دوسری جگہ دیکھا تو ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ پھر جلاد کے قریب کھڑے ہیں۔ وہ بڑا حیران ہوا، اس نے ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر پوچھا: بتایئے! پہلے بھی آپ جلاد کے قریب کھڑے تھے اور جب پوزیشن بدلی گئی تو پھر بھی آپ جلاد کے قریب کھڑے ہوئے ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں اس لیے جلاد کے قریب کھڑا ہوا کہ جتنی دیر جلاد کو مجھے قتل کرنے میں لگے گی میرے دوسرے بھائیوں کو اتنی دیر اور زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا۔ یہ اُلفتیں ہوتی تھیں، یہ محبتیں ہوتی تھیں، دوسرے کو یوں اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے تھے۔ (ج ۳۸ ص ۱۶۴)

## دورِ حاضر میں مسلمان کی حیثیت

مجھے ایک مرتبہ ہیمبرگ (جرمنی) جانا ہوا۔ ایک دوست کے ہاں قیام تھا۔ ان کا گھر مسجد سے ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ آبادی بہت خوب صورت تھی۔ میں نے اس سے کہا: خدا کے بندے! آپ مسجد کے قریب گھر لے لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، ایک گھنٹہ کی مسافت پر جو گھر لیا تو پانچ نمازوں میں جانا مشکل ہے، دن میں ایک مرتبہ جا سکتے ہیں۔ وہ کہنے لگا: جی! یہاں بڑے اسٹیٹس (مرتبے) والے لوگ رہتے ہیں۔ میں ایک کمپنی کا سٹیشن منیجر ہوں، میری تنخواہ بہت اچھی ہے، میں نے آج سے پینتیس سال پہلے یہاں مکان لے لیا تھا، آج اگر کوئی مسلمان مکان لینا چاہے تو یہاں کی آبادی کے جرمن لوگ اس کو مکان دینا بھی پسند نہیں کرتے۔ میں نے پوچھا: اس کی وجہ کیا ہے؟ کہنے لگا: وہ کہتے ہیں کہ ان کو زندگی گزارنے کا طریقہ نہیں آتا۔ پڑوسیوں کے آداب کا خیال نہیں کرتے، یہ دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے اور جہاں ہوتے ہیں ان کا گھر گندگی کا ڈھیر بنا ہوا ہوتا ہے، اس لیے ان کو اپنی آبادی میں جگہ ہی نہ دو۔ (ج ۳۸ ص ۱۷۴)

# دو گنہگاروں کی بخشش

قیامت کا دن ہوگا۔ دو بندوں کو اللہ رب العزت اپنی طرف بلائیں گے۔ فرمائیں گے کہ تم نے دُنیا میں برے اعمال کیے، غفلت کی زندگی بسر کی، تمہاری نیکیاں کم ہیں، برائیاں زیادہ ہیں۔ لہٰذا تمہیں جہنم بھیجا جائے گا۔ جاؤ! جہنم میں چلے جاؤ۔ جب ان کو حکم ہوگا تو ان میں سے ایک جہنم کی طرف بھاگنے لگے گا۔ دوسرا تھوڑا چلے گا، پھر پیچھے مڑ کر دیکھے گا، پھر تھوڑا چلے گا، لیکن مڑ کر دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو واپس بلائیں گے اور پہلے سے پوچھیں گے کہ کیا بات ہے میں نے تجھے جہنم جانے کے لیے کہا تو اسی وقت بھاگ پڑا؟ وہ کہے گا: رب کریم! دُنیا میں تو تیرے حکموں کی فرمانبرداری نہیں کی تھی، تیری طرف سے یہ آخری حکم ملا تھا، میں نے کہا کہ میں اس حکم کی فرمانبرداری کرلوں، میں جہنم کی طرف بھاگ پڑا اور پھر دوسرے کو بلا کر پوچھیں گے کہ تم پیچھے مڑ کر کیوں دیکھ رہے تھے؟ وہ جواب دے گا کہ اے میرے رب! مجھے آپ سے یہ اُمید تھی کہ آپ مجھے ایک دفعہ جہنم سے نکال کر دوبارہ اس میں نہیں ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اتنے خوش ہوں گے کہ ان دونوں کو جنت عطا فرما دیں گے۔ (التذکرۃ للقرطبی: ۴۱۲/۱) (ج ۳۸ ص ۲۲۶)

# جہاد بالمال کا انوکھا واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی اماں کا واقعہ سناتے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں نے اپنی دادی اماں سے یہ واقعہ خود سنا ہے۔

وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی تھیں، فرماتی ہیں کہ جب میری شادی ہوئی تو میرے والد صاحب بڑے مشہور نواب تھے اور انہوں نے بڑی چاہت کے ساتھ یہ رشتہ کیا تھا۔ اس دور میں جب اُستاد کی تنخواہ دو روپیہ اور تین روپیہ

ہوتی تھی، انہوں نے مجھے ایک لاکھ روپے کے زیور بنوا کر دیئے۔ میں زیورات سے لدی ہوئی اپنے گھر آئی۔ میرے میاں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا: دیکھئے! اللہ نے مجھے اور آپ کو زندگی کا ساتھی بنایا ہے۔ ہم دونوں اس صورت میں خوشی کی زندگی گزار سکتے ہیں جب دونوں کا معیار زندگی ایک ہو۔ آپ امیر ہیں اور میں فقیر ہوں۔ میں اگر ساری زندگی محنت بھی کرتا رہوں تب بھی آپ کی طرح نہیں بن سکتا۔ اگر آپ میری طرح بننا چاہیں تو ابھی بن سکتی ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: یہ جو مال زیور ہے، خلافتِ عثمانیہ کا جہاد جاری ہے، یہ تم اس میں دے دو۔ فرماتی ہیں: میں نے سب کچھ مجاہدین کی طرف بھجوا دیا۔

اگلے دن میں گھر میں بیٹھی تھی۔ عورتیں مجھے دیکھنے کے لیے آنے لگیں، کئی بوڑھی تھیں، کئی جوان تھیں، ایک بڑھیا ایسی بھی تھی جو فتنے کی پڑیا تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر جلی کٹی سنانی شروع کر دیں۔ کہنے لگی: یہ تو کوئی نکمی سی لڑکی نظر آتی ہے۔ ماں باپ پر بوجھ بنی ہوئی تھی۔ وہ گھر سے دھکے دینے کے لیے تیار تھے، انہوں نے بغیر زیور کے اسے گھر سے نکال دیا۔ فرماتی ہیں: جب میں نے ایسی باتیں سنیں تو رونا شروع کر دیا۔ جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: مجھے تو گھر چھوڑ کر آئیں۔ وہ گھر پہنچا کر آ گئے، جب والد نے مجھے دوسرے دن اپنے گھر میں دیکھا تو پوچھا: بیٹی کیسے آنا ہوا؟ میں نے انہیں ساری بات بتائی۔ وہ کہنے لگے: کوئی بات نہیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے ایک لاکھ روپے کے زیورات اور بنوا کر دے دیئے اور پھر مجھے گھر لے کر آئے۔

جب اس مرتبہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے تو آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: اللہ کی بندی! میں نے تجھے مجبور تو نہیں کیا تھا بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ ہماری زندگی خوشی سے گزرے گی۔ یہ سونا چاندی تو سانپ اور بچھو کے مانند ہیں۔ تم کیسے انہیں گلے لگائے رکھو گی؟ فرماتی ہیں: انہوں نے بات کی، یہ ان کی توجہ کا

میرے اوپر اثر تھا کہ مجھے اپنے گلے کا لاکٹ یوں محسوس ہونے لگ گیا جیسے میرے گلے میں سانپ ہو۔ انگوٹھی مجھے بچھو نظر آنے لگی۔ میں اپنے زیورات کو اپنے جسم سے اُتارنے لگ گئی۔ حضرت فرمانے لگے: ناں! ناں! میں کہتی: مجھے اُتارنے ہیں، فرماتی ہیں: میں نے سارے زیور اُتارے اور اگلے دن اپنی خوشی سے مجاہدین کو بھجوا دیئے۔ اس کے بعد میں نے فقیرانہ زندگی گزارنا شروع کر دی۔ میں نے حضرت سے دین کی تعلیم پانا شروع کر دی، حتیٰ کہ میں نے حدیث کی تعلیم بھی پائی۔

## گھر میں مشکوٰۃ شریف کی تعلیم

قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس دادی اماں (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی) سے ''مشکوٰۃ شریف'' کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ اس دور میں عورتیں اپنے گھروں میں بچوں کو ''مشکوٰۃ شریف'' تک کی تعلیم خود دیا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ! (ج ۳۸ ص ۲۴۷)

## محنت سے وساوس کا خاتمہ

اور اگر انسان محنت کرے تو جوانی میں بھی وسوسے ختم ہو جاتے ہیں۔ مثال سنیں:

ہمارے ایک قریبی تعلق والے ہیں۔ ماشاء اللہ وہ کاروبار کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں چائنا گیا، کچھ چیزیں خریدنی تھیں، کنٹینرز خریدنا تھا، وہاں جب میں ایئرپورٹ پر اُترا تو تب مجھے پتہ چلا کہ جس نے لینے کے لیے آنا تھا، جو مالک تھا فیکٹری کا، وہ مرد نہیں وہ عورت تھی اور میں خط و کتابت میں ان کو مسٹر مسٹر لکھتا رہا تھا۔ میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ دو جوان لڑکیاں کھڑی ہیں، میرے پاس آئیں، انہوں نے مجھے کارڈ دکھایا جس پر میرا نام لکھا ہوا تھا کہ آپ یہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! مجھ سے کہنے لگی کہ میں فیکٹری کی مالک ہوں اور یہ میری سیکرٹری ہے اور ہم آپ کو لینے کے لیے آئے ہیں۔ اب میں پریشان کہ یا اللہ! اب میں ان کو اگر ناں کر دوں تو جب پیچھے

جاؤں گا تو جو بھائی لوگ کاروبار میں شریک ہیں، وہ کہیں گے: تو نے اتنا کرایہ خرچ کیا، ویزہ لیا اور ایسے ہی واپس آ گیا۔ کام بھی کوئی نہ ہوا اور جو پیسہ لگایا وہ بھی برباد ہوا۔ اب ان کے ساتھ میٹنگ تو کرنی ضروری تھی۔ کہنے لگے: میں ان کے ساتھ چلا گیا، وہ مجھے آفس میں لے گئیں اور ٹیبل پر بیٹھ گئیں، میں ادھر دوسری طرف بیٹھ گیا۔ اب انہوں نے سامان نکالا، لسٹیں نکالیں جو پہلے سے ہماری ڈاک چل رہی تھی۔ کہنے لگے: چار گھنٹے لگے، انہوں نے ایک ایک آئٹم پڑھی، اس کی تفصیلات کو طے کیا۔ کہنے لگے: حضرت! اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں، چار گھنٹے دونوں کے ساتھ میری میٹنگ ہوئی، ان میں سے کسی کے چہرے پر میری نظر نہیں پڑی۔

اندازہ کریں کہ جس بندے کی عمر تیس پینتیس سال ہے، وہ چار گھنٹے دو بے پردہ قسم کی لڑکیوں سے بیٹھ کر بات کرتا ہے اور اس کی نظر نہیں اُٹھتی اور یہاں اسی سال عمر گزر گئی، اندر قوت بھی نہیں رہی اور سوچ پھر بھی ناپاک ہے۔ کہتے ہیں اِدھر اُدھر سے جو کوئی گزر رہی ہوتی ہے ہر ایک پر میری نظر پڑتی ہے تو اس لیے اس نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ (ج ۳۹ ص ۸۱)

## اٹھارہ سالہ نوجوان کا نگاہ پر کنٹرول

ہمارے ایک قریبی ساتھی تھے۔ وہ حافظ قرآن تھے، ۱۸ سال ان کی عمر تھی اور ان کے والد صاحب تبلیغی جماعت میں بہت وقت لگاتے تھے۔ ان کا کپڑے کا کام تھا۔ انہوں نے میٹرک کے امتحان کے بعد اپنے بیٹے سے کہا کہ اب تو نے میرے ساتھ دُکان پر ڈیوٹی دینی ہے۔ ایک دن روتے ہوئے آئے کہ ابو کی کپڑے کی دُکان ہے اور اس میں عورتوں کے بھی کپڑے ہوتے ہیں اور مردوں کے بھی ہوتے ہیں، مجھے کام کرنے کا حکم ہوا ہے۔ میں اس دُکان پر کیسے جاؤں؟ میں نے کہا کہ آپ کے والد صاحب کے کپڑے کی دُکان ہے، تم ان کی بات مان لو! اللہ خیر فرمائے گا۔

اللہ کی شان دیکھیں کہ جب تجارت شروع کی تو ایک مہینے کے بعد ابو نے کہا کہ میں تو صرف مردوں کو ڈیل کروں گا اور عورتوں کو کپڑے دکھانا اب تمہارے ذمے ہے۔ اس زمانے میں شٹل کاک برقعے زیادہ ہوتے تھے۔ اس برقعے میں یہ ہوتا تھا کہ پردے میں ہیں تو پردے میں ہیں اور جب چہرہ کھلتا تھا تو پھر نیچے سے سارا ہی کھلتا تھا۔ سب کچھ سامنے آجاتا۔ اب وہ پریشان کہ میں کیا کروں؟ میں نے کہا: بھئی! دیکھیں اب آپ کام کر رہے ہیں تو نگاہ کی حفاظت کریں، انہیں جب میں نے بات سمجھائی کہ اللہ کی طرف سے اجر ملے گا تو بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ پانچ سال اس بچے نے اپنے والد کے ساتھ کام کیا، محلے کی عورتیں ہمارے گھر میں آکر بتاتی تھیں کہ ہم قسم کھا کر کہہ سکتی ہیں کہ اس نے آج تک ہماری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ یعنی وہ خود نہیں، عورتیں اس چیز کی قسم کھاتی تھیں۔ (ج ۳۹ ص ۸۴)

## بازار کے کھانے میں احتیاط

ایک دفعہ مجھے دارالعلوم حقانیہ جانے کا موقع ملا تو حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔ ان کی خدمت میں حاضری ہوئی، وہ ملے اور بہت شفقت فرمائی۔ فرمانے لگے: میں تجھے چپلی کباب کھلاتا ہوں۔ اس زمانے میں چونکہ ابتدائی تصوف کی زندگی تھی اور ہم بازار کی چیزوں سے بہت احتیاط کرتے تھے تو ہمارے اندر تشویش ہوئی کہ اچھا! چپلی کباب؟ وہ تو بازار میں بنتے ہیں۔ حضرت کو تو اللہ نے بصیرت دی ہوئی تھی، وہ پہچان گئے۔ کہنے لگے، بچہ! یہ جو کباب بنانے والا ہے، یہ نمازی آدمی ہے اور یہ ٹھیک چیز بناتا ہے، اس لیے ہم اس کے کباب کھا لیتے ہیں۔ ہم نے تو چپلی کباب کبھی اس لیے نہیں کھائے تھے کہ پتہ نہیں کون بنانے والا اور کیسا بنانے والا ہے؟ پھر اس دن انہوں نے کباب بھی ماشاء اللہ آٹھ دس منگا لیے، ہم نے بھی پھر ڈٹ کر کھائے، پچھلے سارے قرضے اتارے۔

تو بتانے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے اکابر اس چیز کا خیال رکھتے تھے کہ اگر بازار سے کوئی چیز آرہی ہے تو پہلے تصدیق کرواتے تھے کہ وہ کیسی ہے؟ یا حالتِ سفر میں مجبوری میں کھالیتے ورنہ عام دستور یہی تھا کہ تحقیق ہوتی تھی۔ (ج ۳۹ص ۱۱۴)

## عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو قلم واپس کرنے کی فکر

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مرو سے بلادِ شام گئے، کچھ لکھنا تھا، کسی سے قلم مانگا، اس نے دے دیا، اب اسے قلم واپس کرنا تھا، وہ بندہ کہیں اِدھر اُدھر ہو گیا تو قلم واپس نہیں کر سکے اور بے دھیانی میں کہیں بات ذہن سے نکل گئی تو واپس آ گئے۔ جب واپس گھر پہنچے تب پتہ چلا تو سوچنے لگے: اُفوہ! میں تو قلم واپس کیے بغیر واپس آ گیا۔ اب اس قلم کو واپس کرنے کے لیے انہوں نے اپنے گھر سے ملک شام کا دوبارہ سفر کیا کہ کسی کا حق نہ میرے اوپر رہ جائے، قیامت کے دن کوئی میرا گریبان پکڑنے والا نہ ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۲۹) (ج ۳۹ص ۱۲۴)

## شہر کا ''ڈی سی او'' مسجد کا مزدور

وسط ایشیا میں ایک جگہ ایک مسجد بن رہی تھی، تو ہم وہاں نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے۔ ایک صاحب کو دیکھا کہ انہوں نے سیمنٹ کی تغاری سر پر رکھی ہوئی اور آ جا رہے تھے۔ ہم نے آگے کسی شہر میں جانا تھا اور لوگوں سے اس کی ڈائریکشن لینے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ وہاں کے لوگ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ رشین لوگ رشین ہی جانتے ہیں، اس کے علاوہ انہیں اور کوئی زبان نہیں آتی۔ ہم تو اشاروں کی زبان میں سمجھتے تھے۔ ایک صاحب سے اشاروں کی زبان میں پوچھ رہے تھے کہ ہم نے فلاں جگہ جانا ہے تو کیسے جائیں؟ تو وہ جو مزدور تغاری سر پر رکھے ہوئے تھے آیا اور وہاں کھڑا ہو گیا، تغاری اس نے نیچے رکھی اور ہم سے انگریزی میں بات شروع

کردی۔ ہم تو بڑے خوش ہوئے کہ چلو کوئی بندہ تو ایسی زبان میں بات کر رہا ہے جو ہم بھی سمجھتے ہیں۔ اس نے ہمیں تفصیل سے سمجھایا کہ آپ نے کہاں اور کیسے جانا ہے؟ ہمیں حیرت ہوئی کہ یہ مزدور سا آدمی انگریزی کیسے فر فر بولتا ہے۔ جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس محلے کا باشندہ ہوں، ہمارے یہاں دستور ہے کہ جب یہاں مسجد بنتی ہے تو ہم مالی طور پر بھی اس میں حصہ لینا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور Physicaly بھی اس میں اپنے جسم کو استعمال کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ محبوب حقیقی کا گھر بن رہا ہے۔ کہنے لگا کہ میں پورے ڈسٹرکٹ کا ڈی سی او ہوں اور تین دن اپنے دفتر سے میں نے چھٹی کی ہے اور آ کر مسجد کے انجینئر کو کہہ دیا کہ میں تمہارے حکم کا منتظر ہوں جو کام ذمہ لگا دو۔ اس نے کہا کہ سیمنٹ کی تغاری اس جگہ سے دوسری جگہ لے کر جانی ہے، میں پچھلے دو دن سے سیمنٹ کی تغاریاں یہاں سے وہاں پہنچا رہا ہوں، اللہ کے گھر کی مزدوری کر رہا ہوں۔ تو محبت تو اسی کو کہتے ہیں نا کہ جہاں اللہ کا گھر بنے وہاں مالی حصہ بھی لیا جائے اور جانی حصہ بھی لیا جائے۔ (ج ۳۹ ص ۲۳۰)

## ایک کروڑ پتی صنعتکار کی بے سکونی

چنانچہ ایک صاحب نے ایک دفعہ فون کیا۔ بڑے **Industrialist** (صنعتکار) تھے۔ رات کے تین بجے ان کا فون آیا۔ میں نے کہا: خیریت تو ہے آپ نے اس وقت فون کر دیا! کہنے لگے کہ میرے پاس اتنا مال پیسہ ہے کہ اگر میں حساب لگانے کا ارادہ کروں تو میرے اکاؤنٹ برانچ والوں کو ایک مہینہ چاہیے۔ جن کمپنیوں میں میرے شیئرز ہیں، میری انویسٹمنٹ ہے، اس کا حساب نکالنے میں ایک مہینہ چاہیے، اتنے پیسے ہیں جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں، جہاں چاہتا ہوں سوتا ہوں، پتہ نہیں کیا بات ہے مجھے رات کو نیند نہیں آتی؟ تو میں نے کہا: جناب! آپ کے پاس مال اس سے دس گنا زیادہ بھی ہو جائے، آپ کو نیند نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ جن کاموں

سے نیند آنی تھی آپ کی زندگی ان کاموں سے خالی ہے۔ پھر میں نے ترغیب دی کہ آپ نماز پڑھا کریں، تلاوت کریں، نیکی کریں، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو سکون عطا فرمائے گا۔

تو گناہوں کی ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ اسی دُنیا میں انسان کو اس کی سزا مل جاتی ہے۔ (ج ۳۹ص ۲۶۲)

## صدقے سے علاج

ہمارے ایک بہت قریبی تعلق والے تھے۔ ان کی عجیب عادت دیکھی۔ جب وہ بیمار ہو جاتے تھے تو محلے کے ایک ڈاکٹر صاحب کے پاس جاتے تھے اور ان کو جا کر دوائی کے پیسے بیس، تیس روپے دے دیتے تھے تو ڈاکٹر صاحب پوچھتے تھے کہ بھئی! کیوں دے کر جا رہے ہیں؟ تو وہ کہتے تھے: یہ میں اس لیے دے کر جا رہا ہوں کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسا غریب آئے جو دوائی کے پیسے نہ دے سکتا ہو تو آپ ان پیسوں سے اس کو مفت دوائی دے دیں۔

تا کہ اس کا علاج ہو جائے۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں سمجھا شاید امیر آدمی ہے اس لیے یہ لوگوں کی مدد کرتا ہے تو ایک دن میں نے پوچھ لیا تو پتہ چلا کہ نہیں بھئی! ان کے تو اپنے بھی معاملات بہت ٹائٹ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ مجھے تو بہت پیسے دیتے ہیں کہ میں غریبوں کا علاج کروں تو اس پر پتہ چلا کہ وہ صاحب ایسے تھے کہ جب وہ بیمار ہوتے تھے تو وہ اپنے پیسے ڈاکٹر کو دے دیتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب! جو مستحق ہو اس کا علاج ان پیسوں سے کرنا اور کہتے تھے: میرا اللہ مجھے براہِ راست خود شفاء عطا فرما دے گا اور واقعی ایسا ہوتا تھا کہ وہ کسی مریض کو مفت دوائی پہنچاتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلے شفاء عطا فرما دیتے تھے۔

اس کو کہتے ہیں توکل کا ہونا، اللہ کے وعدوں پر بھروسہ ہونا کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے، اگر میں اس اللہ کو راضی کروں گا تو وہ میرے کاموں کو سنوار دیگا۔ (ج ۴۰ص ۲۴۸)

## جوان العمر لڑکی کا صبر

ایک جوان العمر لڑکی تھی۔ اس کی عمر چوبیس سال تھی۔ اس کی شادی کو ابھی ایک سال ہوا تھا کہ اس کا خاوند ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا۔ اب دیکھیں! چوبیس سال کی عمر میں جس عورت کا خاوند ہی اس سے بچھڑ جائے، اس کی زندگی میں تو تاریکی آجاتی ہے۔ تو وہ لڑکی تین چار دن اسی طرح روتی رہی اور بالآخر جب کسی نے اس سے جا کر بات کی کہ تمہارا خاوند فوت ہو گیا تو اس نے آگے سے جواب دیا کہ اللہ کا امر، حکم اللہ کا۔

اب سوچیں کہ جن کی اللہ پر نظر ہے، توکل ہے، اس کے لیے اس غم کو برداشت کرنا کتنا آسان ہوتا ہے ورنہ اتنا بڑا سانحہ، اس لڑکی کو تو سائیکی کیس (ذہنی مریضہ) بنانے کے لیے کافی تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اس کا دماغی توازن ختم ہی ہو جاتا مگر نہیں! ایمان اتنی عجیب نعمت ہے کہ اس بچی کا اگرچہ خاوند فوت ہو گیا پھر بھی یہ بچی کہتی ہے: اللہ کا امر...... میں اللہ کے حکم پہ راضی ہوں۔ اس کے سر کے اوپر سے غم کا بوجھ ہی ختم ہو گیا۔ سبحان اللہ! تو مسلمان گھرانوں میں اس کی برکتیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (ج ۴۰ ص ۲۴۸)

## روزِ محشر حساب آسان

ایک صاحب انجینئر تھے، ہمیں ان کی زندگی کا پتہ تھا کہ فسق و فجور والی زندگی ہے۔ فلمیں بھی دیکھتے، ڈرامے بھی دیکھتے، حلال حرام کا بھی پتہ نہیں، غیر محرم کو بھی دیکھتے، گانے بھی سنتے اور فرض نمازیں بھی نہیں پڑھتے تھے۔ عجیب غفلت کی زندگی تھی۔ ایک مرتبہ کہیں اکٹھا بیٹھنے کا موقع مل گیا تو اس عاجز نے ان کے سامنے توبہ کا موضوع چھیڑ دیا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی کوتاہیوں سے اللہ کے سامنے توبہ کر لیں،

اللہ سے معافی مانگ لیں، کوئی آدھا گھنٹہ میں نے اس کے سامنے توبہ کی بات کی۔ میری بات سننے کے بعد اس نے نتیجہ کیا نکالا؟ کہنے لگا: آپ نے بہت اچھی باتیں بتائیں، دل بہت متاثر ہوا۔ پھر کہتا ہے، جی! اپنے ارادے سے تو کبھی گناہ کیا نہیں، ہاں! بغیر ارادے کے ہوگیا ہو تو اللہ معاف کردے۔ اتنی حیرت ہوئی اس کی بات سن کر کہ یا اللہ! انسان اتنا بھی اندھا ہو جاتا ہے کہ ایسی اس کی زندگی ہے، زبان سے فحش گالیاں یہ نکالتا ہے...... غیبت یہ کرتا ہے...... آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا ...... نمازوں کی حفاظت نہیں کرتا اور پھر توبہ کی بات سن کر کہتا ہے: جی! ارادے سے تو کبھی گناہ کیا نہیں بغیر ارادے کے ہوگیا ہو تو اللہ معاف کردے، توبہ کی، وہ بھی ادھوری۔ کبھی کبھی انسان اتنا غفلت میں پڑ جاتا ہے۔ (ج ۱۴ ص ۱۶۰)

## وضو پر اللہ کی مدد

وضو انسان کو ہر دشمن سے بچاتا ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفر پر جا رہا تھا، راستہ بھول گیا، جنگل میں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کہاں جاؤں؟ تو مجھے ایک پادری کا گھر نظر آیا، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، کافی دیر کھٹکھٹاتا رہا لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ میں سمجھ گیا کہ یا اندر کوئی ہے نہیں یا کھولنا نہیں چاہتا۔ حتیٰ کہ میں تھک کر بیٹھ ہی گیا۔ جب بالکل توقع ہی نہیں رہی، اس وقت ایک شخص نے اچانک دروازہ کھولا، وہ پوچھنے لگا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے بتایا کہ بھئی! میں مسافر ہوں اور راستہ بھول گیا ہوں، آپ سے راستہ پوچھنے کے لیے اس رات کے وقت میں آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے، آپ کو پریشان کیا تو وہ مطمئن ہوگیا اور کہنے لگا: اصل میں وجہ یہ ہے کہ میں جنگل میں ہوں اور رات کے وقت اگر میرا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو مجھے نہیں پتہ ہوتا کہ میں باہر نکلوں گا تو دوست سامنے ہوگا یا دشمن، جب آپ نے بار بار دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھے محسوس تو ہوا کہ مجھے دروازہ کھولنا چاہیے، کوئی غرض مند انسان

ہے لیکن میں نے پہلے وضو کیا۔ چونکہ ہماری کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی چلی آ رہی ہے کہ جب انسان وضو کر لیتا ہے اللہ اس کے دشمن کے مقابلے میں مددگار بن جاتا ہے۔ وضو کرنے کے بعد پھر میں نے دروازہ کھولا۔ (ج ۱۱ص ۱۷۹)

## حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاموشی

میرے شیخ حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ تھے۔ انہوں نے عمدۃ الفقہ کتاب بھی لکھی ہے۔ پہلی مرتبہ جب ہم بیعت ہونے کے لیے گئے تو یونیورسٹی کے کوئی پچیس تیس نوجوان ساتھ تھے۔ ان سے وہاں جا کر ملے، حضرت نے سب کو بٹھایا، شربت پلایا، پھر خاموش...... اب ہم تو ادب کی وجہ سے خاموش تھے، توقع یہ تھی کہ ہم بیٹھیں گے اور حضرت بولنا شروع کر دیں گے اور ہم وعظ ونصیحت سنیں گے لیکن حضرت بالکل خاموش تھے۔ اتنا پتہ چلتا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت یوں سر اُٹھاتے اور دائیں سے بائیں سب کے چہرے دیکھتے اور پھر سر جھکا لیتے۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے خاموشی میں کوئی بیس منٹ گزر گئے تو حضرت سمجھ گئے کہ یہ ''پہلو'' لوگ ہیں۔ ان کو سمجھ ہی نہیں ہے، نئے ہیں...... ناتجربہ کار ہیں...... واقف نہیں ہیں۔ اس وقت حضرت نے ایک عجیب بات کہی۔ سب کو دیکھا اور مسکرائے اور یہ الفاظ کہے: بھئی! مجھے تو اتنا بولنے کی عادت نہیں، اگر آپ لوگ آپس میں گفتگو کر لیں تو میں بھی سن لوں گا۔ یہ الفاظ کہے۔ اس پر ہمارے ایک ساتھی نے ان سے لطیفۂ قلب کے بارے میں پوچھا۔ اس کے بعد جو حضرت نے بات شروع کی تو پورے دو گھنٹے لطیفہ قلب پر گفتگو فرمائی۔ یہ علم اور پھر یہ خاموشی...... سبحان اللہ!

واقعی صحیح بات ہے جس کا جتنا ظرف ہوا اتنا ہی وہ خاموش ہوتا ہے۔ آج کل تو ٹر ٹر...... ایک بھی بول رہا ہوتا ہے، ادھر سے دوسرا بھی بول رہا ہوتا ہے...... عادت جو ہے بولنے کی۔ لطیفہ بنا ہوا ہے کہ جب شادی ہوئی تو میں بولتا تھا بیوی سنتی تھی۔ جب

اولاد ہوگئی پھر بیوی بولتی تھی میں سنتا تھا۔ جب ہم دونوں بوڑھے ہوگئے تو پھر دونوں بولتے تھے محلے والے سنتے تھے تو آج کل سب ہی بول رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے خاموش رہنے کی عادت ڈالیں۔ (ج ۱۴ ص ۱۹۸)

## آخری نماز سے محرومی

ایک دفعہ ہم لوگ پشاور سے آ رہے تھے۔ ایک جگہ پر نماز کے لیے رُکے تو پیچھے سے ایک گاڑی میں اور بھی لوگ آئے۔ چار پانچ نوجوان تھے، انہوں نے بھی بریک لگائی کہ نماز پڑھتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا یار ابھی بڑا وقت پڑا ہے، آگے جا کر پڑھ لیں گے۔ لگی ہوئی بریک پر انہوں نے گاڑی چلائی اور چل پڑے۔ ہم نے وہاں نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر جب ہم نے دوبارہ سفر کرنا شروع کیا تو کوئی پانچ کلومیٹر پر ہم نے دیکھا کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ پتہ نہیں کتنوں کی وفات ہوگئی؟ تو آخری وقت کی نماز نہ پڑھ سکے۔ بریک تو لگائی تھی، نماز پڑھ لیتے، دین کو مقدم کرتے، یہ جو شیطان اس وقت ذہن میں شطونگڑا چھوڑ دیتا ہے کہ پھر کر لیں گے، آگے کا کیا پتہ کیا پیش آ جائے؟ دین و دُنیا جہاں آمنے سامنے آ جائیں تو دین کو مقدم رکھیں! ہماری دُنیا کا اللہ حافظ ہوگا۔ (ج ۱۴ ص ۲۰۲)

## اللہ سے دوستی لگانے والے

اللہ سے محبت کرنے والے لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ!

☆..... رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی نیک بندی تھیں۔ ایک دفعہ کمرے میں سوئی ہوئی تھیں۔ چور آ گیا اور اس نے آ کر اِدھر اُدھر جھانکا تو ایک چادر پڑی تھی اور تو کچھ تھا نہیں، اس نے وہی چادر اُٹھالی، جب واپسی کا دروازہ دیکھنے لگا تو سر چکرایا اور اس کو کچھ نظر نہ آیا، آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا اور اس نے چادر کو وہیں پھینک دیا۔

جب چادر ہاتھ سے گری تو اس کو دروازہ نظر آیا اور وہ نکلنے لگا تو آواز آئی: اگر ایک دوست سویا ہوا ہے تو دوسرا دوست جاگتا ہے، تو اللہ سے ایسا تعلق ہو کہ اللہ فرمائیں کہ ایک دوست سویا ہوا ہے تو دوسرا دوست جاگتا ہے۔

☆.....ایک بڑھیا کا گھر بادشاہ کے محل کے قریب تھا، وہ رشتہ داروں کے ہاں کسی تقریب میں چلی گئی۔ پیچھے محل کی توسیع ہونی تھی تو پولیس والوں نے اس کی کٹیا گرادی اور محل کو بڑا کردیا۔ کئی مہینے بعد بڑھیا آئی تو اس کو کٹیا ہی نہ ملی۔ اس نے پولیس والے سے پوچھا: بھئی! یہاں میرا گھر تھا وہ کہاں گیا؟ اس نے کہا: بادشاہ کا محل بڑھانا تھا تو تُو یہاں تھی نہیں، لوگوں نے اس کو گرا کر بڑھا دیا۔ جب یہ پتہ چلا تو اس بڑھیا نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ الفاظ کہے کہ ''اے اللہ! میں اگر یہاں نہیں تھی تو تُو یہیں تھا'' بس اتنا کہنا تھا کہ محل کی چھت زمین کے اوپر آ گئی۔ اللہ سے دوستی لگا کے تو دیکھیں۔ پھر وہ کیسے انسان کے ساتھ وفا فرماتے ہیں۔

☆.....سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ یہ حاکم وقت کی پروا نہیں کرتے تھے، کھری باتیں کردیتے تھے، ڈانٹ ڈپٹ کردیتے تھے، تو ابوجعفر منصور جو بادشاہِ وقت تھا، اس کو ان پر بہت غصہ تھا۔

آپ ایک دفعہ حرمِ مکہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ محدث آئے اور انہوں نے کہا کہ سفیان ثوری! ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ابوجعفر منصور نے یہ کہا ہے کہ میں مکہ کے سفر پر روانہ ہو چکا ہوں، میں مکہ میں داخل ہوں گا اور میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے قتل کروادوں گا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پوچھا کہ کیا یہ بات پکی ہے؟

انہوں نے کہا: جی بالکل! مجھے ابھی کسی پکے بندے نے بتایا ہے کہ ابوجعفر منصور نے یہ کہا ہے۔ جب تصدیق ہو گئی تو اللہ سے محبت کرنے والوں کا بھی تو اپنا ایک رنگ

ہوتا ہے۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے اور سیدھے ملتزم کے اوپر پہنچے۔ملتزم سے لپٹ کر دُعا کی، اے اللہ! اگر منصور آج مکہ میں داخل ہوگیا تو تیری میری دوستی کا کوئی فائدہ نہیں۔اللہ کی شان دیکھیں کہ ابوجعفر منصور طائف میں تھا کہ وہیں اس کو موت آ گئی اور وہ مکہ میں داخل ہی نہیں ہوسکا۔جن کی دوستی ہوتی ہے تو پھر وہ ایسی بات بھی کر پاتے ہیں۔ہم بھی اپنے اللہ سے دوستی لگائیں! اللہ رب العزت ہمیں اپنے چاہنے والوں میں شامل فرمائے۔(آمین ثم آمین) (ج ۱۴ص ۲۱۲)

## ولایت سے پہلے اور بعد کا فرق

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: بیعت ہونے سے پہلے اور بعد میں تمہیں اپنے اندر کیا فرق نظر آیا؟ تو انہوں نے تین باتیں بتائی تھیں: ایک فرمایا کہ حضرت بیعت ہونے سے پہلے جب میں مطالعہ کرتا تھا تو بہت اشکالات پیش آتے تھے اور بہت جگہ پہ مجھے تعارض نظر آتا تھا اور اس کو رفع کرنے کے لیے مجھے کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا، علماء اساتذہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا، پھر جا کے وہ رفع ہوتا تھا۔جب سے بیعت ہوا ہوں مجھے نصوصِ شرعیہ میں کہیں تعارض نظر نہیں آتا۔حضرت نے پوچھا: دوسری تبدیلی کون سی؟ کہنے لگے: دوسری تبدیلی مجھے اپنے اندر یہ محسوس ہوئی ہے کہ جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا، طبیعت بھی کراہت کرتی ہے، دل ہی نہیں چاہتا اس کام کے کرنے کو۔حضرت نے فرمایا: تیسری تبدیلی کیا ہوئی؟ فرمانے لگے تیسری چیز یہ کہ اب دین کے معاملے میں لوگوں کی تعریف یا بدتعریفی میرے لیے برابر ہے جو حق بات ہوتی ہے میں وہ کہہ دیتا ہوں۔تو حضرت نے فرمایا: میاں رشید احمد! الحمدللہ! دین کے تین درجے ہیں۔ایک ہے علم...... دوسرا ہے عمل...... تیسرا ہے اخلاص۔

☆علم کا کمال یہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ میں کہیں تعارض نظر نہ آئے۔

☆عمل کا کمال یہ ہے کہ مکروہات شرعیہ مکروہات طبیعہ بن جائیں۔

☆اوراخلاص کا کمال یہ ہے کہ لوگوں کی مدح اور ذم انسان کی نظر میں برابر ہو جائے۔

مبارک ہو! تمہیں بیعت کی برکت سے اللہ نے علم میں بھی کمال عطا کر دیا، عمل میں بھی کمال عطا کر دیا اور اخلاص میں بھی کمال عطا کر دیا تو جن کو ہم ولایت کبریٰ کے اولیاء کہتے ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے مزاج اتنے سلیم الفطرت بن جاتے ہیں، شریعت کے مطابق ایسے ڈھل جاتے ہیں کہ بس جو حکم خدا وہی ان کی اپنی بھی طبیعت کا چوائس ہو جاتا ہے۔ (ج ۴۱ص ۲۲۹)

## حضرت مُرثد رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت مُرثد رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ زمانہ جہالت میں مکہ کی ایک عورت کے ساتھ ان کے غلط تعلقات تھے۔ وہ عورت کوئی بہت خوبصورت چیز تھی، جب انہوں نے توبہ کر لی تو مدینہ طیبہ آ گئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ نے کلمہ پڑھ لیا اور زندگی گزارنے لگے۔ ایک مرتبہ کاروبار کے لیے ان کو مکہ مکرمہ واپس آنا تھا، مغرب کے بعد کا وقت تھا مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، گلی میں سے گزر رہے تھے کہ اچانک اس عورت پر نظر پڑ گئی۔ اس نے ان کو کہا: کہاں غائب ہو گئے؟ I Love You، I Miss You جو گانے گاتی تھی، اس نے وہی گانے گانے شروع کر دیئے اور کہا کہ اتنا عرصہ ہو گیا ملاقات بھی نہ ہوئی، آج میرا خاوند بھی گھر پر نہیں، تم کام سمیٹ کر آ جانا، میں تمہارا انتظار کروں گی۔ اس صحابی نے کہا کہ میں نہیں آؤں گا۔ اس نے کہا کہ تم وہی ہو جو مکہ کی گلیوں میں پھرتے تھے، آنکھوں میں آنسو ہوتے تھے، میری منتیں کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ تمہیں چہرہ دکھادوں، میں ایک دفعہ تم سے بات کر لوں، تم میرے جسم کو ہاتھ لگانے کے لیے ترستے پھرتے تھے۔ آج میں تمہیں کہہ رہی ہوں کہ تم آنا میں گھر میں تمہارا انتظار کروں گی، تم کہتے ہو کہ میں نہیں آؤں گا۔ اس دوران اس عورت نے یہ محسوس کیا وہ صحابی بات کر رہے تھے مگر آنکھ نہیں اُٹھ رہی تھی، آنکھیں

جھکی ہوئی تھیں، وہ کہنے لگی، تم میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہے؟ انہوں نے کہا: میں تمہاری طرف اب نہیں دیکھ سکتا، میری آنکھوں نے اب ایسی ہستی کو دیکھ لیا ہے جس کے بعد یہ غیر کی شکل کو دیکھنا گوارا نہیں کرتیں۔ پہلے سے چونکہ طبیعت کھلی ہوئی تھی، دونوں آپس میں ملتے رہتے تھے، وہ آگے بڑھی کہ ہاتھ لگائے، وہ کہنے لگے خبردار! تم نے میرے جسم کو ہاتھ لگایا، میں تلوار سے تمہارے سر کو جدا کردوں گا۔ وہ گھبرا گئی کہ یہ تو اس نے بہت زیادہ سخت بات کردی، وہ واپس چلی گئی جو گناہوں سے بچنے والے ہوتے ہیں، وہ پھر اتنا اسٹینڈ لے لیتے ہیں کہ دوسرا بندہ پھر ان کو گناہوں کی طرف مجبور نہیں کرسکتا۔ (ج ۴۲ ص ۱۲۸)

## موت کا وقت متعین ہے

کراچی میں ایک آدمی پانچویں منزل پر بجلی کی تار کا کام کررہا تھا۔ پاؤں جو پھسلا تو وہ پانچویں منزل سے نیچے زمین پر آ گرا، مگر اللہ کی شان دیکھیں، نہ اس کو زخم آیا، نہ اس کی ہڈی ٹوٹی، نہ کوئی اور ایسا مسئلہ ہوا۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے کسی نے اس کو ہاتھوں پر لے کر زمین پر لٹا دیا۔ اب وہ بڑا خوش، گھر والے بھی بڑے خوش، لوگ آکر مبارکباد دینے لگے، دو دن گزرے کہ اس کے دو دوست اس سے ملاقات کرنے کے لیے آئے، انہوں نے بھی مبارکباد دی اور کہا کہ یار! تمہیں اللہ نے نئی زندگی دی ہے، چلو مٹھائی تو کھلاؤ۔ وہ کہنے لگا: میرے گھر کے سامنے ایک سویٹس شاپ ہے، میں ابھی آپ کے لیے وہاں سے تازہ مٹھائی لے کر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ڈرائنگ روم سے گھر آیا تاکہ پیسے لے اور دُکان پر جائے، تو گھر میں فرش تازہ تازہ دھویا ہوا تھا، جونہی اس نے باہر نکل کر پاؤں رکھا، اس کا پاؤں پھسلا، سر کے بل گرا اور وہیں اس کی موت آگئی۔ واہ اللہ تیری قدرت! پانچویں منزل سے زمین پر گرتا ہے چونکہ وقت نہیں آیا محفوظ رہتا ہے، اور جب وقت آگیا تو گیلے فرش کے اوپر پاؤں پھسلتا ہے اور موت آجاتی ہے تو کس کو پتہ کہ موت کا وقت کب ہے؟ اس لیے ہر وقت انسان موت کے لیے تیار رہے۔ (ج ۴۲ ص ۱۹۹)

# حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ۳۶۵ لباس

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک فقیہ گزرے ہیں۔ ایک شخص ان کو ایک سال کے تین سو پینسٹھ جوڑے کپڑے کے بنا کر ہدیہ کرتا تھا۔ وہ روزانہ نیا سوٹ بدلتے تھے اور پرانا صدقہ کر دیتے تھے۔ اللہ نے ایک شخص کے دل میں ان کی ایسی محبت ڈال دی تھی۔ آج ہے کوئی ایسا نواب؟ ایسا امیر کہ جو سال میں تین سو پینسٹھ سوٹ بدلے؟ کوئی عورت ایسی ہے؟ نہیں۔ تو دیکھو! اللہ اپنے راستے پر محنت کرنے والے بندوں کے لیے دُنیا اس طرح ان کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ (ج ۴۲ ص ۲۱۳)

# ازل سے اللہ والے!

ہمارے سلسلہ عالیہ کے ایک بزرگ تھے خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی ایک بات کتاب میں پڑھ کر مزہ آ گیا۔ کہتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا تو میں نے کہا کہ اے اللہ! میں نے زندگی کے ساٹھ سال آپ کی محبت میں گزار دیئے۔ جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: بندے! تو مجھے اپنے ساٹھ سال پیش کرتا ہے اور میں نے تجھے ازل سے اپنا بنا رکھا ہے۔ اللہ اکبر......! (ج ۴۳ ص ۶۸)

# اللہ کے محبین سے منسلک لوگوں کو آگ نہیں جلاتی

ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ چونکہ اس علاقے میں سردی بہت تھی، اس لیے رات کو آگ جل رہی تھی اور امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ گرمائش کے حصول کے لیے آگ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نوجوان تھے، آگ لینے کے لیے وہاں گئے تو انہوں نے ایک صدری (جیسے چمڑے کی بنی ہوئی جیکٹ ہوتی ہے) پہنی ہوئی تھی۔ یہ گئے تو شیخ نے فرمایا: بہاء الدین! تم اس آگ کو بجھنے

نہ دینا، اس میں لکڑی ڈالتے رہنا۔ یہ لکڑی ڈالتے رہے، ڈالتے رہے۔ جب بندہ سردی کے موسم میں بھی آگ کے قریب رہے تو گرمی لگنے سے پسینہ تو آتا ہی ہے، جب ان کو پسینہ آیا تو انہوں نے اپنی آستین اُتاری، وہ اُتارتے ہوئے ہاتھ سے چھٹی اور آگ کے اندر گر گئی۔ اب یہ حیران کھڑے ہیں کہ میری جیکٹ آگ کے اندر گر گئی۔ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہاء الدین! جاؤ اور اپنی جیکٹ کو آگ میں سے نکال کر لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! اگر وہ لوہے کی بھی بنی ہوئی تھی تو اب تک وہ جل چکی ہوگی، اتنی زیادہ آگ ہے۔ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں تم جاؤ اور نکال کر لاؤ۔

جب شیخ کا حکم ہوا تو خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آگ کے اندر قدم رکھا اور اندر گئے اور اپنی جیکٹ صحیح سلامت نکال کر لائے اور خود بڑے حیران تھے کہ یہ کیا ہوا کہ میری جیکٹ کو آگ نے نہیں جلایا۔ شیخ کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہاء الدین! اس بات کو یاد رکھنا کہ جن لوگوں کے دل اللہ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں ان کے جسم پر جو کپڑے ہوتے ہیں، دُنیا کی آگ ان کپڑوں کو نہیں جلاتی تو جو لوگ اللہ والوں کے دلوں میں بستے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جہنم کی آگ سے بری فرمادیں تو کیا بعید ہے......؟ (ج ۴۳ ص ۸۳)

## دل کے ذکر کا سائنسی مشاہدہ

امریکہ میں ایک ایسی ریاست میں جانے کا موقع ملا جہاں کوئی پندرہ بیس ڈاکٹر ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ ان کے ہاں ایک ہفتہ قیام تھا۔ ان میں سے ایک شخص دل کے سپیشلسٹ تھے، قدرتاً انہی کے ہاں قیام تھا۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے ہماری روحانی بیماریوں کا علاج تو ہمیں بتادیا، اب میں آپ کو صبح ہاسپٹل لے جاؤں گا اور آپ کے دل کو چیک کروں گا۔ ہم نے کہا: جی ٹھیک ہے۔ ہمارے پاس وقت تھا، ہم اس کے ساتھ ہاسپٹل چلے گئے، انہوں نے ہمیں لاکر وہاں ایک کمرے میں ایکو کارڈیوگرام

مشین کے آگے لٹادیا اور دل کو چیک کرنا شروع کیا۔ اس میں دل کی تصویر آ جاتی ہے اور دل کی رگوں میں کیسے خون جا رہا ہے اور آ رہا ہے؟ اس کی پوری تفصیل اس کے اندر ہوتی ہے۔ جب انہوں نے سکرین پر دکھایا تو مجھے کہنے لگے: دیکھیں! یہاں سے خون جا رہا ہے، یہاں سے خون آ رہا ہے اور اتنی مقدار سے آ رہا ہے اور اس وقت آپ کی شریانیں درست حالت میں ہیں اور اسی فیصد کام کر رہی ہیں۔ اس عمر میں اسی فیصد بہت اچھا رزلٹ تھا۔ کہنے لگے: آپ کے دل کی کیفیت سے میں بہت مطمئن ہوں۔

پھر اس کے بعد کہنے لگے: حضرت! میں آپ کو آپ کے دل کی آواز سناؤں؟ میں نے کہا: سنائیں۔ انہوں نے ایک بٹن دبایا، جیسے ہی بٹن آن کیا تو آواز آنے لگ گئی، جیسے دل خون کو پمپ کر رہا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ہماری میڈیکل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دل جب خون کو پمپ کرتا ہے تو ''لب ڈب'' کی آواز آتی ہے، لب ڈب...... لب ڈب...... اس کو ہم نے بھی سنا لیکن قدرتاً میرا ذہن دوسری طرف گیا، میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! اصل وجہ یہ تھی کہ یہ کافر لوگ ہیں، یہ دل کی آواز کو سنتے ہیں تو ان کو لب ڈب......لب ڈب...... نظر آتا ہے۔ آپ غور کریں! مجھے تو یہ کچھ اور آواز نظر آتی ہے۔ وہ غور سے مجھے دیکھنے لگے اور کہا: حضرت! کون سی آواز؟ میں نے کہا: یہ دل ''لب ڈب'' تو نہیں کر رہا، یہ تو ''رب رب'' کر رہا ہے۔

تو وہ کہنے لگا: اچھا اس کو دیکھتے ہیں، پھر انہوں نے غور سے اس کو دیکھا اور کہنے لگے: حضرت! ''رب رب'' کی آواز واقعی اس کے زیادہ قریب ہے۔ انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ واقعی انسان کا دل جب خون کو پمپ کر رہا ہوتا ہے، وہ آواز ''رب رب'' کی پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ میں نے کہا: آج مسئلہ سمجھ میں آ گیا، اگر ہر ذی روح کا دل جو خون پمپ کرتا ہے، اس کی آواز ''رب رب'' پکار رہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے ذی روح دُنیا کے اندر ہیں، سب کے جسم اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں فرما دیا:

''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ'' (بنی اسرائیل: ۴۴)

'اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔'' واقعی! بات ایسی ہی ہے کہ ہمارا جسم تو اللہ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ باقی ہم خود بھی اللہ کا ذکر کریں تو پھر مکمل جسم اللہ کا ذکر کرے گا، ورنہ آدھا تو کر ہی رہا ہوتا ہے اور باقی آدھا غافل ہوتا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے تاکہ اس کے اثرات ہمارے دلوں پر مرتب ہوں۔ (ج ۴۳ ص ۱۰۲)

## رات بھر کا مراقبہ

ہمارے مشائخ اتنا اللہ کو یاد کرتے تھے کہ وہ گھنٹوں مراقبے میں بیٹھے رہتے تھے۔ مفسر قرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تفسیر ایک نقشبندی بزرگ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی، ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی سے تفسیر پڑھی تھی۔ ان بزرگوں کو اللہ رب العزت نے بہت زیادہ ذکر کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد مراقبہ کرواتے تھے جس کی اختتامی دُعا نہیں ہوتی تھی۔ ہم بڑے حیران ہوئے کہ عشاء کی نماز کے بعد مراقبہ کرواتے تھے اور اس کی اختتامی دُعا نہیں ہوتی تھی......!

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! حضرت نے سب مریدین میں اعلان کیا ہوا تھا کہ بھئی! میں مراقبہ شروع کروں گا تو آپ مراقبہ میں شریک ہو جائیں، پھر جو تھک جائے وہ اُٹھ کر چلا جائے۔ ایک جاتا تھا، دوسرا جاتا تھا، پھر تیسرا جاتا تھا، لوگ اُٹھ کر جاتے رہتے، تہجد کا وقت ہو جاتا، حضرت جب سر اُٹھاتے تو سب اُٹھ کر جا چکے ہوتے، پھر حضرت تہجد کی نیت باندھ لیتے تھے۔ ان کے مراقبے میں اختتامی دُعا ہی نہیں ہوا کرتی تھی۔ اتنا لمبا مراقبہ کرتے تھے......! گھنٹوں اللہ رب العزت کی یاد میں بیٹھا کرتے تھے۔ (ج ۴۳ ص ۱۵۲)

# چالیس دن کا مراقبہ

حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ مصر میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ چالیس چالیس دن مراقبے میں بیٹھتے تھے، فقط نماز کے وقت اُٹھتے تھے اور نماز پڑھ کر پھر مراقبے میں بیٹھ جاتے تھے۔ان کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ کثرتِ ذکر کی وجہ سے ان کے چہرے پر اتنا نور تھا کہ لوگ ان کے چہرے کا نور برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

وہ اپنے چہرے کو لپیٹا کرتے تھے۔ عام آدمی ان کے چہرے کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا تھا، بے ہوش ہو جاتا تھا۔ایسا نور اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے پر عطا فرمایا تھا۔(ج ۴۳ص ۱۵۲)

# ایک قاضی اور چار گواہ موجود

ایک خاتون نے کسی بزرگ سے اظہارِ مدعا کیا کہ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیسے ہم کوئی عمل کر سکتے ہیں جب کہ ایک قاضی اور چار گواہ ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ تو عورت حیران ہوئی، کہنے لگی: ایک قاضی اور چار گواہ ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ تو کہنے لگے: ہاں!

قاضی اللہ رب العزت کی ذات ہے اور دو فرشتے میرے اور دو فرشتے تمہارے، چار گواہ بھی ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ جب قاضی بھی دیکھ رہا ہو، چار گواہ بھی دیکھ رہے ہوں تو پھر فردِ جرم عائد ہونا آسان ہوتا ہے۔ان کی بات ایسی تھی کہ اس بات کی وجہ سے اس عورت کو اللہ نے توبہ کی توفیق عطا فرما دی۔آج تو گناہ اس لیے نہیں کیا جاتا کہ گناہ کا موقع نہیں ملتا ورنہ موقع مل جائے تو قسمت والے ہوتے ہیں جو گناہ سے بچ جاتے ہیں۔(ج ۴۳ص ۱۷۵)

# چالیس سالہ گناہ گار کی اللہ سے دوستی

حضرت موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بنی اسرائیل کے لوگ آئے، کہنے لگے:

اے اللہ کے نبی! بڑا عرصہ ہوا ہے بارش نہیں ہوئی، پانی کی قلت ہے اور جانور بھی پریشان ہیں، انسان بھی پریشان ہیں، آپ دُعا کیجئے! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرما دیا کہ اچھا ساری قوم کے لوگ باہر کھلی جگہ میں آئیں اور میں دُعا کرواؤں گا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ستر ہزار لوگ اکٹھے ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوب دُعا مانگی، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر فریاد کی۔

مگر بارش کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ جب کافی دیر دُعا کرنے کے بعد بھی بارش نہ ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

اے اللہ! آپ کا ایک نبی آپ سے اپنی اُمت کے ساتھ مل کر دُعا مانگ رہا ہے اور آپ کی طرف سے قبولیت کے آثار ظاہر نہیں ہو رہے۔

رب کریم نے فرمایا کہ اس قوم کے اندر ایک بندہ ایسا ہے جو چالیس سال سے میرے ساتھ گناہ کے ذریعے سے لڑائی کر رہا ہے یعنی وہ گناہ کر کے میرے ساتھ گویا لڑائی میں لگا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے میں بارش نہیں برسانا چاہتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا، انہوں نے اعلان کیا:

اے لوگو! تمہارے اندر ایک ایسا بندہ ہے کہ جو چالیس سال سے ایک گناہ میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں، اللہ اس کی موجودگی میں بارش نہیں برسانا چاہتے۔ میں اس بندے سے کہتا ہوں کہ وہ یہاں سے نکل جائے اور اس کی وجہ سے دوسروں پر جو مصیبت آئی ہوئی ہے، وہ ٹل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جیسے ہی یہ اعلان کیا تو تھوڑی دیر کے بعد بارش ہونے لگ گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہوئے کہ کوئی بندہ باہر نکلا بھی نہیں اور

بارش بھی شروع ہوگئی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مجمع میں ایک بندہ ایسا ہے جو میرے ساتھ گناہ کے ذریعے جنگ میں لگا ہوا ہے تو رب کریم سے پوچھا: یا اللہ! یہ بارش کیسے ہوئی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس بندے کی وجہ سے بارش روکی گئی تھی اسی بندے کی وجہ سے بارش ہوئی۔

اے اللہ! اس کی وجہ سے بارش کیسے ہوئی؟ فرمایا کہ جب آپ نے اعلان کیا، اس بندے نے اپنے دل میں سوچا کہ اے اللہ! اگر میں اس وقت لوگوں کے درمیان سے باہر نکل کر جاؤں گا تو میری رُسوائی ہوگی، میں کسی کو چہرہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ اے کریم آقا! میں نے چالیس سال آپ کی نافرمانی کی، آپ نے مجھے ڈھیل دے دی اور اب میں آپ کی بارگاہ میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، آپ قبول فرمالیجئے۔ جب اس طرح عاجزی کا اظہار کیا تو مجھے اس پر رحم آ گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے اللہ! اس مقبول بندے کی مجھے زیارت تو کروا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ میری نافرمانی کرتا تھا تو اس وقت میں نے اس کا راز فاش نہ کیا۔

اب تو وہ گناہوں سے توبہ کر کے نیک بن چکا ہے تو میں کیسے اس کا راز آپ کے سامنے کھول دوں......؟

(کتاب التوابین لابن قدامہ، ص:۸۱) (ج ۴۳ص ۲۰۵)

# آیئے! اصلاح معاشرہ کیلئے قدم بڑھایئے

قارئین محترم                    السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر! امید ہے کہ آپ نے عمل کی مبارک نیت سے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیا ہوگا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ادارہ کی روز اول سے کوشش رہی ہے کہ اپنے تمام کرم فرما قارئین تک اسلاف واکابر کی مستند کتب مناسب نرخ پر پہنچائی جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمیں آپ کی طرف سے موصول تنقید برائے اصلاح پر خوشی ہوگی اور اس کیلئے ادارہ آپ کی قیمتی رائے، مشورہ اور مفید بات کو فی الفور قابل عمل سمجھے گا۔ یقیناً کتب دینیہ کو بہتر انداز میں اشاعت کیلئے آپ ہمارے معاون ثابت ہوں گے۔ امید ہے کہ جس جذبہ کے تحت یہ گذارش کی جارہی ہے آپ تمام قارئین وقاریات اس پر عملی قدم اٹھاتے ہوئے ہمیں ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جوابات سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

☆ آپ کو اس کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟ .............................

☆ کیا آپ نے مطالعہ کے دوران کوئی حل طلب بات دیکھی تو آپ نے اسے سمجھنے کیلئے اپنے کسی قریبی مفتی صاحبان یا علماء کرام سے رجوع کیا؟ .....................

☆ اگر آپ یہ مفید کتاب اپنے دوست احباب، مسجد لائبریری، سکول وکالج کیلئے بہترین تحفہ سمجھتے ہیں تو ان تک پہنچانے کیلئے آپ نے کیا کوشش کی؟

☆ کیا آپ اس کتاب کو دیگر رشتہ داروں تک پہنچا کر فریضہ تبلیغ ادا کرسکتے ہیں؟ جبکہ یہ کتاب آپ کی طرف سے بہترین ہدیہ ہوگا جسے آپ کی پُرخلوص محبت کی علامت سمجھا جائے گا اس سلسلہ میں آپ کیا کرسکتے ہیں؟ .....................

☆ اس کتاب کو پڑھ کر آپ نے کیا علمی واصلاحی فائدہ محسوس کیا؟ .....................

☆ کیا آپ اس کتاب کے مصنف / مرتب / ناشر اور تمام مؤمنین ومؤمنات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں؟ .....................